

ہمارا میگزین
کرنیں
زی درسگاہ جماعت اسلامی ہند رامپور۔ یو پی

درس گاہ کی خصوصیات

[۱] درس گاہ میں دینی اور دنیوی دونوں قسم کی تعلیم اعتدال، توازن اور حسین امتزاج کے ساتھ دی جاتی ہے۔

[۲] تعلیم کے ساتھ تربیت کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے اور یہ تربیت بھی یک رخی نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ دینی و دنیوی فکری اور عملی، اخلاقی اور معاشرتی ہر پہلو سے کی جاتی ہے۔

[۳] اقامت دین کے ذریعہ خوشنودی رب کا حصول وہ نصب العین ہے جس کے لئے درس گاہ میں نئے مجاہد تیار کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

[۴] اساتذہ ایسے فراہم کئے گئے ہیں جو فکر و عمل اور اخلاق و کردار ہر پہلو سے درس گاہ کے نصب العین سے ہم آہنگ ہیں۔

[۵] ابتدائی ہونے کے باوجود درس گاہ میں پورے ملک کے نمائندے موجود رہتے ہیں۔

[۶] خالص اسلامی فکر اور دینی فضاء میں جدید علوم اور جدید تعلیم سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

[۷] طلبہ کو اچھا شہری، اچھا انسان اچھا مسلمان بنانے نیز ان میں دعوتی و تبلیغی صلاحیتیں اجاگر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

[۸] دیوبندی، بریلوی حنفی اہل حدیث وغیرہ ہر فقہی مکتب کے بچے درس گاہ میں زیر تعلیم رہتے ہیں اور انہیں گروہی تعصب سے بلند سیرت کا حامل بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

[محمد سلیمان قاسمی]

رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا

مرکزی درس گاہ جماعت اسلامی ہند

کا

میگزین

کرن

سنہ ۱۳۹۲ھ

م

سنہ ۱۹۷۲ء

نگران

سیّد منظور الحسن ہاشمی

بی اے۔ ڈپ ایڈ

ناظمِ درس گاہ

مجلسِ ادارت

- ابوالمجاہد زاہد
- سلیمان قاسمی
- عرفان خلیلی

معلّمین درسگاہ

مرکزی درس گاہ جماعتِ اسلامی (ہند) رام پور، یوپی

بہتر سانچوں میں ڈھالنے اور ان کی ذہنی تربیت کے لیے شعر و ادب بھی ایک کارآمد اور موثر ذریعہ ہے۔ مرکزی درس گاہ جہاں تعلیم و تربیت کے سلسلے میں دوسرے تمام مفید ذرائع سے کام لیتی ہے وہیں بچوں کی ساخت و پرداخت اور ان میں مناسب شعور کی نشو و نما کے لیے شعر و ادب کی افادیت کو بھی نظر میں رکھتی ہے۔

"بچوں کا مشاعرہ" کے لیے بچوں کی ذہنی و جذباتی پسند اور ان کی مخصوص جبلتوں کا خیال رکھتے ہوئے ایسی نظموں کا انتخاب کیا جاتا ہے جو اخلاق و انسانیت عبرت و موعظت، دعوت و تبلیغ اور روز مرہ کے مشاہدات سے تعلق رکھنے والے مضامین پر مشتمل ہوتی ہیں۔ خالص طنزیہ اور مزاحیہ نظموں میں بھی تعمیری عناصر نمایاں رہتے ہیں تاکہ طلبہ کی زندگی پر ان کا اچھا اثر پڑ سکے اور ان کے ذوق سلیم کی معقول انداز میں تربیت ہو سکے۔ طلبہ میں ذوقِ سلیم پیدا کرنے اور سخن فہمی کے جوہر کو نکھارنے میں "بیت بازی کے مقابلے" بھی بڑے معاون ثابت ہوتے ہیں۔

درسگاہ کے طلبہ بیت بازی کے مقابلوں میں بڑے خاص ذوق اور اعلیٰ معیار نظر کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ میرؔ و غالبؔ، مومنؔ و اقبالؔ اور دوسرے مشاہیر شعراء کے ایسے ایسے پاکیزہ اور اعلیٰ قسم کے اشعار سناتے ہیں کہ بے اختیارانہ ان کے مذاقِ انتخاب کی داد دینی پڑتی ہے۔ تعلیمی ہفتہ کی رونق بڑھانے کے لیے "تعلیمی نمائش" کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔ یہ نمائش فنی اور مقصدی دونوں اعتبار سے قابل دید ہوتی ہے۔

اس سال نور سعیدی صاحب ناظم شعبۂ آرٹ نے جدید و قدیم آرٹ کے کئی پاکیزہ اور اعلیٰ قسم کے نئے نمونے پیش کیے جناب اقبال حسین صاحب نے شعبۂ تاریخ و تمدن و جغرافیہ کو نئی نئی معلوماتی تصاویر، تاریخی و جغرافیائی خاکوں اور دل لبھانے والے فطری مناظر سے سجانے میں بڑی تلاش و جستجو اور محنت و کاوش سے کام لیا۔ نمائش کے دوسرے شعبے بھی اپنے اندر بڑی افادیت اور جاذبیت رکھتے تھے۔

تعلیمی ہفتہ کی صحت مند اور مقصدیت سے بھرپور رنگا رنگ کارروائی میگزین کی زیر نظر اشاعت میں دی جا رہی ہے اس سال لطائف و ظرائف کے علاوہ بچوں کے اجتماع میں پیش کیے جانے والے ایک فکاہیہ فیچر "سات مچھیرے" اور طنز و مزاح سے بھرپور دو نظموں "سنہ ۲۰۰۰ء کا نیا کنڈیڈیٹ" اور "مفلسی کا قافیہ" کو بھی شریکِ اشاعت کیا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ اس طرح میگزین کی بوقلمونی اور رنگا رنگی میں اضافہ ہو جائے گا۔

زیر نظر میگزین کے لیے طلبہ نے بھی بڑے ذوق و شوق سے مضامین لکھے تھے ان میں سے چند مضامین طلبہ کی ہمت افزائی کے لیے شریک اشاعت کیے جا رہے ہیں۔

سنہ ۶۱ء کے میگزین میں سید منظور الحسن ہاشمی ناظم درسگاہ کا ایک وقیع و پر مغز مقالہ "تعلیمی نظریات پر ایک نظر" شایع ہوا تھا ہاشمی صاحب نے اس مقالہ میں جان لاک، روسو، پستالوزی، فروبل، ہربارٹ، مادام مانٹی سوری اور جان ڈیوی جیسے ائمۂ تعلیم جدید کے تعلیمی و نفسیاتی نظریات کا عالمانہ انداز میں جائزہ لیا تھا اور ان نظریات کی خوبیوں اور خامیوں کا تجزیہ کیا تھا، اسی کے ساتھ ساتھ ہاشمی صاحب نے علم و امامت کے رشتہ پر بحث کرتے ہوئے یہ اشارہ بھی دیا تھا کہ اسلامی نظام تعلیم کو کن نظریات اور کن اصولوں پر مبنی ہونا چاہیے۔

ہاشمی صاحب کا یہ مقالہ اہل علم اور تعلیم و تعلم سے دلچسپی رکھنے والے حلقوں میں بڑی وقعت کی نظر سے دیکھا گیا۔ موقر رسائل و جرائد نے میگزین پر تبصرہ کرتے ہوئے اس مقالہ کو عالمانہ قرار دیا بعض اہل علم حضرات کے توجہ دلانے پر اب یہ مقالہ انشاء اللہ ماہنامہ "زندگی" میں بھی شائع ہوگا تاکہ اس کی افادیت عام سے عام تر ہو جائے۔

تعلیم جدید ہی کے موضوع پر اس سال بھی ہاشمی صاحب کا ایک پُر مغز مقالہ "فروبل اور اس کا کنڈر گارٹن" میگزین کی

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

فروبل اور اس کا کنڈرگارٹن

سید منظور الحسن ہاشمی ناظم درسگاہ

کنڈرگارٹن اس تعلیمی ادارہ کا نام ہے جہاں فروبل کے اصولوں کے مطابق تین سال سے چھ سال تک بچوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام ہو۔ جرمن زبان میں کنڈرگارٹن کے معنی ہیں "بچوں کا باغ"۔

فروبل ایک جرمن مفکر اور ماہر تعلیم ہے جس کی تاریخ پیدائش ۲۱ اپریل ۱۷۸۲ء ہے۔ فروبل کا تعلق مفکرین کے اس گروہ سے ہے جو خدا پرست تھا اور روحانی اقدار کو اہمیت دیتا تھا۔ خود اس کی زندگی بہت سادہ اور ایثار پسند تھی۔

فروبل کا بچپن

فروبل کا بچپن پریشانیوں اور تلخیوں کے ہجوم میں گذرا۔ اسی لیے وہ آئندہ زندگی میں زیادہ غور و فکر کا عادی ہوا، اور اس نے سوچا کہ بچوں کی معصوم زندگی کو تلخ بنانے والے اسباب کیا ہیں اور انھیں کس طرح دور کیا جا سکتا ہے، اس نے نہ صرف انسان کی اندرونی کیفیات کا مطالعہ کیا بلکہ وہ قدرت کا مشاہدہ بھی بڑی دلچسپی کے ساتھ کرتا رہا۔

نو ماہ کی عمر میں اس کی ماں اسے چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو گئی تھی۔ یہ موت اس کے لیے بہت بڑا صدمہ تھی اور یہ حادثہ اس کی پوری زندگی پر اثر انداز ہوتا رہا۔ اس نے لکھا ہے کہ "اس موت نے میری خارجی زندگی کو سنوارنے میں بڑا کام کیا"۔ ماں کے انتقال کے بعد اس کے باپ نے ایک دوسری شادی کر لی۔ سوتیلی ماں کی آمد اس کے لیے سخت اذیت کا باعث بن گئی۔ اس کا برتاؤ اس کے ساتھ انتہائی ظالمانہ رہا سوتیلی ماں کے آنے کے بعد باپ کی شفقتوں سے بھی وہ محروم ہو گیا۔ اور اس کے بے رحم والدین نے تعلیم و تربیت کا کوئی انتظام نہیں کیا۔

فروبل گھر سے باہر تنہا ادھر اُدھر گھومتا رہا، پہاڑیاں پیڑ پودے، پھل پھول، بادل اور چاند ستارے۔ اب اس کے مشاہدہ کا مرکز بن گئے۔

فروبل کی تعلیم

دس سے چودہ سال کی عمر تک اسے کچھ سکون حاصل ہوا۔ اپنے ماموں پاسٹر ہاف مین کے ساتھ اسے رہنے کا موقع مل گیا۔ اس زمانہ میں اس کی تعلیم و تربیت باقاعدہ طریقے سے ہوتی رہی ماموں کے مذہبی رجحانات نے اور مذہبی تعلیم نے اس پر بہت اچھے اثرات ڈالے اور اس کے اندر بھی روحانی زندگی کے پاکیزہ عزائم پیدا ہوئے۔

۱۷۹۹ء میں اسے جینا یونیورسٹی میں شرکت کا موقع ملا۔ اس وقت جرمنی کی یہ یونیورسٹی علمی اعتبار سے بڑی بلند پایہ تھی۔ فروبل یہاں کے علمی ماحول سے کافی متاثر ہوا۔ لیکن یونیورسٹی کی زندگی بہت مختصر رہی۔ اس کے بعد اسے روزگار کے لیے کئی جگہ ہاتھ پیر مارنے پڑے۔ مگر ہر جگہ اُسے

بے اطمینانی کی زندگی نصیب ہوئی۔ اسی دوران میں اسے ایک خوشگوار تجربہ بھی ہوا۔ ہرگرویزنے اسے اپنے نارمل اسکول میں ڈرائنگ سکھانے کے لیے دعوت دی۔ فروبل نے وہاں کام کرنے کے بعد محسوس کیا کہ ڈرائنگ تعلیمی نقطۂ نظر سے بڑی اہمیت کی حامل ہے اور اس سے بڑی مدد حاصل کی جاسکتی ہے۔

فروبل بحیثیت معلم

۱۸۰۷ء سے ۱۸۱۰ء تک اس نے تین لڑکوں کو تعلیم دینے کی ذمہ داری سنبھالی اور بمقام یَردون پستالوزی کے اسکول میں کام کرنے کا موقع ملا۔ یہاں اس نے محسوس کیا کہ پستالوزی کا کام اگرچہ بلند پایہ اور لائق ستائش ہے لیکن اب بھی اس میں تشنگی پائی جاتی ہے۔

پستالوزی کے اصول تعلیم سے وہ مطمئن نہیں تھا اب اس نے خود اپنے اصول مرتب کرنے شروع کردیئے۔

جرمنی میں مختلف قسم کے علوم اس وقت ترقی کی منزلوں پر گامزن تھے۔ طبیعات، کیمیا، حیاتیات اور ارضیات میں بیش بہا اضافے ہورہے تھے۔ فروبل نے ان تمام علوم کو سیکھا اور ریاضی میں بڑی مہارت پیدا کی۔ کچھ عرصہ اس نے برلن کے ایک ماہر ارضیات کے ساتھ مل کر کام کیا۔ ۱۸۱۴ء میں نپولین کی جنگ نے اس کے کام کو متاثر کیا۔ اپنے ملک کی حفاظت کے لیے اس نے اپنی خدمات پیش کیں۔ اس زمانہ میں اسے ایسے بہت سے ساتھی مل گئے جو نظام تعلیم سے کافی دلچسپی رکھتے تھے۔ اور ضروری اصلاحات کے متمنی تھے۔

فروبل کے ادارے

۱۸۱۶ء میں فروبل نے خود اپنا ایک اسکول خیل ہاؤ میں قائم کیا۔ یہاں اس نے اپنے اصول تعلیم کے ذریعہ نظم چلانے کی کوشش کی مگر یہ تجربہ کامیاب نہ ہوسکا ۱۸۳۱ء میں خیل ہاؤ چھوڑ کر وہ سوئٹزرلینڈ چلا گیا۔ جہاں اس نے کئی ادارے چلائے ۱۸۳۶ء میں وہ پھر جرمنی واپس آگیا۔ دوسرے سال اس نے ایک گاؤں بلینکن برگ میں اپنا پہلا کنڈرگارٹن قائم کیا۔ یہ بھی زیادہ کامیاب نہیں رہا پھر ۱۸۴۰ء میں ایک کنڈرگارٹن کی بنیاد ڈالی جو کامیابی کے ساتھ اس کی زندگی بھر چلتا رہا۔ اس نے ایک ٹریننگ اسکول بھی قائم کیا جس میں عورتوں کو خاص طور پر تربیت دی جاتی تھی۔

فروبل کا فلسفہ

فروبل کے فلسفہ کی بنیاد توحید تھی اس کا خیال تھا کہ ساری کائنات ایک قادرِ مطلق کی عظمتوں کا مظہر ہے۔ انسان خالق کائنات کی تخلیق کا شاہکار ہے جسے ایک "انسانی پودا" کہا جاسکتا ہے۔ بچہ پیدا ہونے کے بعد مختلف قسم کی ارتقائی منزلوں سے گذرتا ہوا پھلتا پھولتا ہے، انسان کا صرف مادی جسم ہی ارتقائی منزلیں طے نہیں کرتا، بلکہ اس کی روح بھی ارتقائی منزلیں طے کرتی ہے اس کی قوت ارادی اور دماغ بھی ارتقائی منزلوں سے گذرتا ہے۔

عام عیسائی عقیدے کے خلاف اس کا خیال تھا کہ بچہ پیدائشی طور پر اچھی فطرت لے کر پیدا ہوتا ہے اور اس بات پر اسے اعتقاد نہیں تھا کہ انسان پیدائشی طور پر بدفطرت ہے۔ انسان کے اندر بگاڑ کے جراثیم اس وقت پیدا ہوتے ہیں جبکہ وہ ماں کی یا نرس کی اچھی تربیت سے محروم ہوجائے۔

بچہ کی دلچسپیاں خود اس کے اندرونی اعمال سے ابھرتی ہیں۔ بچے کو مذہبی تعلیم دی جائے تو وہ انسان کے تعلق کو بخوبی سمجھ سکتا ہے اور معاشرے کے لیے ایک اچھا

فرد بن سکتا ہے۔

فروبل کا طریقۂ تعلیم

ایک سے تین سال کے دور کو طفولیت کا دور اس نے قرار دیا ہے۔ پھر تین سال سے چھ یا سات سال تک اس نے بچپن کا دور قرار دیا ہے۔

ابتدائی دور میں اس کا خیال ہے کہ ماں کی گود بچّے کی بہترین تربیت گاہ ہے۔ قدرت نے اس بات کا فیصلہ کیا ہے کہ نوخیز بچہ کی تعلیم خاص طور پر ماں کی گود میں ہو۔ ماں سب سے پہلے اپنے بچہ کو جسم کے مختلف اعضاء سے روشناس کرائے، ہاتھ، ہاتھ کی انگلیاں، کان، ناک، آنکھ وغیرہ کے بارے میں اپنے بچہ کو بتائے پھر خارجی ماحول جو اس کے بالکل قریب ہے اس سے روشناس کرائے۔

فروبل پہلا ماہر تعلیم تھا جس نے تعلیمی نقطۂ نظر سے کھیل کی اہمیت محسوس کی۔ پھر دوسرا اہم کارنامہ یہ ہے کہ ڈرائنگ کو اس نے تعلیمی نقطۂ نظر سے بڑی اہمیت دی ہے۔ درس دینے میں وہ ہمیشہ معلوم سے نامعلوم کی طرف جانے کی کوشش کرتا تھا۔

اس نے فن تعلیم کو دلچسپ بنانے اور پر اثر بنانے کے لیے مندرجہ ذیل اشیاء استعمال کرنے پر زور دیا ہے۔

کاغذ کاٹنا۔ دفتی سے مختلف چیزیں بنانا۔ مٹی سے ماڈل تیار کرنا۔ ریت پر پھول پتی یا نقشے بنانا۔ کاغذ پر پھول وغیرہ بنانا اور انہیں رنگنا۔ سینا، پرونا اور بننا۔ اس طرح نہ صرف بچوں کی دلچسپی برقرار رہتی ہے بلکہ کھیل کے ذریعہ حروف اور گنتی بڑی آسانی سے سیکھ لیتے ہیں۔ اس تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کے جسمانی اعضا کی بھی نشوونما اور تربیت ہوتی رہتی ہے ان کے ہاتھ پیر آنکھ کان، ناک، دماغ پوری طرح نشوونما پاتے ہیں ان سب کے ساتھ مذہبی تعلیم کے ذریعے روحانی تربیت کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔

فروبل کے تحائف

چھوٹے بچوں کے لیے اس نے کچھ تحفے تیار کیے۔ اس کا پہلا تحفہ ایک گیند ہے جس کے ساتھ کھیل کر بچہ دنیا اور کائنات کا تصور حاصل کرتا ہے۔ اور خالق کائنات سے اس کا ربط پیدا ہوتا ہے۔

دوسرا تحفہ ایک گیند۔ ایک مکعب اور ایک استوانہ ہے ـــ تیسرا ٹکڑا مکعب کے ٹکڑے ہیں جن کو جوڑ کر مکعب بن سکتا ہے۔ اسی طرح مزید پیچیدہ قسم کے ٹکڑے مزید تحائف کی شکل میں ہوتے ہیں۔

بچہ ان تحائف کے ذریعہ اپنی پوشیدہ صلاحیتوں کو ابھارتا ہے اور اس کی صلاحیتیں ارتقائی منزلیں طے کرتی ہیں۔

کنڈر گارٹن کی مقبولیت

جرمنی میں یہ ادارہ شروع شروع زیادہ مقبول نہیں ہوا۔ بلکہ پرشیا کی حکومت نے تو اسے قانوناً ممنوع قرار دے دیا۔ مگر رفتہ رفتہ اس کی مقبولیت بڑھتی گئی نہ صرف جرمنی میں بلکہ دنیا کے مختلف گوشوں میں کنڈر گارٹن قائم ہونے لگے۔

امریکہ میں مسز شرز نے جو ایک جرمن خاتون تھیں سب سے پہلا کنڈر گارٹن قائم کیا۔

۱۹۴۷ء میں بچوں کی تعداد جو امریکہ کے کنڈر گارٹن میں پڑھتے تھے سب سے زیادہ تھی۔ جو ۹۸۸۶۸۰ تک پہونچ گئی تھی۔ امریکہ کے اساتذہ دس ہزار کی تعداد میں جرمنی آئے، یہاں تعلیم اور تربیت حاصل کی اور اپنے ملک کو واپس جا کر پر زور سفارش کی کہ امریکہ میں جرمنی

کا نظامِ تعلیم رائج کیا جائے۔

ماہرینِ تعلیم کی تنقیدیں

چند ماہرینِ تعلیم نے فروبل کے اصولوں پر مندرجہ ذیل تنقیدیں کی ہیں:-

۱۔ فروبل نے کھیلوں کو اسکول کا مستقل جزو بنا کر علمی ذوق کو نقصان پہونچایا ہے۔

۲۔ تعمیری کام پر زور دے کر علمی ذوق پیدا کرنے سے اس نے بے اعتنائی برتی ہے۔

۳۔ فروبل کے اصول صوفیانہ قسم کے ہیں جو سائنس کے دور میں ناقابلِ عمل ہیں۔

۴۔ مکعب اور ڈرائنگ پر زور دے کر اس نے ریاضی کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دی ہے۔

۵۔ ارتقار سے متعلق فروبل کے اصول زندگی کی اصل نوعیت سے کوئی مطابقت نہیں رکھتے اور بچہ کی ذہنی ترقی کی پوری طرح وضاحت نہیں کرتے۔ ناقدین میں اسٹینلی ہال اور جان ڈیوی کے نام بہت نمایاں ہیں۔

اسلامی نقطۂ نظر سے تبصرہ

فروبل کے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو مندرجہ ذیل حقائق نظر آتے ہیں:-

۱۔ فروبل کے نظریوں میں اسلامی تعلیمات کے بہت کچھ اثرات موجود ہیں۔ اس نے اسلام کا ضرور مطالعہ ہوگا۔ عیسائی نقطۂ نظر کے خلاف یہ کہنا کہ بچہ ایک اچھی فطرت لے کر پیدا ہوتا ہے۔ عین اسلامی نقطۂ نظر ہے حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بچہ دینِ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ قرآن کے الفاظ میں انسان کی تخلیق فی احسنِ تقویم عمل میں آئی ہے۔

۲۔ فروبل کی خدا پرستی اور روحانی اقدار کا احترام بہت ہی مستحسن جذبہ ہے۔ البتہ اس کے ذہن میں خدا اور کائنات کا جو تصور ہے وہ اسلامی توحید سے میل نہیں کھاتا۔ وہ کہتا ہے کہ خدا اور ساری کائنات صرف ایک وحدت ہے۔ انسان بھی اسی ایک وحدت کا جزو ہے۔ غالباً ہمہ اوست کے فلسفہ نے اسے متاثر کر رکھا ہے۔

۳۔ فروبل کے نظامِ تعلیم میں بچہ ایک مرکزی جگہ رکھتا ہے۔ یہ اندازِ فکر بھی اسلامی تعلیمات کا رہینِ منت ہے۔ بچے سے محبت کرنا اور اسے مشفقانہ طریقہ سے تعلیم دینا عین اسلامی نقطۂ نظر ہے۔ حضور سرورِ کونین کا یہ ارشاد ہے کہ: "بچے جنت کے پھول ہیں۔" اپنے اندر غیر معمولی تاثیر، شگفتگی اور شفقت لیے ہوئے ہے۔

۴۔ فروبل نے ماں کی گود کو بہترین تربیت گاہ کہا ہے اور یہ بتایا ہے کہ یہ قدرت کا فیصلہ ہے کہ ماں اپنے بچے کو بہترین طریقے سے تربیت دے۔

اسلامی نقطۂ نظر سے جب ہم غور کرتے ہیں تو ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ دنیائے انسانیت پر اسلام کا بہت بڑا احسان ہے کہ بچوں اور بچیوں کو تعلیم دینا اور تربیت دینا بہت بڑی عبادت اور ربِ کائنات کی خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ امتِ مسلمہ کی ماؤں نے یہ فریضہ بڑی خوش اسلوبی سے انجام دے کر درخشاں نمونے چھوڑے ہیں۔

۵۔ کنڈرگارٹن کے نصاب میں جدید دور نے کچھ خرافات بھی شامل کر دی ہیں۔ مثلاً ناچ گانا اور مختلف قسم کے ساز ہیں جن کے ذریعہ تعلیم دی جاتی ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے یہ تمام باتیں ناجائز ہیں اور ہم اپنی آنکھوں

سے دیکھ رہے ہیں کہ اس طریقۂ کار نے معاشرے میں کتنی ہولناک خرابیاں پیدا کردی ہیں۔

ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

فروبل کے مندرجہ بالا اصول یورپ کے لیے بالکل نئے اور انوکھے تھے لیکن دنیائے اسلام کے لیے ان میں بہت زیادہ نیاپن نہیں ہے، تاہم ہمیں اپنے تعلیمی اداروں میں فروبل اور دوسرے جدید ماہرینِ تعلیم کے اچھے اصولوں کو اسلامی اندازِ فکر کے مطابق ضرور اختیار کرنا چاہیئے۔ البتہ یہ نہ بھولنا چاہیے کہ اسلام کے بے شمار احسانات میں ایک عظیم الشان احسان یہ بھی ہے کہ اس نے بچے کی شخصیت اور اس کے کردار کو بڑا اونچا مقام دیا ہے۔ شفقت اور محبت کا اسے حقدار بتایا ہے۔ اسے اچھی تعلیم سے آراستہ کرنا اور اچھی تربیت سے سنوارنا ایک بڑی عبادت قرار دی ہے۔

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مشفقانہ انداز سے حضرت فاطمہ رضؓ کو تربیت دی تھی اور جس آغوشِ محبت میں حسنین رضؓ جیسے دو پھول پرورش پاتے رہے اور جس انداز سے حضرت انسؓ اور حضرت زیدؓ نے آپ سے فیض تربیت حاصل کیا یہ سب فنِ تعلیم کے حیات آفریں اصول ہیں۔ جنہوں نے دنیا سے جہالت کی تاریکیوں کو مٹایا اور جگہ جگہ علم کی شمعیں روشن کیں۔

جس وقت یورپ جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا اسلام کے علمبرداروں نے دنیا میں پھیل کر انسانیت کے درس دیئے اور تمام علوم و فنون سے اسے بہرہ ور کیا۔

دنیائے اسلام کی نامور درسگاہوں اور جامعات نے بڑے بڑے مورخ، ادیب، فلسفی، علم طب کے ماہر ریاضی داں اور سائنس داں پیدا کیے۔ بڑے بڑے فقہا، محدثین اور مفسرین نے اسلامی کردار کو بلندی عطا کی۔

البتہ آج کا دور انتہائی المناک ہے۔ اِدھر دو صدیوں سے مسلمانوں نے اسلام کی سچی تعلیمات سے روگردانی کی۔ نئی لادینی تحریکوں کا خیر مقدم کیا اور یورپ کی ذہنی غلامی میں لت پت ہوگئے، اپنے پاس سب کچھ رکھتے ہوئے بھی مسلمان یورپ اور روس کی طرف ہمیشہ دیکھا کرتے ہیں ـــــ کاش! ہمیں یہ بات پھر سے یاد آجائے کہ دنیا کی امامت کے لیے ہمیں ہی برپا کیا گیا تھا۔ ★★

علم زندگی کی آب ہے مگر وہ اسلام کا جوہر ہے۔ علم سے تہذیب روشن ہے مگر وہ اسلام کی بنیاد ہے علم سے تمدن شاخ در شاخ ہے مگر وہ اسلام کے لیے ریڑھ کی ہڈی ہے۔ علم سے زندگی ایک انجمن ہے مگر وہ شمعِ اسلام کے لیے فانوس ہے۔ اسلام اور علم کا تعلق جان و تن کے رشتے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسلام نے جب علم کے اس دروازے پر دستک دی جس کی نشاندہی صرف خدا کے فرستادہ ہی کرسکتے ہیں تو اسی آن نہ صرف ابدی اور روحانی علوم کا قصر ہزار ستون سامنے آگیا بلکہ فکر و نظر کی ان شمعوں کی روشنی میں بھی اضافہ ہوگیا جنھیں انسان نے صرف اپنی تگ و دو سے جلایا تھا ـــ اسلامی علوم نے مسلمانوں کو امامت کے منصب پر پہونچایا اور وہ زندگی کے اسٹیج پر ایک خیر امت کی حیثیت سے نمودار ہوئے اور ایک ہزار سال تک انہوں نے جہاں تہذیب و تمدن کی صورت گری و نقش آرائی کی وہاں **اخلاق و روحانیت** کے خدوخال میں رنگ آمیزی اور دل آویزی کا فریضہ بھی انجام دیا۔ ★

رامپور کے عربی مدارس

سیّد قادر علی، اُستاد درسگاہ جماعت اسلامی ہند، رام پور

عربی مدارس مسلمانوں کے مقدس ادارے ہیں۔ ان کی اہمیت، افادیت اور ضرورت مسلّمہ ہے۔ نیز عربی مدارس کے قیام، بقا، تحفظ اور ترقی کے لیے جدوجہد کرنا ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے۔

رام پور میں عربی کے کئی قابلِ ذکر مدارس ہیں۔ ان کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔ ترتیب میں تاریخی حیثیت کو مدّنظر رکھا گیا ہے۔

۱۔ مدرسۂ عالیہ

یہ رام پور کا سب سے قدیم مدرسہ ہے۔ غالباً سنہ ۱۱۸۸ھ میں اس کا قیام عمل میں آیا ہے۔ اس کی عمر تقریباً دو سو (۲۰۰) سال کی ہے۔ اور اس کا فیض اب تک جاری ہے۔

مولانا عبدالعلی فرنگی محلی (لکھنوی)، حافظ رحمت خاں کے پاس بریلی میں تدریسی خدمت انجام دیتے تھے۔ حافظ صاحب موصوف کی شہادت کے بعد نواب فیض اللہ خاں صاحب نے، جنہوں نے اُسی زمانہ میں اپنی راجدھانی کے لیے رامپور نامی گاؤں کو شہر کی صورت میں مصطفٰے آباد کے نام سے بسانا شروع کر دیا تھا۔ مولانا کو رام پور منتقل ہونے کی دعوت دی موصوف نے یہ دعوت قبول فرمالی، اور کئی ہزار طلبہ کے ساتھ مولانا رام پور تشریف لے آئے۔ نواب صاحب نے مولانا کی پالکی کا بڑے خلوص اور عقیدت سے استقبال کیا۔ حضرت مولانا پانچ سال تک رام پور میں مقیم رہے۔

موجودہ جیل خانہ کے قریب مولانا اور ان کے طلبہ کے قیام اور درس کے لیے عمارتیں تجویز کیں۔ اور اس طرح سنہ ۱۷۷۴ء میں مدرسہ عالیہ کا ریاستی درس گاہ کے طور پر قیام عمل میں آگیا۔ مدرسۂ عالیہ کے قدیم محلِ وقوع کی وجہ ہی سے آج تک یہ محلّہ "مدرسہ کہنہ" کہلاتا ہے۔ جہاں اب نواب محمد علی خاں کا مقبرہ ہے۔

رام پور کے ایسے تمام حلقاتِ درس جن کے اساتذہ ریاست کے وظیفہ یاب تھے۔ مدرسۂ عالیہ میں مدغم ہو کر اس کے حلقاتِ درس بن گئے، ان میں سے کچھ اساتذہ تو خالص تدریسی خدمات انجام دیتے تھے۔ لیکن بعض اہم شخصیتوں کو ریاست کی دوسری خدمتیں بھی انجام دینا ہوتی تھیں۔ طلبہ کے قیام و طعام کی کفالت اہلِ شہر سے متعلق تھی ریاست کی

طرف سے بھی طلبہ کی ایک خاص تعداد کی وظائف وغیرہ سے امداد کی جاتی تھی۔

اساتذہ کی مہارت، شہرت اور کثرت نے بہت جلد اس درسگاہ کو ہند اور بیرونِ ہند میں ایک ایسے علمی مرکز کی صورت میں مشہور کردیا، کہ نہ صرف ہندوستان بلکہ افغانستان بلوچستان، بخارا، سمرقند، یا قندار اور عربی ممالک تک کے طلبہ اس درس گاہ کی طرف رجوع کرنے لگے۔ با لفاظ دیگر طلبہ میں رامپور چلو کی عالمی تحریک زور پکڑ گئی۔ اور مدرسہ کے حلقات درس سے فائدہ اٹھانے والوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچنے لگی۔ بقول راجہ منولال فلسفی کے "اس عہد کا رامپور اپنے علماء اور ان کے حلقات درس کی کثرت اور شہرت کے اعتبار سے "بخارائے ہند" بنا ہوا تھا" اب تک ماضی قریب میں تقریباً ایک ہزار سے زیادہ طلبہ زیر تعلیم تھے۔

ابتداءً مدرسہ کے اساتذہ کی کوئی معین تعداد نہ تھی بلکہ اساتذہ کی مہارت، شہرت اور مرجعیت کی بنیاد پر ان کا تقرر ہوتا تھا۔ اور اگر کوئی خاص وجہ نہ ہوتی تو تاحیات مدرسہ سے متعلق رہتے تھے۔ جہاں تک اس کے صدر مدرس اور منتظموں کا تعلق ہے۔ ان کو خود والیان ریاست ان کی وجاہت علمی شہرت، اور انتظامی لیاقت کی بنیاد پر براہ راست انتخاب کیا کرتے تھے۔ اور ان کا خصوصی اعزاز ملحوظ رکھا جاتا تھا والیان ملک ہی ضرورت پڑنے پر انہیں طلب کرتے ورنہ دیگر عمائدین ریاست خود ان کی خدمت میں پہنچنے کو فخر جانتے تھے۔

یہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ حضرت مولانا عبدالعلی فرنگی محلی کی سرکردگی میں مدرسۂ عالیہ کا قیام عمل میں آیا تھا۔ اور وہی اس کے پہلے صدر مدرس اور ناظم اعلیٰ تھے، وہ کچھ زمانے کے بعد "بوہار" (کلکتے) تشریف لے گئے، تو مدرسہ کی صدارت اور نظامت ملا حسن فرنگی محلی کو حاصل ہوئی۔ اور انہوں نے رامپور ہی کو اپنا وطن بنالیا اور یہیں اپنے مکان کے قریب ہی مدرسہ محلہ میں دفن ہوئے[1] ملا حسن کے بعد مفتی شرف الدین صاحب صدر نشین ہوئے۔ ان کے بعد خیر آبادی خاندان کا مدرسہ سے تعلق ہوا اور مولانا فضل الحق خیر آبادی اس کے مہتمم اعلیٰ ہوئے ان کے بعد ان کے نامور خلف مولانا عبدالحق خیر آبادی کا عہد شروع ہوا۔ اور وہی سب سے پہلے پرنسپل کہلائے۔

۱۸۸۶ء، ۱۸۸۵ء کے قریب پہلی بار مدرسہ عالیہ کی تنظیم ہوئی نصاب مقرر کیا گیا، اس کو سالوں میں تقسیم کرکے جماعت بندی عمل میں آئی۔ ضرورت کے لحاظ سے اساتذہ کی تعداد و محدودگی کی گئی متفرق اور منتشر حلقائے درس کو مدرسے کے درسوں سے منقطع کیا گیا۔ اساتذہ کی تنخواہوں اور طلبہ کے وظائف کی تحدید ہوگئی حاضری کا نظام درست کیا گیا۔ عربی درسیات کے لیے حدیث کو شامل کرکے مدت تعلیم آٹھ سال تجویز ہوئی۔ اس کے بعد پھر کئی مرتبہ نصاب پر نظرثانی کی گئی اور حذف و اضافہ کا عمل ہوتا رہا۔

مدرسۂ عالیہ میں امتحان کا طریقہ بہت بعد کی اختراع ہے طلبہ اور اساتذہ میں پرانا انداز ملازمت مروّج تھا طلبہ کسی ——— ایک ہی استاد کو پکڑے رہتے تھے۔ اور ابتدا سے انتہا تک اس کی خدمت میں رہتے یا مضامین اور ان کے معیار کے لحاظ سے یکے بعد دیگرے کئی کئی استادوں کی شاگردی کرتے۔ جو طلبہ کسی استاد کی خدمت میں رہ کر فراغ حاصل کرلیتے اور استاد کی نظر میں اس قابل ہوتے کہ ان کی استعداد اور علمی بصیرت پر اعتماد کیا جائے تو استاد کا یہ خوشگوار فرض ہوتا کہ وہ اپنے شاگرد کو علماء و عمائدین

[1] مرحوم کی قبر پر لوح وفات نہیں ہے، محکمۂ اوقاف اور اہل علم حضرات توجہ فرمائیں

کرنیں ــ ۳

کی ملی جلی مجلس میں جو خاص اس غرض کے لیے منعقد ہوتی پیش کرتے۔ اس مجلس میں متعدد و مستند اور مسلّم اساتذہ درسی علوم و فنون میں محصلین (طلبہ) کی جانچ کرتے، سوالات معارضات اور تحقیق و تدقیق اس کڑی جانچ کے اجزاء تھے اور اسی اجتماع میں اس کی دستار بندی ہوجاتی تھی لیکن یہ آزمائش یا دستار بندی تعلیم کا ضروری حصہ نہ تھا مدرسہ کی ایسی کوئی باضابطہ سند نہ تھی۔ طالب علم کی لیاقت ہی اس کے عالم ہونے کی تصدیق تھی۔

مارچ ۱۸۸۷ء کی تنظیم کے بعد سالانہ امتحان کا طریقہ رائج کیا گیا۔ پہلے تقریری امتحان شروع ہوا۔ ضابطے کے لحاظ سے یہ امتحان لازم تھا۔ لیکن عملاً اس کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ طلبہ کی بہت بڑی تعداد شرکت امتحان کو ضروری نہیں سمجھتی تھی۔

۱۸۹۱ء میں سب سے پہلا باضابطہ امتحان ہوا۔ ۱۸۹۱ء سے تحریری امتحان کا طریقہ مروّج ہوا، اور اپریل میں پہلی بار وسطانی اور اعلیٰ درجات کا تحریری امتحان ہوا۔ اور فروری ۱۸۹۱ء میں مدرسہ کے امتحان کے لیے ایک مفصل ضابطہ منظور کیا گیا۔ اور تا ادغام ریاست اسی ضابطے کے مطابق امتحان ہوتے رہے۔

جو شخصیتیں مدرسہ عالیہ سے فیضیاب ہوئیں ان کی فہرست تو بہت طویل ہے اور قدیم ریکارڈ محفوظ نہ ہونے کے باعث اس کی تکمیل بھی ناممکن ہے۔ البتہ اہل رامپور کے مشاہیر کے اسمائے گرامی تذکرۂ کاملانِ رام پور نامی کتاب کے مطالعہ سے معلوم کیے جاسکتے ہیں۔ موجودہ علماء جن سے مجھے واقفیت ہے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:۔

الحاج مولانا عبدالوہاب خاں صاحب، الحاج مولانا وجیہ الدین احمد خاں صاحب۔ مولانا امتیاز علی خاں صاحب عرشی۔ حکیم نبی احمد خاں صاحب۔ مولانا سید عبداللہ اکرم صاحب جلالی۔ اور مولانا عبدالسلام صاحب ادام اللہ فیوضہم۔

غیر رام پوری مشاہیر میں سے چند کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں جو مدرسہ عالیہ کے فیض یافتہ ہیں:۔

مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب (جونپوری) علامہ شبلی نعمانی (اعظم گڑھی) مولانا احمد رضا خاں صاحب (بریلوی)، شمس العلماء مولانا ہدایت علی صاحب (بریلوی) مولانا برکات احمد صاحب (ٹونکی)۔

۱۸۸۶ء اور اس کے بعد کے مشاہیر میں سے قادیانی تحریک کے خلیفۂ اول حکیم نورالدین، مولانا عبیداللہ سندھی، خان بہادر رضا علی خاں، محمد السورتی، عبدالعزیز الیمنی، مولانا نجم الغنی صاحب، مولانا ابوالوفا نعمانی (شاہجہانپوری) ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی (کلکتہ یونیورسٹی)، مولانا آزاد سبحانی مولانا غلام محمد صاحب ملتانی (شیخ الجامعہ عباسیہ بہاولپور) سید اختر علی (تلہری)۔ نیاز فتح پوری۔ عندلیب شادانی۔ شاد عارفی اور راز یزدانی بھی مدرسہ عالیہ رامپور کے فیضیافتہ ہیں۔

غرض یہ ایک حقیقت ہے کہ مدرسہ عالیہ نے ہزارہا قرّاء حفاظ، علماء، فضلاء، اور سیکڑوں حکماء، مشاہیر، ادیب شاعر، محقق، خطیب، مصنف، مؤلف، صحافی، لیڈر، معلم اور مربّی پیدا کیے ہیں۔

یہ تھی مدرسہ عالیہ کے سنہری دور کی تصویر، اور اب مدرسہ عالیہ کی موجودہ صورت حال یہ ہے کہ یہ مدرسہ مختلف عمارتوں سے منتقل ہوکر قلعہ کے قریب درِ کلب گھر نامی عمارت میں ہے۔ مولانا عبدالسلام خاں صاحب اس کے پرنسپل ہیں۔ موصوف تقریباً ۱۹۵۶ء سے یہ علمی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اساتذہ کی تعداد ۲۷ ہے اور طلبہ تین سو

سے زیادہ ہیں۔ اس وقت تعلیم کے چار شعبے ہیں۔

(۱) فوقیہ (ناظرہ قرآن حفظ اور تجوید)
(۲) شعبہ فارسی (دینیات، اردو، فارسی کے ساتھ مروّجہ علوم
(۳) درجات عربی (مولوی عالم، فاضل، الٰہ آباد بورڈ)۔
(۴) شعبۂ نظامی (تفسیر، حدیث، فقہ، ادب اور معقولات)

مدرسہ کے کتب خانہ میں تقریباً پانچ ہزار کتابیں ہیں، جن میں اکثر عربی کی اور کمتر فارسی اور اردو کی کتابیں ہیں۔

یہ مدرسہ اپنے قیام سے لے کر ریاست کے مرج ہونے تک ریاستی کفالت اور نگرانی میں کام کرتا رہا ہے، اس کے بعد اب تک یوپی گورنمنٹ کی سرپرستی اور نگرانی میں اپنی خدمات انجام دے رہا ہے۔

۲۔ مدرسہ ارشاد العلوم
(محلہ چاہ شور۔ رامپور)

مولانا ارشاد حسین صاحب محدث، رام پوری مرحوم نے تقریباً ۱۲۷۸ھ میں اس مدرسہ کو قائم کیا تھا درس نظامی کے علاوہ ناظرۂ قرآن، حفظ اور تجوید کی تعلیم دی جاتی تھی۔

مدرسۂ مذکور میں سات آٹھ اساتذہ اور کم وبیش ڈیڑھ سو (۱۵۰) طلبہ تھے۔ ریاستوں کے انضمام کے بعد یہ مدرسہ مقفل کر دیا گیا۔ کیونکہ ریاست حیدرآباد کی کفالت ختم ہو گئی اب صرف عمارت مدرسہ اور کچھ کتب بطور یادگار کے باقی رہ گئی ہیں۔ بانی مدرسہ کے پوتے اسے دوبارہ شروع کرنے کے ساعی اور متمنی ہیں، اللہ تعالیٰ موصوف کو اپنے نیک مقصد میں کامیابی عطا کرے۔

۳۔ مدرسہ انوار العلوم (بازار کلاں رامپور)

اس مدرسہ کے بانی مولانا مفتی لطف اللہ صاحب ابن مولانا مفتی سعد اللہ صاحب ہیں مدرسہ میں لگے ہوئے کتبہ سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۳۰۲ھ میں اس کا قیام عمل میں آیا ہے۔ عروج کے زمانہ میں تقریباً پونے دو سو طلبہ زیر تعلیم تھے، اس وقت صرف ایک حافظ صاحب چند طلبہ کو ناظرۂ قرآن کی تعلیم دے رہے ہیں۔

۴۔ مدرسہ مطلع العلوم (گھیر مردان خاں، رام پور)

یہ مدرسہ ۱۳۳۳ھ میں قائم ہوا۔ حاجی منشی عبداللہ صاحب دہلوی اس کے بانی ہیں اور مولانا خلیل اللہ صاحب محدث پشاوری ثم رام پوری مرحوم اس کے پہلے صدر مدرس تھے۔ زمانۂ ترقی میں تین چار سو طلبہ تعلیم حاصل کرتے تھے۔

آج کل مولانا صغیر احمد صاحب اس کے ناظم اور صدر مدرس ہیں۔ درس نظامی کے علاوہ ناظرۂ قرآن، حفظ اور تجوید کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اساتذہ کی تعداد پانچ ہے اور طلبہ کی تعداد لگ بھگ سو ہے۔ مدرسہ کے کتب خانہ میں عربی، فارسی اور اردو کی کتابیں ہیں جن کی مجموعی تعداد تقریباً تین ہزار ہوگی۔

۵۔ مدرسہ عزیزیہ (زرینہ عنایت خاں رام پور)

تقریباً ۱۳۳۴ھ میں یہ مدرسہ قائم ہوا تھا۔ اس کے بانی سید محمد شاہ محدث رامپوری مرحوم تھے۔ جب یہ مدرسہ ترقی پذیر تھا تو اس وقت اندازاً ڈھائی تین سو طلبہ زیر تعلیم تھے۔ اصلاً یہ مدرسہ ایک صدی قبل مسجد میں قائم ہوا تھا۔

آج کل اس مدرسہ کے مہتمم سید محمود شاہ نقوی اور صدر مدرس مولانا محمد اسلم خاں افغانی ہیں۔ درس نظامی کے علاوہ ناظرۂ قرآن شریف اور تجوید کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ طلبہ کی تعداد کم ہے۔ مدرسہ کا ایک کتب خانہ بھی ہے۔ دیمک کے کھانے سے جو کتابیں

بچ گئی ہیں ان کی تعداد تقریباً ڈھائی ہزار ہوگی ۔

٦۔ جامعۃ المعارف (دو محلہ روڈ رام پور)

اس مدرسہ کا قیام ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۴ء میں عمل میں آیا۔ الحاج مولانا عبدالوہاب خاں صاحب اس مدرسہ کے بانی ہیں۔ موصوف نظامت اور صدر مدرسی دونوں کے فرائض بھی انجام دیتے ہیں۔ اس وقت صرف درس نظامی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ کچھ دنوں پہلے ناظرہ قرآن شریف حفظ اور تجوید کی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔ اساتذہ کی تعداد چار ہے اور طلبہ کی تعداد پچاس سے کم ہے مدرسہ کا ایک کتب خانہ ہے جس میں اساتذہ اور طلبہ کے لیے حسب ضرورت کتابیں موجود ہیں جن میں بیشتر عربی اور فارسی کی ہیں۔

۷۔ درس گاہ جماعتِ اسلامی ہند

(دو محلہ روڈ ــــ رامپور)

یہ دینی درسگاہ ۱۹۴۹ء میں ملیح آباد (لکھنؤ) میں قائم ہوئی اور ۱۹۵۰ء میں وہاں سے رام پور منتقل ہوا گئی اس درسگاہ کی بانی "جماعتِ اسلامی ہند" ہے۔

درسگاہ کے ناظم اول افضل حسین خاں صاحب ایم، اے، ایل ٹی تھے اور موجودہ ناظم سید منظور الحسن صاحب ہاشمی بی، اے، ڈپ ایڈ ہیں۔

اسٹاف میں ۱۵، اساتذہ (جن میں تین علمائے کرام ایک قاری تین اتالیق، ایک محاسب اور ایک ناظم مطبخ ہیں۔ طلبہ کی تعداد تین سو پچاس ہے۔

یہ ادارہ کل ہند اور اقامتی ہے۔ باہر سے آنے والے طلبہ کے لیے بورڈنگ ہاؤس (دارالاقامہ) بھی ہے۔ یہاں درجہ اطفال سے لے کر درجہ ہشتم تک ۹ دو درجات ہیں۔ بعض درجات میں دو دو سیکشن ہیں، درجہ پنجم سے ہشتم تک ابتدائی عربی ادب کا مضمون داخلِ نصاب ہے۔ ناظرہ قرآن شریف اور تجوید جزو تعلیم ہیں۔

درس گاہ کی لائبریری میں تین ہزار سے زیادہ کتابیں ہیں جو زیادہ تر قرآن، حدیث، فقہ اور اردو ادب سے متعلق ہیں۔ سال میں ایک تعلیمی ہفتہ منایا جاتا ہے، نیز تحریری اور تقریری مقابلے کے امتحانات بھی ہوتے ہیں کامیاب طلبہ کو انعامات دے کر ان کی ہمت افزائی کی جاتی ہے۔ یہاں کے طلبہ امروہہ (مراد آباد) اور دیگر تقریری اور تحریری مقابلوں میں حصہ لیتے رہے ہیں اور شاندار کامیابی حاصل کی ہے۔

۸۔ جامع العلوم فرقانیہ (بازار مسٹن گنج رامپور)

یہ مدرسہ ۱۹۵۰ء میں قائم ہوا۔ الحاج مولانا وجیہ الدین احمد خاں صاحب اس کے بانی ہیں۔ موصوف ہی کی رہنمائی اور نگرانی میں یہ علمی ادارہ ترقی کی منزلیں طے کر رہا ہے مولانا مفتی محبوب علی صاحب اس کے صدر مدرس ہیں۔

ایک ابتدائی مکتب (بیسک اسکول) ناظرۂ قرآن، حفظ، تجوید اور درس نظامی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ الہ آباد بورڈ کے عربی فارسی امتحانات (مولوی، عالم، فاضل، منشی اور کامل) کے درجات بھی ہیں، اساتذہ کی تعداد ۱۵ ہے اور طلبہ تقریباً ۴۰۰ ہوں گے، جس میں عربی کے طلبہ کی تعداد کم و بیش سو ہے۔ مدرسہ کا ایک کتب خانہ بھی ہے، جس میں عربی، فارسی اور اردو کی تین ہزار کتب کا ذخیرہ ہے۔

اس بائیس سالہ درسگاہ سے اب تک مندرجہ ذیل تعداد میں طلبہ نے مختلف امتحانات میں کامیابی حاصل کی

ہے، فارغ التحصیل دورۂ حدیث (۴۰)، حفاظ (۸۳) مولوی (۵۶) عالم (۳۲) فاضل (۲۸) منشی (۱۵) کامل (۲) طبیب (۲) ہائی اسکول (۵)

یہاں کے طلبہ امروہہ (مراد آباد) کے جلسہ سیرۃ النبیؐ میں ہونے والے عربی تقریری مقابلے میں شرکت کرتے ہیں۔ اور شاندار کامیابیاں حاصل کی ہیں۔

۹۔ جامعۃ الصّالحات

(بچیوں کا مدرسہ، کھنڈسار کہنہ، رام پور)

یہ مدرسہ ۱۹۵۶ء میں (لڑکیوں کے لیے) ایک دینی مکتب کی شکل میں قائم ہوا، اس کے بانی الحاج محمد عبدالحی صاحب (مدیر الحسنات) ہیں اور اس کی اوّل صدر معلمہ اقبال فاطمہ صاحبہ ہیں۔ اس کا پہلا نام "بچیوں کا مدرسہ" تھا۔ اور اب اس مدرسہ کا نیا نام جامعۃ الصالحات ہے۔ یہ درس گاہ مکتب سے ترقی کرتے کرتے گیارھویں درجہ تک پہونچ گئی ہے۔ جس میں درجہ پنجم سے آخری درجہ تک عربی ادب کا مضمون شامل ہے۔

ستمبر ۱۹۷۱ء سے اعلیٰ دینی تعلیم کے شعبہ کا اضافہ ہوا جو جدید ترین عربی دارالعلوم کی حیثیت رکھتا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ جولائی ۱۹۷۲ء سے اس شعبہ کا افتتاح (آغاز) ہوگا۔

لڑکیوں کے لیے عربی کی اعلیٰ تعلیم کا ہندوستان میں یہ واحد ادارہ ہے، اس شعبہ کے دو امتحان ہوں گے ایک عالمہ کا جو ۴ سال کے بعد ہوگا اور دوسرا فاضلہ کا جو مزید دو سال کے بعد ہوگا۔ دونوں امتحانوں کی سند الگ الگ (عالمہ کی I اور فاضلہ کی II) دی جائے گی ــــ

یہ اقامتی درس گاہ ہے باہر سے آنے والی لڑکیوں کے لیے ہوسٹل (دارالاقامہ) ہے جو درس گاہ کی عمارت ہی میں ہے، جامعۃ الصالحات کی پرنسپل یلیمین احمد صاحبہ ایم۔ اے ایل ٹی ہیں، درس گاہ میں کل پندرہ استانیاں ہیں طالبات کی تعداد تقریباً دو سو چھتر ہے جامعہ میں اوسط درجہ کا ایک کتب خانہ ہے جس میں کتابوں کی تعداد لگ بھگ پانچسو ہے۔

نوٹ:۔ "درسِ نظامی" مغل بادشاہ بہادر شاہ کے زمانے میں مولوی نظام الدین صاحب سہالویؒ[1] نے مرتب کیا تھا جو اس وقت کی ضرورت کے لحاظ سے تھا، یہی وجہ ہے کہ یہ جدید علوم سے عاری ہے اس دور میں درسِ نظامی میں انگریزی اور جدید علوم و فنون کا شمول ضروری ہے ✶✶

"اپنی باتیں" صفحہ ۴ کا بقیہ

زینت بن رہا ہے۔ امید ہے کہ یہ مقالہ بھی اہلِ علم کے حلقوں سے خراجِ تحسین حاصل کرے گا۔ اسلامی مکاتیب و اساکیل کے اساتذہ کو ان دونوں مقالوں سے خاص طور پر فائدہ اٹھانا چاہیے۔

گذشتہ سال سید قادر علی صاحب کا معلوماتی مقالہ "رضا لائبریری رام پور" بھی اہلِ ذوق کے حلقوں میں بڑی پسندیدگی کی نظر سے دیکھا گیا تھا اس سال سید صاحب کا دوسرا معلوماتی مضمون "رامپور کے عربی مدارس" شائع کیا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ یہ مضمون بھی وقعت کی نظر سے دیکھا جائے گا۔ زیرِ نظر میگزین کی ترتیب کا پیل کی تصحیح اور پروف ریڈنگ وغیرہ میں مولانا سلیمان قاسمی اور برادرم عرفان خلیلی اراکین مجلس ادارت نے کافی محنت و کاوش سے کام لیا ہے میگزین کو صوری و معنوی دونوں اعتبار سے زیادہ سے زیادہ دلکش اور جاذب توجہ بنانے کی کوشش کی گئی ہے اس لیے امید ہے کہ درس و تدریس سے دلچسپی رکھنے والوں اور درسگاہ کے ہمدردوں میں اس سال کے میگزین کا بھی خوش دلی کے ساتھ خیر مقدم کیا جائے گا ✶✶

---

[1] سہالی ایک قصبہ ہے جو لکھنؤ سے ۲۲ میل کے فاصلے پر ہے۔

تعلیمی ہفتہ

ہم نے اک نئی انجمن سجائی

درس گاہ کھل گئی، چاروں طرف چہل پہل نظر آنے لگی اساتذہ کرام وقت پر تشریف لے آئے۔ پرانے ساتھی آگئے ایک دوسرے سے مل کر بہت خوش ہوئے۔ مصافحے ہوئے معانقے ہوئے۔ ایک دوسرے کو گلے لگایا، اپنے گھروں کے حالات اور سفر کی داستانیں سنائیں، نئے داخلے ہونے لگے نئے نئے لڑکے آرہے ہیں نئی نئی صورتیں نظر آرہی ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ درس گاہ کے باغ میں بہار آگئی ہے ہر گل بوٹے پر نکھار ہے، طرح طرح کے گل بوٹے کھل رہے ہیں۔ اسباق شروع ہوگئے۔ ہر کلاس درسگاہ کے باغ کا ایک تختہ معلوم ہوتا ہے۔ کسی میں اسلامیات کا چمن لگا ہے کسی میں عربی کا سبزہ لگا ہے۔ کسی میں جغرافیہ سائنس اور تاریخ کے پھل اور پھول لگے ہیں۔ کوئی اردو اور ہندی کے گل بوٹوں سے آراستہ ہے کہیں انگریزی اور جدید معلومات کا کھیت لہلہا رہا ہے۔ اور آرٹ کا حسن تو ہر کلاس میں اور ہر جگہ بکھرا ہوا ہے۔ یہ ہمارا باغ ہے اور ہم اس کی بلبلیں ہیں اور ہمارے اساتذہ کرام ہمارے باغ کے مالی ہیں۔

پھر ایک روز وہ بھی آیا کہ ہم نے ایک نئی انجمن سجائی یہ ہماری جمعیۃ الطلبہ ہے جس کا باقاعدہ انتخاب ہوتا ہے۔ صدارت کا انتخاب تقریری مقابلہ کے ذریعہ ہوتا ہے، اس مقابلے کے لیے تقریر سے صرف پانچ منٹ پہلے عنوان دیا جاتا ہے اور فی البدیہہ تقریر کرنا ہوتی ہے، پچھلے سال کی طرح امسال بھی ہمارے ساتھی عزیز منظور نے یہ بازی جیت لی بلکہ یوں کہیے کہ صدارت کا بار گراں اپنے کندھوں پر بخوشی اٹھا لیا اور صدارت کے لیے دوبارہ انتخاب یہ وہ اعزاز ہے جسے عزیز منظور سے پہلے درسگاہ کی تاریخ میں کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ ہمارے صدر صاحب رامپور کے رہنے والے ہیں اور درجہ ہفتم کے طالب علم ہیں۔ ہماری جمعیت کے دوسرے تمام عہدہ داروں کا انتخاب ووٹنگ کے ذریعہ ہوتا ہے۔ جس کو زیادہ ووٹ ملتے ہیں وہ کامیاب قرار دیا جاتا ہے۔

امسال مندرجہ ذیل عہدہ داران منتخب ہوئے۔

١۔ صدر — عزیز منظور شمسی رامپوری، درجہ ہفتم
٢۔ نائب صدر۔ زبیر اقبال خاں رامپوری درجہ ہفتم
٣۔ معتمد عمومی۔ امداد حسین مظفر پوری درجہ ہشتم
٤۔ نائب معتمد عمومی۔ محمد شاہد شمسی، رام پوری درجہ ہفتم
٥۔ معتمد عربی۔ وقار الحق شمسی رام پوری درجہ ہشتم
٦۔ معتمد اردو۔ عقیل جاوید شمسی رامپوری درجہ ہشتم
٧۔ معتمد ہندی۔ سہیل احمد عراقی بلیاوی درجہ ہفتم
٨۔ معتمد انگریزی۔ ابرار حسین رحمانی مظفر پوری درجہ ششم
٩۔ معتمد دار المطالعہ۔ مصعب خالد دربھنگوی، درجہ ششم
١٠۔ معتمد کھیل و تفریحات۔ شہاب الدین بنارسی درجہ ششم۔

پھر ایک روز ہماری جمعیۃ کا افتتاحی جلسہ ہوا جس میں اساتذہ کرام نے بھی شرکت فرمائی، پھر اس کے بعد ہمارے ہر کلاس میں ہفتہ وار اجتماعات ہوتے رہے اور کبھی کبھی ہر گروپ کا مشترک اجتماع بھی منعقد ہوتا رہا۔ ہماری جمعیۃ تین گروپس میں تقسیم ہے۔ گروپ اول درجہ ہشتم ہفتم اور ششم پر مشتمل ہے۔ گروپ دوم درجہ پنجم، چہارم اور سوم پر اور گروپ سوم درجہ اول، دوم اور اطفال پر مشتمل ہے۔

—— پھر ایک ایسا روز سعید آیا کہ ہمارے ناظم صاحب اور اساتذہ کرام نے تعلیمی ہفتہ منانے کا فیصلہ کیا پھر تو ہماری خوشیاں اور بڑھ گئیں۔ ہمارے کچھ ساتھیوں نے تقریریں یاد کیں کچھ نے نظمیں یاد کیں، کچھ نے اشعار یاد کیے اور بیت بازی کے مقابلوں میں حصہ لیا اور بہت سے ساتھیوں نے طرح طرح کے کھیلوں میں حصہ لیا۔ بچوں کے اجتماع کے لیے تیاریاں زور وشور سے ہونے لگیں۔ ریہرسل کئی روز پہلے سے شروع ہوگئی۔ دو ڈرامے تیار ہوئے ان کی ریہرسل بھی برابر ہوتی رہی۔ نمائش کے لیے بھی طرح طرح کے چارٹ تیار ہوئے۔

آخر وہ دن بھی آگیا جب ہمارے پروگرام کا دعوت نامہ ہمارے ہاتھوں میں آیا اور ہم نے خوشی خوشی اپنے اپنے سرپرستوں کو پہونچایا۔ دل چاہتا تھا اللہ میاں ۱۴ اور ۱۵ مارچ جلد سے جلد آجائے۔ اللہ میاں نے ہماری دعا سن لی۔ اسٹیج بننے لگا شامیانے تانے جانے لگے۔ فرش کیا جانے لگا۔ اعلان ہوا درسگاہ کے سامنے والی مسجد میں عشاء کی نماز ۸ بجے ہوتی ہے۔ درسگاہ کے تمام بچے نماز وہیں پڑھیں گے —— ہم لوگ بورڈنگ سے اور رام پوری ساتھی اپنے اپنے گھروں سے جلد جلد تیار ہوکر ۸ بجے سے پہلے ہی درسگاہ پہونچ گئے اور سامنے والی مسجد میں جماعت سے نماز ادا کر کے جلسہ گاہ میں آگئے۔ ہماری تعلیمی نمائش کا افتتاح کل ہی ہوچکا تھا۔ ہم لوگ نمائش سے کل ہی لطف اٹھا چکے تھے۔ آج بھی ہمارے بہت سے ساتھیوں نے نمائش دیکھی۔ پھر ہم کو ہمارے مشفق اساتذہ کرام نے ڈھنگ سے بٹھایا۔ ٹھیک نو بجے مشاعرہ شروع ہوا۔ بڑا مزہ آیا، جب آدھی رات کے وقت مشاعرہ ختم ہوا۔ ہمیں ایسا معلوم ہوا کہ ارے اتنی جلدی ختم ہوگیا۔ طبیعت چاہ رہی تھی پورا مشاعرہ پھر سے ہو۔ لیکن صرف چند ساتھیوں نے دوبارہ اپنی غزلیں سنائیں۔

دوسرے روز پھر ہم نے عشاء کی نماز درسگاہ کے سامنے والی مسجد میں ادا کی اور درسگاہ میں داخل ہوئے تو ہر طرف چہل پہل، چمک دمک پوری درسگاہ چاند کی طرح چمک رہی تھی۔ ہمیں درجہ وار بٹھایا گیا۔ ہمارے چچا میاں اسٹیج پر وقت سے کافی پہلے تشریف لے آئے گھڑی ہاتھ میں تھی مائک سامنے تھا پروگرام میں حصہ لینے والے ساتھیوں کو اسٹیج کی بائیں جانب بٹھایا۔ چچا میاں بار بار اعلان کر رہے تھے۔ ہمارا پروگرام ٹھیک وقت پر شروع ہوگا۔ اب اتنے منٹ باقی ہیں اب اتنے رہ گئے، اب صرف ۲ منٹ باقی ہیں اب ایک منٹ رہ گیا۔ سب لوگ منتظر تھے۔ ہم نے دیکھا کہ صدر جمعیۃ اور سکریٹری صاحبان اپنی اپنی کرسیوں پر آکر بیٹھ گئے اور سکریٹری صاحب نے مائک کے سامنے آکر بولنا شروع کیا۔

" الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

حضرات! ہمارا یہ پروگرام تلاوت کلام پاک سے شروع ہوگا قاری ہدایت اللہ صاحب رامپوری درجہ دوم الف تشریف لائیں اور تلاوت کلام پاک سے دلوں کو گرمائیں اور ہم نے دیکھا کہ فوراً ایک ننھا منا قاری اسٹیج پر آیا اور خوش الحانی کے ساتھ کلام ربانی کی تلاوت شروع کی۔ کانوں میں رس گھلتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ ننھے قاری نے صدق اللہ

العظیم کہا، فوراً مائک سے آواز آئی۔ نعت مبارک کے پھولوں کا تحفہ پیش کرنے جناب ادریس صاحب رام پوری درجہ ہفتم تشریف لا رہے ہیں۔ ادریس صاحب آئے اور لحنِ داؤدی میں نعت مبارک سنائی۔ پاکیزہ خیالات اور سریلی آواز۔ جیسے دل کھنچا جا رہا تھا۔

اے مرشدِ کامل صَلِّ علیٰ اے ہادیٔ اکبر کیا کہنا
دنیا کو دکھائی راہِ خدا اے دہر کے رہبر کیا کہنا

ادریس صاحب نے قدم ہٹائے ہی تھے کہ اناؤنسر کی آواز گونجی۔ اب میں اپنی جمعیۃ کے محترم صدر سے گذارش کروں گا کہ خطبۂ صدارت پیش فرمائیں۔

صدر صاحب اپنی کرسی سے اُٹھے مائک کے سامنے آئے اور فطری انداز میں ایک اچھا خطبۂ صدارت پیش کیا جس میں آپ نے درس گاہ سے فارغ ہونے والے طلبہ کے متعلق بتایا کہ وہ مختلف اداروں میں پہونچے اور نمایاں مقام حاصل کیا اور دنیا کے مختلف مقامات پر کارہائے نمایاں انجام دے رہے ہیں، آپ نے درس گاہ کے نصاب اور دورانِ سال کی سرگرمیوں پر روشنی ڈالی۔ صدر صاحب کھٹا کھٹ بول رہے تھے اور پبلک سے کھچا کھچ بھرا ہوا پنڈال ہمہ تن گوش تھا۔ صدر صاحب کا خطبہ ختم ہوا تو سکریٹری صاحب نے کہا قاری نعمان جلیس صاحب شمسی رامپوری ایک بار پھر تلاوت کلام پاک سے فضا کو نور سے بھرنے تشریف لا رہے ہیں۔ اور جلد ہی ایک چھوٹے سے قاری ہمارے سامنے آگئے جنہوں نے مشّاق قاریوں کی طرح کلام پاک کی قرأت کی اور فضا کو نور سے بھر کر تشریف لے گئے۔ اسٹیج سے آواز آئی خاتونِ جنت حضرت فاطمہ رض کی سیرت پر تقریر کرنے جناب محمد غفران صاحب شمسی درجہ چہارم تشریف لا رہے ہیں، غفران صاحب آئے اور حضرت فاطمہ رض کی سیرت پر ایک بہترین انداز میں تقریر کی۔

ہم سوچ رہے تھے اتنا سا بچہ اور اتنی اچھی تقریر خدا کی قدرت ہے غفران صاحب نے تقریر ختم کی تو سکریٹری صاحب نے اعلان کیا ننھے منے بچوں سے ننھی منی نظم سماعت فرمایئے۔ جناب وسیم احمد صاحب درجہ دوم (ب) اور ان کے ساتھی دانش جمال دوم (الف)، بصیر الزماں دوم (الف) محمد شاہد دوم (الف) راؤ محمد ساجد دوم (الف) اسٹیج پر نمودار ہوئے اور ایک ننھی منی نظم سنائی۔

غصہ مت کر غصہ پی ؎ پی پی پی پی پی پی
سچا کھائے شکر گھی ؎ گھی گھی گھی گھی گھی گھی

ننھے بچوں کی نغمہ سرائی کے بعد آواز آئی۔ مسعود احمد صاحب شمسی (دوم، ب) سے ایک کہانی "دادرسی" سنیے اور داد دیجئے۔ مسعود صاحب آئے اور کہانی سنانی شروع کی — قصہ گوئی کے فطری اسلوب و انداز میں — سب نے آپ کی کہانی توجہ سے سنی اور یہ سبق حاصل کیا کہ مسلمان حکمراں کیسے ہی رہے ہوں لیکن انہوں نے ہمیشہ ذہانت اور دیانت دونوں سے کام لیا اور عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کی۔

سکریٹری صاحب کی آواز مائک کے ذریعہ پھر ہمارے کانوں میں گونجی۔ لطیفوں سے لطف اٹھایئے۔ جناب سلیم احمد صاحب دوم (ب) آپ کو گدگدانے آرہے ہیں، وہ آئے اور انہوں نے واقعی گدگدانا شروع کیا۔

ایک لڑکا :۔ (اپنے ساتھی سے) "جب میں پانچ سال کا تھا۔
تو مکان کی دوسری منزل سے گر گیا تھا"

دوسرا لڑکا :۔ "ارے تم مر تو نہیں گئے تھے؟"

پہلا لڑکا :۔ "یہ مجھے یاد نہیں"

جب لوگ لطیفوں سے لطف اُٹھا چکے تو اسٹیج سے اعلان ہوا ایک شاندار تقریر سنیے۔ "عہدِ عثمانی کی ایک جھلک" جناب محمد قاسم صاحب بدایونی (درجہ چہارم) تشریف لائیں بدایونی

صاحب اسٹیج پر آئے اور عہدِ عثمانی رضؓ کی ایک جھلک دکھا کر چلے گئے اور لوگوں کو حسرت کے ساتھ یہ کہتے چھوڑ گئے کہ "کاش اسلامی تاریخ کی بالکل ابتدا رہی میں ایسا واقعہ پیش نہ آیا ہوتا" ساتھ ہی لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پاکیزہ سیرت اور ثابت قدمی سے سبق بھی حاصل کیا، اس کے بعد اعلان ہوا کہ ہدایت اللہ خاں دوم (الف) اور عمیر منظور شمسی دوم (الف) تشریف لا رہے ہیں، دونوں بچے آئے اور معصومانہ لہجے میں ایک نظم پیش کر کے چلے گئے۔

سچا ہے پیمان ہمارا ؛ پختہ ہے ایمان ہمارا
مذہب ہے ذیشان ہمارا ؛ رہبر ہے قرآن ہمارا

اس کے بعد سکریٹری صاحب نے کہا، قومی زبان ہندی میں ایک کہانی سنیے "وہم سے بچو" چنانچہ عاصم ظفر صاحب درجہ پنجم آئے اور "آلودکی کی رام کہانی" سنا کر وہم سے بچانے کی کوشش کی اور چلے گئے۔ اعلان ہوا ایک بار پھر لطیفوں سے لطف اٹھائیے، صدیق ظفر صاحب دوم (ب) تشریف لائیں، اور لوگوں کو گدگدائیں۔ صدیق ظفر صاحب آئے اور لوگوں کو گدگدانے کی کوشش کی۔ لطیفے سنائے۔ آپ بھی سنیے:۔

احمد:۔ "کل محمود نے کمال کر دیا، ایک بھاگتے ہوئے گھوڑے کو ایک ہاتھ سے روک لیا"

رشید:۔ "اس میں کمال کی کیا بات ہے کل میں نے اشارہ کر کے بس کو روک لیا تھا۔

لطیفوں کے بعد نعیم احمد صاحب سوم (ب) کی باری تھی اعلان ہوا ایک کہانی "مچھر اور بادشاہ" سنیے، اور نصیحت حاصل کیجیے۔ نعیم صاحب آئے اور اچھوتے انداز میں ایک عمدہ کہانی سنائی لوگوں نے کہانی سے لطف اٹھایا اور یہ سبق حاصل کیا کہ موت اور زندگی اللہ کے ہاتھ میں ہے موت کے ڈر سے مشکل کاموں سے گھبرانا نہیں چاہیے۔ نعیم صاحب کی کہانی کے بعد اعلان ہوا، مسلم بچوں سے مسلم بچوں کا ترانہ سنیے چنانچہ تین مسلم بچے نعمت اللہ درجہ ہفتم ادریس احمد درجہ ہفتم اور مشتاق احمد درجہ پنجم آئے اور بڑے اچھے لہجے اور بڑی سریلی آواز میں مسلم بچوں کا ترانہ سنایا۔

ہم پھول چنیں گے پھول چنیں گے ؛ گلشن سے گلزاروں سے
ہم امن واماں کے متوالے ؛ لڑ جائیں نہ کیوں خونخواروں سے
پرواہ نہیں، پرواہ نہیں ؛ گولے برسیں شعلے برسیں

اس کے بعد امداد حسین صاحب کی آواز گونجی۔ آج دنیا کا مسلمان کمزور ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس نے طاقت کے اصل سرچشمہ سے سیراب ہونا چھوڑ دیا ہے، یہ سرچشمہ کیا ہے اس سوال کا جواب دینے جناب زبیر اقبال صاحب درجہ ہشتم تشریف لا رہے ہیں۔ جناب زبیر صاحب آئے اور فطری، اندازِ خطابت کے ساتھ تقریر کرنا شروع کی انہوں نے جابجا اشعار بھی پیش کیے اور پرزور انداز میں کہا میری طاقت کا سرچشمہ میرے خدا کی ذات ہے اس کی صفات ہیں اس کی کتاب ہے اس کا دین ہے اس کے رسول کی زندگی ہے۔ اسوۂ حسنہ اور حیاتِ طیبہ ہے۔ انبیاء علیہم السلام صحابہ کرام رضؓ، صدیق، شہداء اور صالحین کی سیرتیں ہیں، انہوں نے آگے چل کر کہا، میں آپ کو اپنے ملی بھائیوں کو، وطنی بھائیوں کو بلکہ تمام انسانوں کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ طاقت کے اسی سرچشمہ سے سیراب ہونے کی کوشش کریں کہ اس کے بغیر نہ دنیا سپھل ہو سکتی ہے اور نہ آخرت میں سرخ روئی حاصل ہو سکتی ہے۔ آپ کی تقریر کے بعد مائک سے آواز آئی ایک بار پھر لطیفے سنیے اور زیرلب مسکرائیے۔ جناب رضوان احمد صاحب دوم (ب) آئیں اور لطیفے پیش فرمائیں۔ رضوان صاحب آئے اور لوگوں کو زیرلب مسکرانے پر مجبور کر کے چلے گئے۔

نوکر :۔ "جناب سامان بیچنے والا باہر کھڑا ہے۔"

مالک :۔ "کون ہے؟"

نوکر :۔ "جناب مونچھوں والا ہے۔"

مالک :۔ "اس سے کہدو، ہمیں مونچھوں کی ضرورت نہیں ہے۔"

لطیفوں کے بعد جناب محمد آصف صاحب شمسی رام پوری درجہ ششم آئے اور بین الاقوامی زبان انگریزی میں ایک کہانی ایمان داری کا امتحان پیش کر کے چلے گئے اور لوگوں کو سبق دے گئے کہ ایمان داری سب سے بہتر طریقِ کار ہے۔

مائک پھر گونجا ایک نظم سنیے، "مجاہد بنیں گے" اور مجاہد بننے کی کوشش کیجیے۔ نعمان طلیس صاحب ہفتم، محمد شاہد صاحب ہفتم اور مسرور احمد صاحب ششم آئے اور "مجاہد بنیں گے، مجاہد بنیں گے" کی تکرار سے مجاہد بننے کے عزم کا اظہار کیا۔ پیاری نظم پیارا لہجہ۔ اللہ اللہ۔

سکریٹری صاحب نے اعلان کیا ایک خوش خبری سنیے، اب ایک مکالمہ پیش ہوگا "سات پھیرے"۔ دوسرا مکالمہ "انصاف" بعد میں پیش ہوگا۔ جو انتہائی دردانگیز ہے۔

سات پھیرے اسٹیج ہوا، بہت دلچسپ، بہت کامیاب، اس ڈرامے نے معاشرے کے ایک طبقہ کی ہلکی سی جھلک پیش کرنے کے علاوہ الیکشن باز لیڈروں پر کامیاب طنز بھی کیا اور یہ بھی تاثر دیا کہ تعلیم کے بغیر آدمی کیسا بے وقوف بن کر رہ جاتا ہے۔ اور یہ بھی سبق دیا کہ کسی کے ساتھ حسن سلوک پر معاوضہ نہ لینا چاہیے بلکہ محض خلوص اور بے لوثی کے ساتھ دوسروں کی رہنمائی کرنا چاہیے۔

ڈرامہ ختم ہوا۔ ساکت اور جامد مجمع میں ایک ہلچل سی پیدا ہوئی۔ تو فوراً ہی صدر صاحب کرسی پر اور سکریٹری صاحب مائک پر پہونچ گئے اور بڑی مستعدی سے کام کا پھر سے آغاز کیا۔ آواز گونجی فضا کو کلام ربانی سے معطر کرنے قاری محمد آصف صاحب شمسی آرہے ہیں جناب آصف صاحب درجہ ششم آئے اور فضا کو تقدس اور نور سے معطر کیا۔ تلاوت کلام پاک کے بعد حمد کا ترانہ پیش کرنے درجہ ششم کے محمد شاہد صاحب، درجہ پنجم کے محمد اکرم شمسی صاحب اور درجہ چہارم کے محمد عزیز صاحب اسٹیج پر نمودار ہوئے اور تینوں نے ایک آواز ہو کر حمد کا ترانہ گایا۔

حامی سروری پہ تجھ ہی کو روا ؛ اپنی رحمت کو میرا نگہباں بنا
ہر بدی ہر برائی سے مجھ کو بچا ؛ اے خدا، اے خدا
اے خدا، اے خدا

ترانے کے بعد شارق انصار اللہ صاحب درجہ ہشتم تشریف لائے اور قرآنی زبان میں الخلق عیال اللہ کے موضوع پر تقریر کی۔ شارق صاحب نے تقریر ختم کی تو اعلان ہوا کہ ایک اہم تقریر "تاریخ کے جھروکوں سے" سنیے اور غور کیجیے کہ تاریخ آپ سے کیا کہتی ہے۔ جناب ابرار حسین مظفر پوری درجہ ششم تشریف لائے اور تاریخ کے جھروکوں سے خود بھی جھانکا اور دوسروں کو بھی جھانکنے پر مجبور کیا اور لوگوں کو تاریخ سے سبق لینے پر آمادہ کرنے کی کوشش کر کے کامیابی کے ساتھ واپس چلے گئے۔ آپ کے بعد عبدالرحمٰن صاحب مرادآبادی درجہ ششم سہیل نجمی رام پوری درجہ پنجم اور اقبال احمد کلکتوی درجہ چہارم اسٹیج پر آئے اور ہندی میں ایک نظم پکار سنائی۔ ہندی زبان ہندی لہجہ کیا کہنے ہندی نوازوں کو آپ کی نظم بہت پسند آئی۔ سکریٹری صاحب نے پھر پکارا۔ نفس اور خدا دونوں کی معرفت کا پیغام لے کر کلام ربانی کی زبان میں جناب نعمان طلیس صاحب تشریف لا رہے ہیں۔ نعمان صاحب آئے اور بڑے اچھے انداز میں تقریر کی۔ آپ کی تقریر کے بعد امداد حسین صاحب

منظر پوری سکریٹری نے اعلان کیا، عربی اور اُردو ہماری زبانیں ہیں، ہندی بھی ہماری زبان ہے اور انگریزی بھی۔ ہمیں کسی زبان سے بیر نہیں ہم ہر زبان سے کام لیں گے اور ہر زبان میں اسلام کا پیغام پیش کریں گے۔ انگریزی زبان میں تقریر کرنے۔ میں خود آپ کے سامنے آرہا ہوں۔

سکریٹری صاحب تقریر کر چکے تو انہوں نے اعلان کیا، اب ایک کویتا سنیے اور لطف اٹھایئے، محمد اسلم خاں احمد آبادی اور ایاز الدین خاں رام پوری نے بالکل ہندی لہجے میں کویتا سنائی — پھر مائک سے صدا بلند ہوئی، انسان کو اللہ نے اپنا خلیفہ بنایا ہے اور کائنات کو اس کے لیے مسخر کر دیا ہے، لیکن تسخیر کائنات کے ساتھ ساتھ نفس اور خواہشات کی تسخیر بھی ضروری ہے۔ اس حقیقت پر روشنی ڈالنے جناب وقار الحق صاحب درجہ ختم تشریف لا رہے ہیں۔ موضوع ہے "اٹمی توانائی اور انسان" یہ آخری تقریر ہے اس کے بعد ایک دل چسپ مکالمہ انصاف پیش ہوگا۔ وفا صاحب آئے اور اپنے مخصوص انداز خطابت میں تقریر کی۔ اس کے بعد سکریٹری صاحب نے اعلان کیا اب ایک انتہائی دلچسپ، انتہائی سنجیدہ اور انتہائی درد انگیز مکالمہ پیش ہوگا۔

درحقیقت بات یہ ہے کہ انسانوں کے بنائے ہوئے قانون سے دنیا میں امن و سکون پیدا نہیں ہو سکتا عدل و انصاف تو صرف خدائی قانون ہی کے ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے۔

ڈرامہ اسٹیج ہوا، مجمع بالکل ساکت تھا اور ہمہ تن گوش ٹکٹکی باندھے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ اس ڈرامہ نے لوگوں کو کافی متاثر کیا۔ ڈرامہ ختم ہوا تو مجمع اُکھڑ گیا اور صدر صاحب نے شکریہ ادا کر کے اجتماع برخاست کرنے کا اعلان کر دیا لیکن ان کے الفاظ شور و غوغا کی نذر ہو گئے —— اور

یہ ڈھائی گھنٹے کا پروگرام ایسا معلوم ہوا کہ آناً فاناً ختم ہو گیا یہ تھا ہماری اس نئی انجمن کا اہم اور آخری پروگرام۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بار بار ایسے پروگراموں سے فائدہ اور لطف اٹھانے کی توفیق دے آمین۔

مرتب :۔ محمد سلیمان قاسمی، فرخ آبادی، استاد درگاہ

"ایٹم کی طاقت اور انسان"، (بقیہ ۵۰)

ڈیڑھ سو سے یہ سمندروں میں چلائے جا رہے ہیں۔ دنیا میں اس وقت ایک سو نو (۱۰۹) اٹمی آبدوزیں، اور ایسے لاتعداد اٹمی میزائل ہیں جو تین ہزار میل سے لے کر گیارہ ہزار میل کے فاصلے تک پھینکے جا سکتے ہیں۔ دنیا میں ایٹم بموں کا ذخیرہ اس قدر ہے کہ فی بم یومیہ کے حساب سے اگر چھوڑا جائے تو ۱۵۶ سال تک مسلسل دھماکے ہوتے رہیں گے۔ ان سب کے علاوہ بے شمار راکٹ اور الیکٹرونک آلات ہیں۔

لیکن ساتھیو! ؎

روش گہہ مہ و انجم کی سیر خوب مگر نظر نہیں ہے تو سر چشمۂ خرد کا واک۔

آج کے انسان کو مادی و معاشی برتری حاصل ہے لیکن اس کے پاس نہ کوئی اخلاق ہے نہ کردار۔ مادّہ اس کا مقصدِ حیات ومتاعِ زندگی ہے، اس لیے اس کا ہر ماحول انتہائی طور پر انتشار کا شکار ہے۔ ہمیں یہ نہ بھولنا چاہیے کہ تمام اجرام فلکی کی توتیں ختم ہو جائیں گی پھر سب کے سب تباہ ہو جائیں گے۔ یہاں سے ہماری ابدی زندگی کا آغاز ہوگا، خالقِ حقیقی کے حضور میں پیش ہونا ہوگا، اعمال کی جانچ ہوگی۔ اگر اس دنیا میں اللہ کے احکامات پر عمل ہوا ہوگا تو انعامات ملیں گے ورنہ ہم ناقابل بیان مہلک ترین ایٹم بموں کی بھٹیوں میں ہمیشہ کے لیے ڈال دیے جائیں گے۔

حضرات! سائنس کے میدان میں انسان کی یہ ترقیاں مبارک! لیکن ؎

رُک گئی نظر تیری جا کے ماہ و انجم پر
یہ تو پردے ہیں جن میں حسن چھپ کے بیٹھا ہے

آل انڈیا بچوں کا مشاعرہ

تعلیمی ہفتہ

مرکزی درس گاہ جماعتِ اسلامی ہند رام پور میں ہر سال بڑے اہتمام کے ساتھ ایک تعلیمی ہفتہ منایا جاتا ہے جس میں کئی پر لطف صحت مند اور مقصدیت سے بھرپور پروگرام پیش کیے جاتے ہیں۔ "بچوں کا مشاعرہ" بھی ایک دلچسپ اور رنگا رنگ پروگرام ہے۔

اس سال ۱۴ مارچ کو درسگاہ کے کشادہ صحن میں درسگاہ کے بچوں کی بزم مشاعرہ منعقد ہوئی اور ملک کے مختلف حصوں کے پچاس طلبہ نے اس میں بڑے ذوق و شوق سے حصہ لیا۔

اس مشاعرہ میں صدارت کا منصب عقیل جاوید شمسی متعلم درجہ ہشتم کو سونپا گیا اور اسٹیج سکریٹری کے فرائض عزیز منظور شمسی متعلم درجہ ہفتم نے بحسن و خوبی انجام دیئے۔

بجلی کے قمقموں سے جگمگاتی ہوئی مشاعرہ گاہ۔ طلبہ۔ طلبہ کے سرپرستوں، معزز شہریوں اور بیرونی مہمانوں سے بھری ہوئی تھی۔ خواتین بھی بہت بڑی تعداد میں آئی تھیں جن کی نشستوں کا معقول انتظام درسگاہ کے بالائی حصہ پر کیا گیا تھا، لیکن ان خواتین نے ایک طرف کے زینہ پر بھی قبضہ جما رکھا تھا۔ ڈائس پر دو مائیکروفون نصب تھے۔ ایک اناؤنسر کے سامنے اور دوسرا شعراء کے لیے۔

رات کے ۹ ½ بجے مشاعرہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ مائک سے اناؤنسر کی آواز بلند ہوئی —" میں سب سے پہلے محمد ایوب بنارسی متعلم درجہ سوم کو زحمت دوں گا کہ وہ تشریف لاکر "ترانۂ حمد" سے بچوں کے اس مشاعرہ کا آغاز فرمائیں"۔

—— اور محمد ایوب مائک کے سامنے آکر بڑے پرسکون انداز اور دل نشین لہجے میں اپنی نظم سنانے لگے۔ مجمع ہمہ تن گوش ہوگیا اور مشاعرہ گاہ پر سکوت چھا گیا۔ صرف محمد ایوب کے میٹھے میٹھے بول فضا میں لہرا رہے تھے:

ایک وہی سب کا معبود — ایک وہی سب کا مسجود
ایک وہی سب کا مقصود — اس کی قدرت کا لامحدود

وہ ہے سب شاہوں کا شاہ
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ

محمد ایوب اپنی نظم سنا کر ہٹے ہی تھے کہ ضیاء الہدیٰ دھنبادی (درجہ پنجم) مائک کے سامنے آگئے آپ نے بھی خوشگوار لہجے میں ایک ترانۂ حمد پیش کیا ؎

مرے اچھے مالک مرے اچھے آقا — مجھے ایک اچھا سا انساں بنا دے
مرے کام سے میرے ماں باپ خوش ہوں — مجھے علم دے پڑھنا لکھنا سکھا دے

ضیاء الہدیٰ کے بعد صالح اکرم شمسی رامپوری (درجہ چہارم) نے اپنے مخصوص ترنم میں ایک نعت شریف پیش کی۔

سیدھا رستہ دکھاتے تھے پیارے نبیؐ
حق کی باتیں بتاتے تھے پیارے نبیؐ
چھوٹے بچوں کو بھی کرکے پہلے سلام

اچھی عادت سکھاتے تھے پیارے نبیؐ

صالح اکرم کے اس ہدیہ نعت کے بعد سکریٹری مشاعرہ نے نعیم احمد رامپوری (درجہ سوم) کو دعوت سخن دی۔ نعیم احمد سفید پاجامہ اور سلیٹی رنگ کی قمیص میں ملبوس مائک کے سامنے پہونچ گئے اور خوش گوار ترنم میں ایک نعتیہ نظم "عظیم انسان" پیش کی ؎

وہ جس نے پھونک دی انسانیت کی روح انساں میں
شرافت کو ملی تسکین جس کے ظلِ داماں میں
مہ و خورشید ٹانکے جس نے ہستی کے شبستاں میں
کیا حل محنت و دولت کا پیچیدہ سوال اس نے
جہاں میں زندگی کا عام فرمایا جمال اس نے

چار بندکی یہ ایمان افروز نظم پوری توجہ کے ساتھ سنی گئی۔ نعیم اپنی نظم سناکر ہٹے ہی تھے کہ مائک سے اناؤنسر کی آواز بلند ہوئی ؎

"یہ سن کے ساتھیوں کا دل شاد ہو نہ کیونکر
مائک کے سامنے اب دلشاد آرہے ہیں

اور دلشاد صاحب اپنی ٹوپی سنبھالتے ہوئے مائک کے سامنے آگئے، درجہ اطفال کے اس ننھے منے طالب علم نے تحت اللفظ مگر بڑے پیارے انداز میں اپنی نظم "الف بے نامہ" سنائی ؎

ا ب پ ت ٹ ث — ہم سب بندے ہیں رب کے
ج چ ح خ د ڈ ذ — نیکی کر دریا میں ڈال
ر ڑ ز ژ س ش ص — مت کر دنگا اور فساد
ض ط ظ ع غ ف ق — اپنے کپڑے رکھو صاف
ک گ ل م ن و ہ — ہردم نام خدا کا لے
لا ء ی ے — بس یہ حرف ہیں اُردو کے

دلشاد احمد رامپوری مناسب داد لینے کے بعد واپس اپنی جگہ پر تشریف لے گئے اور درجۂ اطفال ہی کے دوسرے طالب علم آفتاب ضمیر احمد شمسی مائک کے سامنے آگئے۔ آپ نے اپنی ایک صحت آفریں نظم دل چسپ اور صحت مند لہجے میں سنائی نظم خوانی کے ساتھ ساتھ اپنے ہاتھوں کو بھی مناسب انداز میں حرکت دے رہے تھے، بزم مشاعرہ زعفران زار بنی ہوئی تھی اور آفتاب ضمیر احمد سامعین کو مشورہ دے رہے تھے ؎

کھاؤ گاجر، سیب، ٹماٹر

اے، بی، سی، ڈی، آبا، سا، دا — چار وٹامن سادہ سادہ
ان کو کھاؤ ہیلتھ بناؤ — بھول کے تم کپتا ہو جاؤ
لیکن اتنا دھیان میں رکھنا — ان چیزوں کو جب بھی چکھنا
رُک کر پینا واٹر — کہتے ہیں یہ فادر
کھاؤ گاجر سیب ٹماٹر

نعمان خاں فرخ آبادی بھی درجہ اطفال کے ایک ننھے منے طالب ہیں آپ بڑی بے نیازی کے ساتھ مائک کے سامنے آئے اور بڑے اعتماد کے ساتھ ایک خاص انداز میں اپنی نظم پیش کی۔ ؎

ٹوئنکل ٹوئنکل لٹل اسٹار — ہم سے ہے امی کو پیار
امی پاس بلاتی ہیں — سب کا جی بہلاتی ہیں
بھول کے سب دنیا کے غم — لڈو پیڑے کھائیں ہم
لڈو جب کم پڑتے ہیں — ہم آپس میں لڑتے ہیں
جھگڑا ہوگا پھر اس بار
ہم ہیں سات اور لڈو چار

آخری شعر کے تیور ملاحظہ فرمائیے اس میں پٹھانی جاہ و جلال کے ساتھ ساتھ حقیقت واقعہ کی طرف بھی واضح اشارہ ملتا ہے۔ یعنی محمد نعمان خاں کے بھائی بہنوں کی گنتی سات پر پوری ہوتی ہے۔ مناسب داد وصول کرنے کے بعد نعمان صاحب واپس اپنی جگہ پر تشریف لے گئے، اور مائک سے اناؤنسر کی آواز ابھری۔

"ایک طالب علم سے اس کے ماسٹر صاحب نے فرمایا کہ تم ایک ایسی تصویر بنا لاؤ جس میں "ایک بھینسے کو چراگاہ میں چرتا ہوا" دکھاؤ۔ اس بچے نے کیسی تصویر بنائی یہ بات آپ کو سالم محمود صاحب کی نظم سے معلوم ہوگی۔ آیئے سالم صاحب"۔۔۔ اور سالم محمود (درجہ اول) سنہرے رنگ کی جگمگاتی شیروانی اور سیاہ مخملی ٹوپی زیب تن کیے ہوئے کسی روایتی شہزادے کی طرح بڑی آن بان کے ساتھ مائک کے سامنے تشریف لائے، صدر سے نظم خوانی کی اجازت لے کر حاضرین کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کراتے ہوئے دلکش انداز میں پڑھنا شروع کیا ؎

کہا ماسٹر جی نے منے سے اک دن   "کرو کام پورا جو میں نے کہا ہے
بنا لاؤ تصویر اس نام کی تم   کہ بھینسا چراگاہ میں چر رہا ہے"
نہ گذرے تھے اس بات کو دو منٹ بھی   کہ منے نے تصویر تیار کردی
وہ تصویر کیا تھی؟ فقط سادہ کاغذ   نہ تھی جس پہ سرخی نہ سبزی نہ زردی
جو پوچھا کہاں ہے چراگاہ بھائی؟   تو بولے کہ "بھینسا اسے چر گیا ہے"
جو پوچھا گیا پھر وہ بھینسا کہاں ہے   کہا "دور جا کر کہیں مر گیا ہے"

نظم مزے لے لے کر سنی گئی اور سالم محمود کو دلچسپ انداز میں داد سے نوازا گیا۔

محمد ریحان رامپوری (درجہ اول) نیلے رنگ کا کوٹ پہنے ہوئے بڑے بھولے بھالے انداز میں مائک کے سامنے آئے اور توتلے لب ولہجہ میں اپنی مختصر سی نظم سنا کر بزمِ مشاعرہ کو قہقہہ زار بنا دیا۔۔۔ سنیے اور غور کیجیے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں ؎

اَلے اَلے تیوّں للتے ہو چھب   الے الے تیا تلتے ہو چھب
اماں بی تے تہہ دول دامیں   اپنا ڈھولا لے لوں دامیں
للنا چھولو، تُپ تُپ بیتھو
بند کلو چھب اپنی پِشتو

مائک سے اناؤنسر کی آواز بلند ہوئی:۔۔۔

" مسعود احمد صاحب آئیں
کوئی دلکش نظم سنائیں "

اور مسعود احمد صاحب (درجہ دوم) نے بڑے صاف ستھرے انداز میں ایک منظوم لطیفہ پیش کر کے سامعین سے خراجِ تحسین حاصل کیا۔ کہتے ہیں ؎

دلّی میں تھے اک کنجوس   نام تھا مسٹر مکھی چوس
مکھی چوس پڑے بیمار   دوا منگائی مگر اُدھار
بل میں دیکھ کے روپے چار
پھر چڑھ آیا انھیں بخار

اس کے بعد خورشید اکرام (درجہ سوم) کو پکارا گیا آپ نے چار بند کی ایک دلچسپ نظم "اکّی دُکّی، دس" سنائی۔ ایک بند سن لیجیے۔

بی ہمسائی گاؤں سے آئیں شہر میں ہیں مہمان
پاؤں میں جھانجھن کان میں بالے بولی عالیشان
ڈِبیّ کو ڈِبّی کہتی ہیں، ماچس کو ماچّس
اکڑ بکڑ لوہے کی ٹکّر اِکّی دُکّی دس

خورشید اکرام کے بعد محمد عزیز (درجہ سوم) کو اذنِ سخن گوئی عطا ہوا۔۔۔ محمد عزیز نے جھوٹ کی مذمت اور سچّائی کی فضیلت ظاہر کرتے ہوئے دل نشین انداز میں اپنی نظم سنائی ؎

بابا سچ پر قائم رہنا   سچّائی ہے تیرا گہنا
سچّی باتوں کا کیا کہنا   سچی بات بڑی انمول
بابا بول تو سچ ہی بول

محمد عزیز کے بعد اسرار فہمی عظیم آبادی کو پکارا گیا۔ فہمی نے دھیمے دھیمے خوشگوار لہجے میں ایک نظم "مینا" سنائی ؎

سنا مقابات تو سننا   وہ جو ہے نا میری مینا
اس نے اپنی چونچ جو کھولی   انسانوں کی بولی بولی

گیارہ اشعار کی نظم تھی دل چسپی کے ساتھ سنی گئی ۔ اس کے بعد مختار احمد لکھیم پوری (درجہ دوم) کو زحمتِ کلام دی گئی۔ مختار نے دلچسپیوں سے لبریز ایک نظم و گنتی "تحت اللفظ مگر قابلِ تعریف انداز میں پیش کی۔ مختار احمد کی نظم

ایک دو دس   گنّے کا پی لے رس

سے شروع ہو کر درجہ بدرجہ ہندسوں کے تمام مراحل طے کرتی ہوئی

شتّر کی لائے رتی   تو گن لے پورے اسّی
اسّی کے پکڑے کوّے   تو گن لے پورے نوّے
نوّے کے لائے جو   تو گن لے پورے سو

پر ختم ہوئی اور محفل کو زعفران زار بنا گئی۔

مائک سے اناؤنسر کی آواز ابھری۔

"دلچسپیوں کو ہمراہ لے کر
تشریف لائیں ریحان اختر"

ریحان اختر (درجہ اول) مسکراتے ہوئے مائک کے سامنے آئے، ماحول پر ایک طائرانہ نظر ڈالی اور صدر سے اجازت لے کر سلجھے ہوئے ترنم میں ایک نظم "منے کا جھولا" سنانے لگے ؎

منّے کا جھولا ہم نے جو کھولا   اس میں بھرے تھے پیارے کھلونے
منی سی موٹر ننھا سا شوفر   پیلا سا گیدڑ نیلا سا بندر
موٹی سی مرغی چھوٹی سی بکری   پیتل کا چوہا، مچھلی ربڑ کی

ہر شعر سے بچوں کے ساتھ ساتھ بڑے بھی کافی محظوظ ہو رہے تھے۔ ریحان اختر نے اسی دل چسپ انداز میں پندرہ سولہ کھلونوں کا تعارف کرانے کے بعد اپنی نظم ختم کی اور کامیابی کے ساتھ اپنی جگہ پر واپس آگئے۔

ریحان اختر کے بعد محمد اکرم خاں (درجہ پنجم) کو زحمت دی گئی۔ انہوں نے خوشگوار ترنم کے ساتھ ایک پاکیزہ اور حیات افروز نظم "دین کی خدمت" پیش کی ؎

اللہ کے سچے بندے ہیں جو دین کی خدمت کرتے ہیں
جو دین کی خدمت کرتے ہیں ہم ان سے محبت کرتے ہیں
انسان کی خدمت کرنا بھی ہے دین کی خدمت اے زاہد
جو دین کی خدمت کرتے ہیں انسان کی خدمت کرتے ہیں

سامعین کو ایک خوشگوار تاثر سے آشنا کر کے اکرم خاں اپنی جگہ پر واپس گئے اور اناؤنسر کی آواز آئی،

"دکھائیں ہمیں عکسِ فکرِ جمیل
گزارش ہے آئیں محمد عقیل"

اور محمد عقیل شمسی (درجہ پنجم) نے مائک کے سامنے آکر خوشگوار ترنم کے ساتھ چند "قیمتی باتیں" پیش کیں ؎

سیدھی سچی راہ ٹٹول   سچی بات بڑی انمول
اکثر وہ پچھتاتا ہے   بات نہ لے جو پہلے تول
ظلم کا بدلہ پیار سے دے   کنکر لے کر ہیرے تول

حاضرین مناسب انداز میں داد دے رہے تھے۔ اناؤنسر کی آواز آرہی تھی "کنکر لے کر ہیرے تول" سبحان اللہ کیا دل میں اتر جانے والا اندازِ بیان ہے۔ ہر شعر سے حکمت و بصیرت کی شعاعیں پھوٹ رہی ہیں۔ جزاک اللہ محمد عقیل کے بعد مشتاق احمد رامپوری (درجہ پنجم) کو زحمتِ سخن دی گئی ہے۔

مشتاق احمد نے چار بند کی ایک خوبصورت نظم اچھے ترنم کے ساتھ سنائی۔ کہتے ہیں ؎

مکاں میں نہیں کوئی تنہا پڑا ہے
چرا کر تو اک تولیہ لے چلا ہے
نہ ہوگی خبر اس کی تو جانتا ہے
کہ یہ کام تو نے چھپا کر کیا ہے
مگر دیکھ تیرا خدا دیکھتا ہے

مشتاق احمد کامیابی کے ساتھ اپنی جگہ پر واپس گئے اور

عزیر منظور کی آواز سنائی دی "اب آپ محمد عمران رامپوری (درجہ ہشتم) سے ایک دلچسپ نظم سماعت فرمایئے۔ محمد عمران مسکراتے ہوئے اپنی جیب سے اپنی نظم برآمد کرتے ہوئے مائک کے سامنے آگئے اور حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے دھیمے لہجے میں بولے "میں ایک نظم پیش کر رہا ہوں جس کا عنوان ہے "ہنسی کا فیتہ"۔ عنوان اچھی طرح سنا نہیں جا سکا ہے اس لیے دوبارہ بتا رہے ہیں کہ میری نظم کا عنوان ہے "ہنسی کا فیتہ"۔ عمران کی طویل مگر دلچسپ نظم کے چھوٹے چھوٹے مصرعے اس طرح ایک دوسرے سے دست و گریباں تھے کہ انہیں آسانی سے جدا نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے پوری نظم ایک لمبے چوڑے مصرعے میں ڈھل گئی ہے۔

نظم سامعین کے ذوق تجسس کو ابھارتی ہوئی تیز دھارے کی طرح آگے بڑھتی ہوئی جب اختتام پر پہونچی اور جب "کھودا پہاڑ نکلی چوہیا" کے مصداق طویل "تعریف" "مبتدا" کی مختصر و ننھی سی "خبر" معلوم ہوئی کہ

اس قصہ کا جو منشا تھا
کچھ اور نہ تھا بس ہنسنا تھا
یہ صرف ہنسی کا فیتہ تھا

تو سامعین شاعر کے کمال سخنوری کی داد دیتے ہوئے ہنسی کے مارے لوٹ پوٹ ہو گئے۔ (یہ پوری نظم میگزین کے کسی دوسرے صفحہ پر دی جا رہی ہے۔)

محمد عمران کے بعد مسرور احمد شمسی (درجہ ششم) کا نام پکارا گیا۔ مسرور نے بڑے پرسوز لہجے میں اپنی غزل پیش کی

جن گلین میں پہلے دیکھیں لوگن کی رنگ رلیاں تھیں
پھر جو دیکھا ان لوگاں بن سونی پڑی وہ گلیاں تھیں
ایسے انکھیاں میچے ہیں کروٹ بھی نہیں لے سکتے ہیں
جن کی چالیں البیلی اور چلنے میں چھل بلیاں تھیں
نگلی انکھاں نے موت کی چکھی خاک سب ان کو چاٹ گئی
جن کی باتیں میٹھی میٹھی مصری کی سی ڈلیاں تھیں

سامعین ان کے عبرت خیز اور بصیرت افروز اشعار سے بہت متاثر ہوئے۔ اناؤنسر نے اپنے نپے تلے الفاظ میں مسرور احمد کو داد دیتے ہوئے اور دوسرے شاعر کو بلاتے ہوئے کہا۔

مسرور نے وہ غزل سنائی ؛ دنیا کیا ہے سمجھ میں آئی
خالد احمد کو دے رہا ہوں ؛ اب تکلیفِ سخن سرائی

اور خالد احمد نعیم پوری نے مائک کے سامنے آکر ایک پُر لطف اور مزیدار نظم "لال بجھکڑ" پیش کی جو دلچسپی کے ساتھ سنی گئی۔ نظم کا پہلا شعر تھا

اک بستی سے ہو کر گذرا راجہ جی کا ہاتھی
چھپ گئے اس کے پیر زمیں پر دیکھ ڈرے شہراتی

اور آخری شعر تھا

"لال بجھکڑ بوجھ گئے اور نہ بوجھا کوئی
پاؤں میں چکی باندھ کے ہرنا کودا ہوئی"

"احمد بخشی صاحب اب آپ کی باری ہے" اناؤنسر نے کہا۔ "آیئے ذرا اپنے کلام کے جوہر دکھایئے" احمد بخشی مالیگاوی (درجہ ششم) نے بڑے ہی شاعرانہ اور لیڈرانہ لب و لہجہ میں طنز و ظرافت سے بھرپور ایک نظم "۲۰۰۲ء کا نیا کنڈیڈیٹ" پیش کی۔ نظم وقت کے ایک اہم موضوع سے متعلق تھی جس میں بڑے لطیف پیرائے میں "الیکشن" کے موجودہ طرز کی خامیوں اور خرابیوں کو بے نقاب کیا گیا تھا۔ طرز ادا میں جاندار ترنم کے ساتھ ساتھ کچھ شوخی بھی جھلک رہی تھی اس لیے پوری نظم قہقہوں کی گونج میں سنی گئی۔ اور احمد بخشی سے دوبارہ نظم سنانے کی فرمائش کی گئی۔ یہ نظم میگزین کے کسی صفحہ پر دی

جارہی ہے۔ یہاں صرف ایک بند ملاحظہ فرمایئے "نیا کنڈیڈیٹ" اپنا تعارف کراتے ہوئے کہتا ہے :-

"میں ہفتے بھر میں پونے ایک دن اسکول جاتا تھا
کہ چھٹی سے بھی کچھ پہلے ہی چھٹی مانگ لاتا تھا
پڑھاتے سب کو ٹیچر اور میں ٹیچر کو پڑھاتا تھا
سوا چھ دن مٹر گشتی کیا کرتا لڑکپن میں
میں پہلی بار آیا ہوں بہتر کے الیکشن میں

اس کے بعد شاہد احمد نجیم پوری (درجہ پنجم) کو سخن سرائی کی دعوت دی گئی۔ شاہد احمد نے بڑے ہی شاعرانہ انداز میں ایک نظم "اوٹ پٹانگ" پیش کی، جس کا ہر بند قہقہہ آفریں بھی تھا اور نصیحت آمیز بھی۔ بچے بھی دلچسپی کے ساتھ سن رہے تھے اور بڑے بھی، آخری بند بہت پسند کیا گیا ؎

"امی کا تھا راج دلارا، ابو کا تھا آنکھ کا تارا
اس کو بے جا لاڈ نے مارا
ان کا سونا پیتل نکلا ان کی چاندی نکلی رانگ!
اک لڑکا تھا اوٹ پٹانگ!
اپ ٹو ڈیٹ بنا رہتا تھا پینٹ اٹنگی پر ٹخنی تنگ

"ابھی ابھی آپ شاہد احمد نجیم پوری کی نظم سماعت فرما رہے تھے" اناؤنسر کی آواز آئی۔ "اور اب عبدالوہاب کلکتوی (درجہ چہارم) کو زحمتِ سخن دی جا رہی ہے۔ آیئے عبدالوہاب صاحب"

عبدالوہاب کا لہجہ بھی پرکشش تھا اور نظم بھی فن و مقصدیت کا بہترین امتزاج تھی ۔۔۔ سامعین پوری توجہ کے ساتھ ساتھ ایک ایک شعر کو سن رہے تھے اور شائستہ انداز میں داد دے رہے تھے۔ عبدالوہاب عزم و عمل کے جذبات کو ابھارتے ہوئے بڑے اعتماد کے ساتھ کہہ رہے تھے ؎

رہِ اسلام دنیا کو دکھانے کی ضرورت ہے
اسی رستے پہ انسانوں کو لانے کی ضرورت ہے
زمانہ گو نہیں تیار سننے کے لیے لیکن
پیامِ حق تمہیں اس کو سنانے کی ضرورت ہے
بہت دشوار ہے دشوار کا آسان بن جانا
مگر دشوار کو آساں بنانے کی ضرورت ہے

عزیز منظور کی آواز ابھری، واہ! کیا عزم ہے کیا حوصلہ ہے اور کیسا حیات افروز پیغام ہے، سبحان اللہ، سبحان اللہ۔

عبدالوہاب کے بعد فروغ انجم فرخ آبادی (درجہ پنجم) نے ایک منظوم لطیفہ "گھڑی کا ڈرائیور" پیش کیا، جسے حاضرین نے ہنس ہنس کر سنا، آپ بھی سن لیجئے۔

ایک دہقان لایا ٹائم پیس　　شوق سے دے کے روپے چالیس
کچھ دنوں تک وہ خوب چلتی رہی　　ایک دن چلتے چلتے بند ہوئی
اُس نے چاقو سے کھول کر دیکھا　　آخر اس میں ہوئی خرابی کیا
ایک گھنٹہ الٹ پلٹ جب کی　　اس میں نکلی مری ہوئی مکھی
سخت افسوس کرکے کہنے لگا　　"مر گیا ہے ڈرائیور اس کا"
اس نے زندہ پکڑ کے اک مکھی
اس میں پھر احتیاط سے رکھ دی

مائک سے اناؤنسر کی آواز ابھری :

"دکھائیں ہمیں بھی کمالِ سخن
گزارش ہے آئیں سعید الحسن"

اور سعید الحسن (درجہ سوم) نے سامعہ نواز لہجہ میں ایک کارآمد نظم "ہم جھوٹ نہ ہرگز بولیں گے" پیش کی۔ آخری بند ہے ؎

سچے کی عزت ہوتی ہے　　جھوٹے کی ذلت ہوتی ہے
سچے پر رحمت ہوتی ہے　　جھوٹے پر لعنت ہوتی ہے
ہم جھوٹ نہ ہرگز بولیں گے

اس کے بعد احتشام الحق (درجہ سوم) نے چند دلچسپ

اور نتیجہ خیز قطعات سنائے، ہر قطعہ پر خوب خوب داد ملی۔ ایک قطعہ ملاحظہ فرمایئے ؎

عجیب حال ہے اہلِ چمن کا اے لوگو!
کریج بو کے شریفے اگائے جاتے ہیں
رذیل کس کو لگائیں اب اپنے منہ کہ یہاں
شریف ہیں کہ شریفوں کو کھائے جاتے ہیں

احتشام الحق مائک کے سامنے سے ہٹے ہی تھے کہ اناؤنسر کی آواز بلند ہوئی۔

"سامنے مائک کے ابے قال وقیل
آیئے مسٹر سہیل اختر جمیل"

اور مسٹر سہیل اختر جمیل (درجہ سوم) "بلو کا بھالو" لے کر بڑی بے تکلفی کے ساتھ مائک کے سامنے آگئے اور "جنگل کے خالو" کے مضحکہ خیز حلیہ کی عکاسی کرتے ہوئے کہنے لگے ؎

لال اس کی ٹوپی دھانی لنگوٹا
باہر سے ٹن ٹن اندر سے کھوٹا
راشن میں کھائے گھر بھر کا کوٹا
ناک اس کی گاجر گال اس کے آلو
صورت میں بھالو رنگت میں کالو
بلّو کا بھالو جنگل کا خالو

بچّوں نے ہنس ہنس کر اس نظم کو سنا، بڑے بھی کافی محظوظ ہوئے۔

اب عتیق الرحمٰن (درجہ پنجم) کی باری تھی انہوں نے خوشگوار ترنم اور ٹھہرے ہوئے لہجہ میں ایک نظم پیش کی نظم پیامی شاعری کا اچھا نمونہ تھی دو شعر سن لیجئے، کہتے ہیں ؎

میں دینِ حق پھیلاؤں گا انشاء اللہ انشاء اللہ
اور سب کو نیک بناؤں گا انشاء اللہ انشاء اللہ
سر صرف جھکے اس کے آگے جو خالق ہے جو مالک ہے
یہ بات سبھی کو بتاؤں گا انشاء اللہ انشاء اللہ

عتیق الرحمٰن دینِ حق پھیلانے اور سب کو نیک بنانے کے پاکیزہ عزم و ارادہ کا اظہار کر کے مائک کے سامنے سے ہٹے ہی تھے کہ اناؤنسر کی آواز بلند ہوئی۔ "اب میں جناب نعمت اللہ رامپوری (درجہ ہفتم) سے گزارش کروں گا کہ تشریف لاکر اپنے بلاغت نظام سے اہلِ بزم کو مسرور فرمائیں۔

نعمت اللہ کے ترنم میں سوز و گداز کی کیفیت پائی جاتی تھی۔ وہ بڑے اطمینان کے ساتھ پڑھ رہے تھے۔ ان کی غزل میں فکر و فن کا دلکش امتزاج اور خونِ جگر کی نمود پائی جاتی تھی، ان کا ہر شعر شگفتگی، تاثیر، بصیرت اور نظریاتی شعور کی لپٹوں سے مہکا ہوا تھا۔

اہلِ ذوق پوری توجہ سے ان کی غزل سن رہے تھے اور ہر شعر پر شائستہ انداز میں داد دے رہے تھے ؎

نہیں ہوتیں کبھی ساحل کے ارمانوں سے وابستہ
ہماری کشتیاں رہتی ہیں طوفانوں سے وابستہ
نہ لے چل خانقاہوں کی طرف شیخِ حرم مجھ کو
مجاہد کا تو مستقبل ہے میدانوں سے وابستہ
ہماری بے قراری کو نہ چھیڑو، مطمئن لوگو!
کہ تقدیرِ سکوں ہے ہم پریشانوں سے وابستہ
محبت خامشی بھی، چیخ بھی، نغمہ بھی، نعرہ بھی
یہ اک مضمون ہے کتنے ہی عنوانوں سے وابستہ

نعمت اللہ کے بعد محمد شعیب ہمیرٹی (درجہ ششم) نے ایک دل چسپ نظم "ٹن ٹن ٹن ٹن" پیش کی۔

گھنٹہ بولا ٹن ٹن ٹن
اٹھو چلو اسکول چلیں
پڑھنے کی ہے دل میں لگن

دینیات کا گھنٹہ ٹن
اردو کا گھنٹہ ٹن ٹن
ہندی کا گھنٹہ ٹن ٹن ٹن
چوتھا گھنٹہ جیوگرفی کا
بول رہا ہے ٹن ٹن ٹن ٹن

نظم اسی طرح ترتیب وار آٹھوں پیریڈ کے گھنٹے بجاتی ہوئی اہلِ محفل کو گدگداتی ہوئی چھٹی کے اعلان پر چودہ مرتبہ ٹن ٹنا کر ختم ہوئی، اور اناؤنسر نے اعلان کیا کہ اب۔ عطار الرحمٰن رامپوری (درجہ ہفتم) آپ کے سامنے آرہے ہیں۔ عطار الرحمٰن نے تحت اللفظ مگر شاعرانہ انداز میں ایک نظم "اپاہج" سناکر پیشہ ور گداگروں کی قلعی کھول دی ـــ ایک اندھا بوڑھا اپاہج لرزتا کانپتا لاٹھی کے سہارے چلتا ہوا ایک کوٹھی کے سامنے بھیک مانگنے پہنچا ؎

کہ اتنے میں بہت تگڑا سا کتا
نکل کر کوٹھی سے اس پر جو لپکا
وہ اندھا وہ اپاہج اور وہ بوڑھا
جو لاٹھی پھینک کر بھاگا تو دیکھا
جو لڑکے خوف کھا کر واں سے بھاگے
یقین کیجئے وہ تھا ان سب سے آگے

عطار الرحمٰن کے بعد نقیب مشاعرہ نے محمد طاہر خاں رامپوری (درجہ پنجم) کو پکارا۔ انھوں نے ایک نظم "تبادلہ" سناکر سامعین سے خراج تحسین حاصل کیا۔ محمد طاہر کی نظم کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک فوجی جب "پنشن" پر اپنے گھر آیا تو اسے یہ دیکھ کر بہت افسوس ہوا کہ بچے کسی نظم و ضبط اور ڈسپلن کے پابند نہیں ہیں۔ اس نے انھیں "آدابِ زندگی" سکھانے کے لیے دروازے پر ایک گھنٹی لٹکادی اور ہاتھ میں کوڑا لے کر حکمانہ لہجے میں اپنے بچوں سے کہنے لگا ؎

دیکھو وہ گھنٹی ہے یہ ہے کوڑا
سن لو تم کان کھول کر تھوڑا
جب بجے گھنٹی سو کے اٹھ جاؤ
پھر بجے جب تو دھو کے منہ آؤ
تیسری پر میں دیکھوں ٹیبل پر
اور اٹھو چوتھی پر سبق پڑھ کر

اسی طرح پانچویں چھٹی، ساتویں اور آٹھویں گھنٹی کے مختلف کام بتا کر کہنے لگا ؎

تم کو کوڑے کے بل پہ رہنا ہے
بولو گر کچھ کسی کو کہنا ہے!
سب سے چھوٹا یہ سن کے کہنے لگا
"آپ کا کب تبادلہ ہوگا"

آخری شعر سن کر حاضرین کھلکھلاکر ہنس پڑے۔ نظم کی پوری لطافت و معنویت اور بچوں کی سراسیمگی و بے چارگی کی پوری کیفیت ایک مختصر سے لفظ "تبادلہ" میں سمٹ آئی ہے۔ مائک سے اسٹیج سکریٹری کی آواز بلند ہوئی ؎

لے کے فن و فکر کی تابانیاں   آرہے ہیں اب ایازالدین خاں

ایازالدین خاں (درجہ ششم) نے خوشگوار ترنم کے ساتھ ایک نظم "چندا ماموں" پیش کی جو کافی پسند کی گئی۔ کہتے ہیں ؎

ہم ننھے منّے تارے ہیں اسلام و ایمان کے
پھیلائیں گے دنیا بھر میں ہم جلوے قرآن کے
ہم خوشبوؤں کے جھونکے ہیں ہم ٹکڑے ہیں نور کے
چندا ماموں دور کے چندا ماموں دور کے

اس کے بعد اطہر شاہ (درجہ ہفتم) نے مائک کے سامنے "اکیس قہقہے" پیش کیے۔ بطور نمونہ ایک قہقہہ ملاحظہ فرمائیے ؎

جادوگر یہ پوچھ رہا تھا دنیا گول کہ چپٹی

اک بچے نے کہا کہ صاحب یہ تو ہے بس لمبی
دوسرے نے یہ کہا کہ صاحب یہ ہے اونچی نیچی
تیسرا لڑکا بولا یہ ہے اک مرغی کا انڈا!
کل میں نے اسکول سے گھر تک آتے ہوئے یہ دیکھا

اس کے بعد ابرار حسین رحمانی مظفر پوری (درجہ ششم) کو سخن سرائی کی زحمت دی گئی۔ ابرار حسین نے حاضرین کے سامنے چٹپٹی مسالے دار" دہی بڑوں کی چاٹ" پیش کی۔ کہتے ہیں ؎

مرچ نمک اور لہسن ڈالا — ڈالا خوشبودار مسالا
اچھا اچھا ادرک ڈالا — دیکھ کے بچے بولے لا، لا
جو بھی ہماری چاٹ یہ کھائے — ہونٹ ہی چاٹتا وہ رہ جائے
کھائے پھر کھائے، پھر کھائے — چاٹ ہماری گھر لے جائے
دہی بڑوں کی چاٹ

ابرار حسین کے بعد تسنیم احمد شمسی (درجہ ششم) نے چند دل چسپ اشعار سنائے ہر شعر پسند کیا گیا کہتے ہیں ؎

ڈرتے تھے ان کے ہاتھ میں تلوار دیکھ کر
دل کو مگر سکون ملا دھار دیکھ کر
ادھار مانگ کے لائے ہیں تیل مٹی کا
بجھا بجھا کے چراغِ وفا جلاتے ہیں
تھی شب تاریک چور آئے جو کچھ تھا لے گئے
کر ہی کیا سکتا تھا بندہ کھانس لینے کے سوا

نقیب مشاعرہ نے اعلان کیا ؎
لے کر اک نظم روح پرور آتے ہیں اب سعید اختر

اور سعید اختر رامپوری (درجہ ششم) نے تحت اللفظ مگر بڑے پیارے انداز میں ایک بہترین نظم "بحضورِ رسالتمآب" پیش کی جو بڑے ادب و احترام اور توجہ کے ساتھ سنی گئی صرف ایک بند سن لیجئے ؎

رواں دواں ہی رہا کاروانِ صدق و صفا
اگرچہ راہ میں سنگِ گراں بھی آئے ہیں
یہ منزلیں ترے فیضِ نظر سے چمکی ہیں!
یہ راستے ترے قدموں سے جگمگائے ہیں

سعید اختر کے بعد نجمی سہیل (درجہ پنجم) نے ایک مزاحیہ مگر عبرت خیز نظم " خود غرضی کا بدلہ" پیش کی جو کافی پسند کی گئی اس کے بعد اناؤنسر نے شاہد شمسی (درجہ ششم) کو بلایا۔ شاہد نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا، حضرات! میں ایک ٹن ٹناتی ہوئی نظم "گھڑی کا الارم" پیش کر رہا ہوں، سماعت فرمایئے۔

نظم بھی شوخی و ظرافت کا ایک خوبصورت نمونہ تھی۔ اور شاہد کا لہجہ بھی سامعہ نواز تھا، اس لیے بہت مقبول ہوئی۔ نظم کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک بڑھیا نے کسی کے گھر جاکر میز پر رکھی ہوئی ٹائم پیس چرا کر اپنی جیب میں رکھ لی۔ گھر والوں نے میز پر گھڑی نہ پاکر اسے ڈھونڈنا شروع کیا بڑھیا بھی گھڑی کی گمشدگی پر کفِ افسوس ملتی تھی کہ اتنے میں ؎

الارم تھا گھڑی میں اس نے کی بڑھیا کی رسوائی
ٹنا ٹن کی صدا کرنے کی لمبی جیب سے آئی
گنوایا اس طرح بڑھیا نے سارا اعتبار اپنا
لٹادی آبرو اور کھو دیا دل کا قرار اپنا

اگر نظم اسی جگہ ختم ہو جاتی جب بھی ایک کامیاب نظم کہی جا سکتی تھی۔ لیکن شاعر نے اس واقعہ سے ایک دلچسپ و عبرت خیز نتیجہ اخذ کر کے نظم کی خوبصورتی کو دوبالا کر دیا۔ اس واقعہ سے نتیجہ اخذ کرتے ہوئے شاعر کہتا ہے ؎

یونہی ہم سب گنہ کرتے ہیں اور ان کو چھپاتے ہیں
مگر جب وقت آتا ہے تو یہ گھنٹی بجاتے ہیں

مائک سے اناؤنسر کی آواز ابھری، اب شاہد شمسی (درجہ ہفتم) کو سخن سرائی کی زحمت دی جا رہی ہے۔ شاہد شمسی کی نظم "دھن دھونس، دھاندلی" کے بل بوتے پر الیکشن لڑنے والے

امیدواروں اور موجودہ طریقۂ انتخاب سے چمٹی ہوئی بدعنوانیوں پر ایک گہرا طنز تھی۔ ایک بند سن لیجئے اور نظم کی نشتریت کا اندازہ لگائیے ؎

گول بھی ہیں چوکور بھی ہیں ہم　　بچے رشوت خور بھی ہیں ہم
یہ بھی سچ ہے چور بھی ہیں ہم　　لیکن ووٹ ہمیں کو دینا

اور اب شاد شمسی اکبر آبادی (درجہ ششم) کو اذنِ سخن سرائی عطا ہوا۔ شاد نے بڑے دل نشین انداز میں ایک پر لطف نظم "زندہ مردہ" سنائی۔

شاد کی نظم کا مرکزی خیال یہ ہے کہ ایک پنشن یافتہ افسر کو مردہ تصور کرکے حکومت نے اس کی پنشن بند کردی۔ جب اس نے اپنے متعلقہ دفتر سے خط و کتابت کی اور اپنی زندگی کا یقین دلایا تو ایک سال کے بعد دفتر کی طرف سے جواب آیا کہ ؎

ملے گی جنوری کی پنشن کل آؤ دفتر میں
مگر ثابت نہیں زندہ تھے اکتوبر نومبر میں

اس کے بعد معید علی رامپوری (درجہ ہفتم) کو زحمت دی گئی، انھوں نے تحت اللفظ خالص شاعرانہ انداز میں ایک معلومات آفریں اور فکر انگیز نظم "میں پیپل کا پیڑ پرانا" پیش کی جس کا آخری بند یہ تھا ؎

اپنوں کو سکھ پہونچاتا ہوں　　غیروں کے بھی کام آتا ہوں
یہی سبق اے پیارے بچو　　تم کو بھی میں سکھلاتا ہوں

نظم بہت کامیاب رہی اور بہت پسند کی گئی۔ معید علی نظم سنا کر مائک کے سامنے سے ہٹے ہی تھے کہ اناؤنسر کی آواز بلند ہوئی "جناب ادریس احمد رامپوری سے گزارش ہے کہ تشریف لائیں اور اپنے کلام بلاغت نظام سے ہم سب کو مسرور و محظوظ فرمائیں" ادریس کا نام سن کر سامعین کھل اٹھے۔ طلبہ پہلو بدل کر بیٹھ گئے اور ادریس احمد مائک کے سامنے آگئے۔ اور "مطلع ملاحظہ فرمائیے" کہہ کر اپنی غزل چھیڑ دی ؎

تھک کے رہ گئی دنیا کچھ نشاں نہیں ملتا
زندگی کے صحرا میں گلستاں نہیں ملتا

غزل بھی شگفتگی و روانی اور گہرائی و گیرائی لیے ہوئے تھی اس پر سلجھا ہوا ترنم، سونے پر سہاگہ کا کام کر رہا تھا، ہر شعر کو تعریف و تحسین سے نوازا جا رہا تھا، طلبہ مشاعروں کے روایتی انداز میں بڑھ بڑھ کر داد دے رہے تھے۔ اور ادریس کی کھنکتی ہوئی آواز فضا میں گونج رہی تھی ؎

چشمِ شوق ہار آئے دور تک پکار آئے
گردِ رہ تو ملتی ہے کارواں نہیں ملتا

جانے کس اندھیرے میں کھو گئے چمن والے
بوئے گل پریشاں ہے باغباں نہیں ملتا

اب خرد کے سائے بھی آنچ دے اٹھے یارو
دھوپ بڑھتی جاتی ہے سائباں نہیں ملتا

ادریس نے یہ غزل سنا کر مشاعرہ کی کامیابی کا پرچم لہرا دیا اور سامعین کے اصرار پر انھیں دوبارہ مائک کے سامنے آنا پڑا۔ ادریس احمد رامپوری متعلم درجہ ہشتم کی اس کامیاب غزل کے بعد حفیظ الرحمن سنبھلی ہی کا رنگ جم سکتا تھا اس لیے اناؤنسر نے سمجھ بوجھ سے کام لیتے ہوئے بڑے موزوں الفاظ میں اعلان کیا ؎

"آگیا نمبر حفیظ سنبھلی کا آگیا، نام سن کر جن کا، اہلِ بزم کو وجد آگیا"

— اور حفیظ الرحمن سنبھلی (درجہ ہفتم) نے سچ مچ بزم مشاعرہ کو قہقہہ زار بنا دیا۔ چاروں طرف زندگی اور زندہ دلی کی لہریں دوڑ گئیں۔ حفیظ کے مائک کے سامنے آتے ہی سامعین پر ہنسی کا دورہ پڑ گیا۔ حفیظ کے سر پر تقریباً ایک ہاتھ لمبی مخروطی شکل کی ایک کاغذی ٹوپی تھی جس کی چوٹی پر کاغذی گلابوں کا ایک گلدستہ جھوم رہا تھا، اور ٹوپی پر جلی حروف میں

"امتحان"، لکھا ہوا تھا جس کی طرف ایک خاص انداز میں ہاتھ سے اشارہ کرکے حفیظ صاحب پڑھ رہے تھے ؎

ہے امتحاں سر پر کھڑا محنت کرو محنت کرو
باندھو کمر بیٹھے ہو کیا محنت کرو محنت کرو

اور جب "محنت کرو، محنت کرو"، کہتے تو باقاعدہ خود بھی کسرت کرنے لگتے ـــ حفیظ کی نظم، پڑھنے کے انداز اور اداکاری کو بیحد سراہا گیا اور سامعین کے اصرار پر انھیں دوبارہ مائک کے سامنے آنا پڑا۔ اناؤنسر کی آواز پھر بلند ہوئی۔

طنز و مزاح کی کچھ گلکاریاں دکھائیں
ارشد امین آئیں اپنی غزل سنائیں

ارشد امین نعمانی (درجہ ہفتم) نے اپنے مخصوص ترنم میں غالب کی ایک غزل "کوئی امید بر نہیں آتی" کی "پیروڈی" پیش کی ؎

کوئی امید بر نہیں آتی   لاٹری کی خبر نہیں آتی
جانتا ہوں فوائدِ تعلیم   پر طبیعت ادھر نہیں آتی
امتحاں کا تو دن معین ہے   نیند کیوں رات بھر نہیں آتی
دیکھ کر "مولا بخش" کو چپ ہوں   ورنہ کیا بات کر نہیں آتی

ارشد امین تحسین و آفریں کی گونج میں اپنی جگہ پر واپس آ گئے اور اسٹیج سکریٹری کی آواز بلند ہوئی ؎

گزارش ہے زبیر اقبال صاحب سامنے آئیں
خیال و فکر کی دلچسپ موٹر آ کے دوڑائیں

زبیر اقبال نے کہا لیجیے، "پرانی موٹر کار" حاضر ہے۔ نظم بھی ظرافت کا اعلیٰ نمونہ تھی اور زبیر اقبال کے پڑھنے کا انداز بھی نرالا تھا اس لیے خوب خوب داد سے نوازا گیا۔ نظم طویل ہے صرف چند شعر سن لیجیے، کہتے ہیں ؎

سمجھنا مزاج اس کا دشوار ہے   عجب کلّے ٹھلّے کی یہ کار ہے
جہاں دیدہ کاروں کی دادی ہے یہ   کہ قسطوں میں چلنے کی عادی ہے یہ
شجر اور حجر آزمائے ہوئے   بڑے زخم باڈی پہ کھائے ہوئے
نئی دُھن بناتی ہے اک اک قدم   یہ گاڑی زیادہ ہے، چلتی ہے کم

"اب میری باری ہے"۔ یہ کہتے ہوئے مشاعرہ کے سکریٹری عزیز منظور شمسی (درجہ ہفتم) مائک کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے آپ نے بڑے پُر اثر اور رقت آمیز لہجہ میں ایک نظم "مسجدِ ویراں" سنائی۔ نظم اپنے اندر چونکا دینے اور جھنجھوڑنے والی ایک کرب آمیز کیفیت رکھتی تھی۔ ماحول پر سنجیدگی پر فشاں تھی۔ سامعین ہمہ تن گوش تھے اور عزیز منظور کہہ رہے تھے ؎

شہر سے دُور افق کے دامن میں   وحشتیں جس جگہ ہیں نوحہ کناں
حسرتوں سے خلا میں تکتی ہے   ایک خاموش مسجدِ ویراں
ایستادہ ہیں یوں شکستہ ستوں   جس طرح ہاتھ اٹھیں دعا کے لیے
چیختی ہے جھکی جھکی محراب   المدد! المدد! خدا کے لیے
خامشی خامشی سے کہتی ہے   پچھلی صدیوں کے چند افسانے
جبکہ راہِ جنوں سے گزرے تھے   چند صحرا بدوش دیوانے

آگے چل کر نظم کا دردناک ماحول بدل جاتا ہے اور حسرت و یاس کے بادل چھٹ جاتے ہیں عزیز منظور نے جب نظم کا آخری بند سنایا ؎

آنے والا زمانہ کہتا ہے   کل بدل جائیں گے یہ شام و پگاہ
دشت و صحرا میں پھر سے گونجے گا   نعرۂ لا الٰہ الا اللہ

تو سامعین کے سینے رجائیت سے لبریز ہو گئے اور دلوں کی دھندلی فضا میں پاکیزہ ولولوں کے چراغ جل اٹھے۔

عزیز منظور نے مائک کے سامنے سے جاتے جاتے اعلان کیا۔

"لے کر پیغام عزم و عمل جینے کا ڈھنگ بتلانے کو
نعمان جلیس اب آتے ہیں اپنی ایک نظم سنانے کو"

نعمان جلیس رامپوری (درجہ ہفتم) نے اپنے مخصوص انداز اور منفرد ترنم میں ایک ولولہ انگیز نظم "اے دوست ابھی آرام نہ کر" پیش کی۔ نعمان جلیس عصر حاضر کی کربناکی، زندگی کی اعلیٰ قدروں کی پامالی اور حالاتِ حاضرہ کی زبوں حالی کی بڑی فنکاری کے ساتھ

عکاسی کرتے ہوئے کہہ رہے تھے ؎

بے نور ہر اک پیشانی ہے تاریک ہر اک آئینہ ہے
اخلاق ابھی تک کوڑھی ہے انصاف ابھی نابینا ہے
یہ زخم ابھی کچھ کھانے ہیں، یہ زہر ابھی کچھ پینا ہے
آوازِ شکستِ جام تو ہے احساسِ شکستِ جام نہیں
اے دوست ابھی آرام نہ کر آرام کا یہ ہنگام نہیں

نظم کانوں سے اُتر کر روح کی گہرائیوں کو چھو رہی تھی، نعمان جلیس زندگی کو معنی و مقصد سے روشناس کراتے ہوئے ظلمتوں کا سینہ چیر کر شعور و عرفاں کی مشعلیں جلاتے ہوئے بڑے والہانہ انداز میں اعلان کر رہے تھے ؎

ہم حق کی پرستش کرتے ہیں باطل کو نہ ہرگز مانیں گے
توحید کو قائم رکھیں گے انسان کا حق پہچانیں گے
تکلیف کو راحت سمجھیں گے مرنے کو شہادت جانیں گے
زنداں سے بڑی توقیر نہیں پھانسی سے بڑا انعام نہیں
اے دوست ابھی آرام نہ کر آرام کا یہ ہنگام نہیں

نعمان جلیس لہجہ کی پوری توانائی کے ساتھ عزم و عمل اور جہدِ مسلسل کا پیغام دے کر بیٹھے ہی تھے کہ معتمد مشاعرہ کی آواز بلند ہوئی۔

"اب صدرِ مشاعرہ عقیل جاوید (درجہ ہشتم) سے گذارش ہے کہ اپنے کلام بلاغت نظام سے حاضرینِ بزم کو محظوظ فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں"

عقیل جاوید مائک کے سامنے آ گئے۔ آج ان کی طبیعت کچھ ناساز ہے، نزلہ زکام نے ان کی آواز کو بھی متاثر کیا ہے، پھر بھی ان کے لہجہ میں بڑا لوچ اور بلا کی نغمگی و شیرینی پائی جاتی ہے۔ سامعین سنبھل کر بیٹھ گئے۔ اور عقیل نے بڑے موثر اور پُرکشش انداز میں غزل کا مطلع پیش کیا ؎

یہ صحن و روش یہ لالہ و گل ہونے دو جو ویراں ہوتے ہیں
تخریبِ جنوں کے پردے میں تعمیر کے ساماں ہوتے ہیں

تغزل و مقصدیت کا دلکش امتزاج، عقیل کا مخصوص ترنم اور داہنے ہاتھ کا زیر و بم فضا پر سحر کی سی کیفیت طاری کر رہا تھا مشاعرہ اپنے نقطۂ عروج پر پہونچ چکا تھا عقیل جاوید کی آواز گونج رہی تھی اور مجمع بڑی محویت کے ساتھ سن رہا تھا ؎

بیدار عزائم ہوتے ہیں اسرار نمایاں ہوتے ہیں
جتنے وہ ستم فرماتے ہیں اک طرح سے احساں ہوتے ہیں
آسودۂ ساحل تو ہے مگر یہ بات تجھے معلوم نہیں!
ساحل سے کبھی موجیں اٹھتی ہیں خاموش بھی طوفاں ہوتے ہیں
جو حق کی خاطر جیتے ہیں مرنے سے کہیں ڈرتے ہیں جگر
جب وقتِ شہادت آتا ہے دل سینوں میں رقصاں ہوتے ہیں

غزل کے بعد عقیل جاوید نے ایک فرمائشی نظم "بتاؤ ہم کیا کریں" بھی بڑے دلکش انداز میں سنائی۔

—— بچوں کے مشاعرے کی یہ آخری نظم تھی۔ اس کے بعد اسٹیج سکریٹری نے اس مشاعرہ میں حصہ لینے والے اپنے تمام ساتھیوں محترم اساتذہ اور سامعین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ۱۱½ بجے رات کو اس رنگا رنگ اور پُرلطف بزمِ شعر و سخن کے برخاست کرنے کا اعلان کیا۔ اور سامعین مشاعرے کی کامیابی پر تبصرہ کرتے ہوئے طلبہ کی کوششوں کو سراہتے ہوئے ایک خوشگوار اور دیرپا تاثر لے کر اپنے اپنے گھروں کی طرف روانہ ہوئے۔ کئی حضرات نے اپنے ٹیپ ریکارڈرز کی مدد سے مشاعرہ کی پوری کارروائی کی صوتی تصویر لے لی۔

مرتب
ابو المجاہد زاہد
استاد درسگاہ

مایوسِ شفا کو آسرا دیتے ہیں
آیات کو تعویذ بنا دیتے ہیں
ہشیار تو لیتے نہیں قرآں سے سبق
بے ہوش کو قرآں کی ہوا دیتے ہیں

تعلیمی ہفتہ

بیت بازی کا دلچسپ مقابلہ

سالہائے گذشتہ کی طرح تعلیمی ہفتہ کے تحت امسال بھی ۱۳ ر ۱۴ ارمارچ کو بیت بازی کے مقابلوں کا انعقاد کیا گیا۔ بیت بازی کے مظاہروں میں درجات پنجم، ششم، ہفتم اور ہشتم کے چھ چھ منتخب نمائندہ طلبا پر مشتمل چار ٹیموں نے حصہ لیا۔ گروپ 'اے' کے تحت درجات ہفتم و ہشتم کی ٹیموں کے مابین اور گروپ 'بی' کے تحت درجات پنجم و ششم کی ٹیموں کے درمیان ۱۳ ارمارچ کو دو بجے دونوں ٹیموں کا مقابلہ الگ الگ جھ ججوں کی نگرانی میں منعقد ہوا۔ گروپ "اے" میں درجہ ہفتم کی ٹیم نے ۳۲ کے مقابلہ میں ۴۳ نمبر حاصل کرکے اپنی مقابل ٹیم کو مات دیدی شکست خوردہ ٹیم کے عقیل جاوید متعلم درجہ ہشتم نے شعر گوئی کا بہترین مظاہرہ کیا۔

"گروپ بی" میں درجہ ششم کی ٹیم نے ۸ کے مقابلے میں ۸۰ نمبر حاصل کرکے اپنی مد مقابل ٹیم کو زبردست شکست دے کر شاندار کامیابی حاصل کی۔

فائنل مقابلے کا انعقاد ۱۴ ارمارچ کو ساڑھے نو بجے صبح درسگاہ کے صحن میں ہوا۔ پنڈال طلبہ اور ان کے سرپرستوں اور دیگر مہمانوں سے بھرا ہوا تھا۔ فائنل مقابلہ مذکورہ بالا دونوں فاتح ٹیموں، یعنی درجہ ہفتم اور درجہ ششم کے مابین ہوا، دونوں ٹیموں کے درمیان بیحد دلچسپ پر لطف اور زبردست مقابلہ رہا۔ ہر دو ٹیموں کے شرکا نے کافی معیاری اور قابلِ ستائش اشعار پیش کیے مقررہ وقت تک جب دونوں ٹیمیں ایک دوسرے کو مات نہ دے سکیں تو ناظم صاحب درسگاہ کی اجازت سے ۱۰-۱۰ منٹ دے کر مزید ۲۰ منٹ کا وقت دیا گیا لیکن اس فاضل وقت میں بھی کوئی ٹیم ایک دوسرے کو شکست نہ دے سکی۔ بالآخر دونوں ٹیموں کو فرسٹ انعام پانے کا مستحق قرار دیا گیا۔

دونوں ٹیموں نے ۶۷ — ۶۷ نمبر حاصل کیے۔

درجہ ہفتم کی ٹیم میں عزیر منظور، ارشد امین نعمانی، اور نعمان جلیس اور درجہ ششم کی ٹیم میں محمد آصف، محمد طاہر اور سعید اختر کے نام شعر گوئی کا بہترین مظاہرہ کرنے کے ذیل میں قابلِ ذکر ہیں۔

۱۴ ارمارچ کی شب کو بچوں کے مشاعرے سے قبل بیت بازی کے ان مقابلوں کے منتخب شرکا پر مشتمل دو نمائندہ ٹیموں کے درمیان ایک نمائشی مقابلہ ہوا جس سے حاضرین کافی محظوظ ہوئے اور بیت بازی کے اس شاندار مظاہرہ کو بے حد سراہا۔

مرتب:۔ منظور فاخر بی، اے

استاد درسگاہ

کرایہ دار نے نئے مکان مالک سے کہا: "آج میں اپنا پرانا مکان چھوڑ کر یہاں آنے لگا تو اس کا مالک بہت رویا تھا"
یہ سُن کر نئے مالک مکان نے کہا — "آپ بے فکر رہیں میں نہیں روؤں گا۔ میں چھ مہینے کا کرایہ پہلے ہی جمع کرا لیتا ہوں"

*

ایک کامریڈ نے اپنے بیٹے کو سمجھاتے ہوئے کہا "جانتے ہو انسان بندر کی اولاد ہے"۔ بیٹے نے تعجب سے پوچھا "ابا جان کیا میں بھی؟"

تعلیمی ہفتہ

بچوں کے کھیل

کھیل سے فرحت اور قوت حاصل ہوتی ہے۔ اور اگر نیت یہ ہو کہ کھیل سے جو ذہنی اور جسمانی قوت حاصل ہوگی اس کو اللہ کی عبادت اس کی اطاعت اس کے دین کی خدمت اور اقامت میں صرف کیا جائے گا تو یہی کھیل جو بظاہر لہو و لعب نظر آتے ہیں اور محض ایک دنیوی مشغلہ معلوم ہوتے ہیں۔ یہی کھیل عبادت بن جاتے ہیں۔ ہماری درس گاہ میں کھیل کو یہی مقام حاصل ہے کھیلوں سے جو فرحت اور قوت اور صحت بچوں کو حاصل ہوتی ہے۔ ہمارے نونہال انشاء اللہ اس کے سہارے مجاہد بن کر اٹھیں گے۔

اسلام ہر کام میں نظم، سلیقہ اور باقاعدگی کا نہ صرف قائل بلکہ علمبردار ہے، چنانچہ کھیلوں کے سلسلہ میں بھی باقاعدہ نظم بنایا گیا گروپ لیڈر مندرجہ ذیل مقرر ہوئے۔

۱۔ حبیب الرحمٰن شمسی، رام پوری گروپ I
۲۔ محمد سعود خاں، فرغ آبادی 〃 II
۳۔ شہاب الدین بنارسی 〃 III
۴۔ امداد حسین رحمانی مظفر پوری 〃 IV

ان کے علاوہ اطفال گروپ اور بچہ گروپ وغیرہ بھی بنائے گئے کھیل ایک ضرورت ہے کھیل عبادت بھی ہے اور کھیل بچوں کی فطرت بھی ہے۔ چنانچہ شوق کا یہ عالم تھا کہ آج ۵ مارچ کو بچے وقت سے پہلے ہی درس گاہ کے صحن میں اچھلتے کودتے شاداں و فرحاں نظر آنے لگے تھے۔

کرسی دوڑ

کرسی دوڑ کے لیے صحن میں چونے سے دائرے بنائے گئے تھے۔ وسیع اور کشادہ صحن، اور سفید دائرے جیسے باغ اور کیاریاں، اور اچھلتے کودتے بچے جیسے گل بوٹے۔ اللہ اللہ کیا اچھا منظر تھا۔

اجتماعی حاضری کے بعد بچے ترتیب سے مشرق اور مغرب دونوں جانب فرش اور بنچوں پر بٹھا دیئے گئے اور کرسی دوڑ کا مقابلہ شروع ہوا۔ معصوم بچوں کی تیزی پھرتی اور مسکراہٹ اور قہقہے، بعض قدیم طلبار کی آواز سنی گئی "کاش ہم اب بھی درس گاہ میں ہوتے"۔ اس مقابلہ میں سات ٹیموں نے حصہ لیا چودہ ۱۴ بچے اول دوم آئے۔

چمچہ دوڑ

اس کھیل کا طریقہ یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کے منہ میں چھوٹے چھوٹے چمچے پکڑا دیئے جاتے ہیں اور چمچوں میں چھوٹی چھوٹی میٹھی گولیاں رکھ دی جاتی ہیں۔ جو فرد گولی گرائے بغیر سب سے آگے نکل جاتا ہے وہ فرسٹ رہتا ہے گولیاں چمچوں سے گر رہی تھیں بچے انہیں اٹھا رہے تھے، کچھ بچے خالی چمچے لیے دوڑ رہے تھے، نہایت پر لطف اور قہقہہ انگیز منظر بار بار سامنے آ رہا تھا۔ اس مقابلہ میں آٹھ ٹیموں نے حصہ لیا۔ سوکڈ ۱۶ بچے فرسٹ اور سکنڈ آئے۔

رومال جھپٹ

آج ۶ مارچ ہے کھیل کے مقابلوں کا دوسرا دن ہے

آج بورڈنگ ہاؤس کا صحن کھیل کا میدان بنا ہوا ہے پہلے رومال جھپٹ کے مقابلے ہوئے بڑا لطف آیا، چاروں طرف دیکھنے والوں کے ٹھٹ لگے ہیں۔ بیچ میں ایک چھوٹے سے دائرہ میں ایک رومال رکھا ہے۔ ریفری کی سیٹی سنکر مقابل کے گوشوں سے ایک ایک لڑکا آتا ہے، دونوں رومال پر جھک جاتے ہیں ایک ہاتھ رومال پر ہے اور دوسرا ہاتھ ساتھی پر اٹھا ہوا ہے۔ دونوں لڑکے گھوم رہے ہیں اچانک ایک رومال اٹھا کر بھاگ کھڑا ہوا اور دوسرا اس پر جھپٹا لیکن رہ گیا۔ اس مقابلے نے پورے میدان کو کافی دیر تک قہقہہ زار بنائے رکھا۔

دوڑ

دوڑ کے مختلف مقابلے ہوئے C، B، A ہر ٹیم نے مقابلوں میں حصہ لیا۔ چھوٹے بچوں کی دوڑ نے زیادہ لطف دیا۔ تمام کھیلوں کی طرح دوڑ کے مقابلوں میں بھی لڑکوں نے دلچسپی سے کام لیا اور بڑی جانفشانی کا ثبوت دیا۔

رسہ کشی

۷ رمارچ آج رسہ کشی کے مقابلے ہوئے مختلف گروپ اور مختلف ٹیموں نے حصہ لیا۔ آج کا فائنل مقابلہ بھی ہوا۔

کبڈی

۸ رمارچ آج کبڈی کے مقابلے ہوئے مختلف گروپس کی مختلف ٹیموں نے حصہ لیا۔ ہار جیت ہوئی۔ طلبہ نے بڑے اچھے کھیل کا مظاہرہ کیا۔

والی بال

۸ رمارچ، دوپہر بعد والی بال کا مقابلہ ہوا۔ سعود

شہاب الدین گروپ جیت گیا۔

شہاب الدین، سعود خاں، امداد حسین اور حنیف کانپوری کا کھیل امتیازی رہا۔

فائنل مقابلے

۹ رمارچ ۱۱ رمارچ اور ۱۲ رمارچ کو مختلف کھیلوں کے فائنل مقابلے ہوئے اور ہم نے یہ محسوس کیا کہ ؏

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

مرتب اقبال حسین خاں
استاد درسگاہ

"آرٹ" (بقیہ صفحہ ۴۰)

"سہ رخی تصویر" اور "برے نو" (BRAINO) کو تماشائیوں نے بڑی دلچسپی سے دیکھا۔ بارہ ۱۲ دلچسپ سوالات پر مشتمل (BRAINO) پر ایک سادہ اور شفاف شیشہ لگا ہوا تھا۔ کاٹرپنس کے استعمال سے ہر سوال کا جواب تصویر کی شکل میں ملتا تھا۔ مثلاً ایک سوال تھا۔ ہمارا رہبر؟ اس کے جواب میں سادہ شیشہ پر قرآن مجید کی تصویر نظر آنے لگی۔ کاٹرپنس کے ہٹاتے ہی تصویر غائب ہو جاتی تھی۔

شعبۂ آرٹ سے متعلق ایک دوسرے کمرے میں ایک عجیب وغریب چیز نے لوگوں کو حیرت میں ڈال رکھا تھا۔ پیتل کی ایک ٹونٹی (TAP) کو لوہے کے تار سے باندھ کر لٹکا دیا گیا تھا اور اس سے مسلسل پانی کی دھار گر رہی تھی حالانکہ سب بخوبی دیکھ رہے تھے کہ پانی کسی بھی ذریعے سے ٹونٹی تک نہیں پہنچایا جا رہا ہے۔

مرتب۔ نور سعیدی
(استاد درسگاہ)

تعلیمی نمائش

تعلیمی نمائش کا افتتاح مولانا سید احمد عروج قادری مدیر ماہنامہ زندگی نے فرمایا تھا۔
تعلیمی نمائش کو کئی حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ ذیل میں ہر شعبے کی الگ الگ رپورٹ دی جا رہی ہے

شعبۂ اسلامیات

شعبۂ اسلامیات کا کمرہ اگربتی کی بھینی بھینی مہک اور خوشبو سے بسا ہوا تھا، گویا علم کی خوشبو کا لطیف احساس پیدا کر رہا ہو۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی سامنے دیوار پر آویزاں جس پوسٹر پر اوّلین نظر پڑتی تھی وہ بے حد معنی آفریں اور خصوصی توجہ کا حامل تھا۔ نیچے کعبے کی تصویر بنی تھی۔ اس کے اطراف میں سیاہی دکھائی گئی تھی اور اوپر لکھا تھا:

"ظلمت کی ماری اس دنیا میں روشنی کا واحد مینار — اسلام"۔
اسی پوسٹر کے نیچے الماری میں عین وسط میں ایک گلوب رکھا تھا اور اس پر ایک شمع جل رہی تھی۔ الماری کے نچلے حصہ میں ایک بہت بڑے فریم میں لگا نقشہ ارض القرآن اہم قرآنی مقامات کی نشاندہی کر رہا تھا، کمرے میں داخل ہوتے ہوئے سامنے دائیں جانب ایک پوسٹر لگا تھا جس میں لکھا تھا۔
— "قرآن ہمارا قانون ہے"

اور بائیں جانب اسی ڈیزائن کا دوسرا پوسٹر آویزاں تھا جس میں لکھا تھا "سنّت ہماری شاہراہ ہے"

کمرے کے عین وسط میں میز پر ہندی انگریزی ترجمہ قرآن اور کلامِ نبوت (حدیث) کی روشن و پاکیزہ جلدوں کو نمایاں کر کے رکھا گیا تھا اور ایک صفحہ قرطاس پر یہ شعر تحریر تھا ؎

رہِ حیات میں قرآن ہی کو اے زاہد
چراغِ راہ بناؤ بڑا اندھیرا ہے

علاوہ ازیں شعبۂ اسلامیات کا کمرہ قرآن و احادیث، فقہ و تفسیر، دین و عبادت اور سیرت و تعلیم کے دیدہ زیب اور معلوماتی افزا چارٹوں سے مزیّن کیا گیا تھا۔ اسلام اور اس کا مقصد کیا ہے، اس کے بنیادی عقیدے اور اصولی تعلیمات کیا ہیں؟ اسلام میں عبادت کی کیا اہمیت ہے؟ توحید و آخرت پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے۔ اسلام کس سیرت و کردار کی تلقین کرتا ہے اور کس طرح زندگی بسر کرنے کی ہدایت کرتا ہے، مختلف پوسٹروں اور چارٹوں میں ان تمام باتوں کی وضاحت کی گئی تھی۔ چند پوسٹروں کے ذریعہ سیرت النبیؐ اور سیر الصحابہؓ کا اجمالی تعارف کرایا گیا تھا اور چند دیگر خوبصورت چارٹوں کی وساطت سے مفسّرین، محدثین، مجدّدین اور حضرات صوفیائے کرام سے متعارف کرایا گیا تھا۔ کچھ خوبصورت چارٹوں میں ائمہ فقہ اور صلحائے امت کے اقوال زریں اور نصائح درج کیے گئے تھے۔ ایک خوبصورت چارٹ پر صبر و استقامت کی اہمیت کو ان الفاظ کے ذریعہ واضح کیا گیا تھا۔

★ "اور ہم تم کو ضرور خوف سے بھوک سے، مالوں اور

جانوں کے اور پھلوں کے نقصانات سے آزمائیں گے۔ لہذا صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دو۔" (البقرہ ع ۲۰)

ایک چارٹ میں صدق وصفا کی اہمیت کو قرآن وحدیث کے ان الفاظ کے ذریعہ واضح کیا گیا تھا۔

★ "اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صداقت کی روش اختیار کرنے والوں کے ساتھ ہو جاؤ۔" (قرآن)

★ سچائی نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور نیکی جنت کی راہ دکھاتی ہے۔" (حدیث)

ایک چارٹ پر یہ عبارت درج تھی :-

★ "بچوں کی صحیح تعلیم وتربیت ایک اہم دینی فریضہ ہے اس لیے طے کر لیجیے کہ :

- ملت کے ہر بچے کو ضروری دینی تعلیم دینا ہے۔
- اور اس کام کو اپنے ہی بل بوتے پر کرنا ہے
- پوری ملت کو مل جل کر کرنا ہے۔
- تن من دھن سے لگ لپٹ کر کرنا ہے ــــــ

ــــ یاد رہے موجودہ حالات میں یہ کار تجدید کا اہم جز ہے اس سے غفلت ملی موت ہے۔"

غرض یہ کہ تمام ہی پوسٹر اور چارٹ اسلامی تعلیمات اور اسلامی زندگی کی طرف رہنمائی کر رہے تھے اور شائقین کی توجہ کا محور و مرکز بنے ہوئے تھے۔

مرتبہ، منظور فاخر بی اے، استاد درسگاہ

شعبۂ ادبیات

شعبۂ ادبیات کے تحت اُردو، ہندی، عربی اور انگریزی ادب کی نمائش کا اہتمام کیا گیا تھا۔ درسگاہ کی خوشنما و دیدہ زیب عمارت کے غربی حصے کی دوسری منزل کے کشادہ کمرے کی دیواروں کو مذکورہ بالا چاروں زبانوں کے پرکشش، رنگا رنگ پوسٹروں، معنی آفریں اور فکر انگیز چارٹوں، خوشنما طغروں خوبصورت کتبوں، دل نشین قطعات، اشعار، ادبی شہ پاروں اور خطابت کے اعلیٰ نمونوں سے آراستہ کیا گیا تھا۔

جماعتِ اسلامی ہند کی تیار کردہ اُردو، عربی اور ہندی کی درسی وغیر درسی کتب نیز مکتبہ الحسنات رام پور اور درسگاہ کی اپنی لائبریری کی منتخب کتابوں کو میزوں اور ڈیسکوں پر اس خوبصورتی سے ترتیب دیا گیا تھا کہ ان کی خوشنما اور رنگا رنگ جلدیں اہلِ نظر کو دعوتِ نظارہ دے رہی تھیں۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلی نگاہ جس کتبہ پر پڑتی تھی وہ یہ قرآنی دُعا تھی :-

"رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا" (یعنی۔ میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔) ایک سمت ایک چارٹ پر بنے ہوئے ایک خوبصورت حاشیہ کے درمیان یہ عبارت تحریر تھی :-

● "تیری جان کی قسم! زمانہ تو بس ایک عارضی چیز ہے۔ تجھے کسی کے بارے میں معلومات کی ضرورت نہیں! بس اس کے ہم نشینوں کو دیکھ لے کیونکہ انسان اپنے ہم نشینوں کے رنگ اختیار کرتا ہے۔ تیری جان کی قسم! مجھے نہیں معلوم اور میں ہمیشہ اندیشہ میں رہتا ہوں کہ موت کا اقدام آج ہوگا یا کل؟"

ــــ ایک دوسرا چارٹ دل کی گہرائیوں میں اُتر جانے والے اس قطعہ سے مزین تھا ؎

" ہم خاک کی معراج ہیں تقدیر زمیں ہیں
ہم اک غزلِ نور میں اک نظمِ حسیں ہیں
کیا ہم کو مٹائیں گے اندھیروں کے پرستار
ہم صبح یقیں، صبحِ یقیں صبحِ یقیں ہیں"

ابوالمجاہد زاہد

ایک اور چیز جو شائقین کی توجہ اپنی جانب مبذول کر رہی تھی وہ تھی کمرے میں بکھری ہوئی اگربتی کی بھینی بھینی مہک اور

خوشبو اور سیاہ بورڈ پر بے حد ہی خوبصورت انداز میں لکھا تھا

"آئیے آج عہد کریں کہ ہم سارے زمانے کو علم کی خوشبو سے معطر کر دیں گے۔"

مرتب:۔ منظور فاخر، بی اے
استاد درسگاہ

شعبۂ سائنس

بالائی منزل پر سائنس روم تھا، دروازے پر ایک بورڈ لگا ہوا تھا جس سے نکلنے والی سبز شعاعیں خوش آمدید کہہ رہی تھیں۔ ہال کے وسط میں ایک شہر بنایا گیا تھا۔ اس شہر کا نام تجویز کرنے کے سلسلے میں طلباء میں اختلاف رونما ہوگیا، بالآخر صانع نے اس کا نام شہر خوبی رکھا جبکہ بیشتر طلبہ بضد تھے کہ کلیم آباد نام رکھا جائے۔ بہرحال یہ شہر رعنائی و زیبائش کے اعتبار سے اپنی مثال آپ تھا ایک جانب بجلی گھر (Electric Power House) تھا اسی کے قریب Sub Station معہ ٹرانسفارمر موجود تھا، وہیں پر ریڈیو اسٹیشن بھی دکھایا گیا تھا۔ شہر کے وسط میں ایک خوبصورت جھیل تھی۔ مختلف جانب سڑکیں بنی ہوئی تھیں، جن کے کنارے کنارے الیکٹرک پول کھڑے تھے اور ان میں برقی قمقمے روشن تھے۔ ہر اعتبار سے یہ شہر دلچسپی کا باعث تھا۔

ہال کی دیواروں پر علم حیوانات (Zoology) علم نباتات (Botany) علم کیمیا (Chemistry) علم طبیعات (Physics) علم ارضیات (Geology) حفظان صحت (Hygiene) اور زراعت (Agriculture) وغیرہ سے متعلق کارآمد چارٹ آویزاں تھے۔ دیواروں کے کنارے کنارے ڈسکیں لگی ہوئی تھیں اور ان پر مختلف ممالک کے ٹکٹوں کے البم، اور مختلف النوع حیوانات کے البم پھیلے ہوئے تھے۔ سامنے کی الماریوں پر ارضیات (Geology) سے متعلق تمام قسم کے پتھر اکٹھا کئے گئے تھے، دوسری جانب ولٹاسل فارن ہائٹ۔ سنٹی گریڈ تھرمامیٹر اقل و اعظم (Max - Mini) تھرمامیٹر، الکٹومیٹر، آرک لیمپ۔ عام ترازو، ڈاکٹری ترازو، اسپرنگ ترازو، اور فزیکل ترازو موجود تھے، ایک عام گیند میں اس طرح کی تبدیلی کر دی گئی تھی جس سے مرکز ثقل کا مظاہرہ ہو رہا تھا۔ ایک بڑی دفتی سے تازہ پتیاں منسلک تھیں اور ان پر سرخ بلب روشن تھا جس کی وجہ سے سبھی پتیاں سیاہ نظر آرہی تھیں۔ ان سب کے علاوہ بہت سے سائنسی آلات ریڈیو ٹرانزسٹر کے پرزے، ہیڈ فون اور دیگر بہت سی معلومات کی چیزیں موجود تھیں۔

مرتب:۔ محمد یونس (استاد درسگاہ)

شعبۂ تاریخ و تمدن و جغرافیہ

شعبۂ تاریخ و تمدن و جغرافیہ چار کمروں میں پھیلا ہوا تھا اور ہر کمرہ اپنی سجاوٹ اور معلومات آفرینی کی وجہ سے ناظرین کے لیے بڑی کشش رکھتا تھا یہ نمائش طلبہ کے لیے بھی بڑی افادیت رکھتی تھی۔

پہلے کمرے میں دیس دیس کے جانور، پرندے، سانپ مچھلیاں مع نقشہ جات کہ وہ کہاں کہاں پائے جاتے ہیں لگائے گئے تھے تاکہ جغرافیائی معلومات میں اضافہ ہوسکے۔

دوسرے کمرے میں بھارت اور دنیا کے دیگر ممالک کے حسین جغرافیائی مناظر، مثلاً مختلف ممالک کے آبشار، پہاڑی مناظر ہمالیہ اور کشمیر کی حسین وادی کی تصاویر، جھیلوں، بندرگاہوں۔ تجارتی مقامات، مختلف ملکوں کی راجدھانیوں، ہندوستان کی تاریخی عمارات و مقامات

کی تصاویر اور مختلف قدیم سلطنتوں کے نقشے آویزاں کیے گئے تھے، بچوں نے اسی دوسرے کمرے میں پہاڑ کے چند نمونے میزوں پر پتھروں اور برادے وغیرہ سے بنائے تھے اور جو چھوٹے برقی قمقموں سے جگمگا رہے تھے۔ سڑکوں کا جال سا بنایا تھا جو ہلکی روشنی میں ہو بہو حقیقی منظر پیش کرتے تھے۔ تمدن سے متعلق تیسرے کمرے میں جدید ہلاکت خیز اسلحہ کی تصاویر چاند پر پہونچنے کی تصاویر۔ میزائل، راکٹ، ٹیلی ویژن، راڈر، ٹینک نقل و حرکت کے ذرائع مثلاً ہوائی جہاز، ریلیں، موٹریں، پانی کے جہاز کے خاکے تصاویر و نقشہ جات تھے جو یہ تاثر دے رہے تھے کہ ایک طرف تو عہد جدید کا انسان سائنسی اعتبار سے بہت بلندی پر پہونچ گیا ہے اور دوسری طرف روحانی و اخلاقی اقدار کو روندتا ہوا پستی میں جاگرا ہے ؎

فضاؤں میں پرواز کا فن سکھایا   تو دریا کی موجوں کو ساحل بنایا
سمندر کی تہہ میں بھی راہیں نکالیں   مگر آدمی بن کے چلنا نہ آیا

چوتھا کمرہ جغرافیہ اور تاریخ کا ملا جلا منظر پیش کر رہا تھا، فرش پر موجودہ نقل و حرکت کے ذرائع ایک طالب علم نے ترتیب دیئے تھے۔ سمندر سے نکالے جانے والے سیپ گھونگے وغیرہ ایک طرف قرینے سے سجائے گئے تھے، دیواروں پر دہلی اور آگرہ کی تاریخی عمارات اور پیداوار، معدنیات وغیرہ کے، بھارت کے نقشے آویزاں تھے جو بچوں نے تیار کیے تھے۔ جغرافیائی مناظر تصور میں جگہ جگہ پہنچاتے تھے۔ نیچے اسٹیج کے برابر درسگاہ کے جنوبی شرقی کونے میں بچوں نے زمین پر مصنوعی پہاڑ اور سمندر وغیرہ بنائے تھے۔ سمندر پانی سے لبریز تھا جس میں زندہ مچھلیاں تیر رہی تھیں اور چھوٹے چھوٹے دخانی اور کاغذی جہاز چل رہے تھے۔

روشنی کا مینار بنایا، بجلی گھر اور پن چکی بنائی۔ بجلی کے کھمبے جمائے جن میں بیٹری سے روشنی پیدا کی گئی تھی جو نہایت حسین منظر پیش کر رہے تھے۔

سالہائے گذشتہ کے مقابلے میں اس سال کافی تعداد میں مقامی حضرات، درسگاہ کے سابق طلبہ اور بیرونی مہمان نمائش دیکھنے کے لیے آئے جغرافیہ تاریخ و تمدن کے کمروں کو زیادہ زیادہ دیر تک ٹھہر کر دیکھتے رہے۔ نمائش میں کام کرنے والے سبھی بچوں نے نمائش کو کامیاب بنانے کے لیے پوری دلچسپی اور لگن سے کام کیا۔

مرتبہ۔ اقبال حسین (استاذ درسگاہ)

شعبۂ آرٹ

شعبۂ آرٹ کی سب سے بڑی خصوصیت اس کی سادگی اور دلکشی تھی جو دلوں کو مسحور کر رہی تھی۔ اس شعبہ میں ہر طرف رنگ ہی رنگ بکھرا ہوا نظر آ رہا تھا۔ شوخ اور دلکش رنگوں سے بنے ہوئے مختلف قسم کے چارٹ، اپنی خوبصورتی معنی آفرینی، اثر انگیزی اور مقصدیت کے اعتبار سے اپنا جواب آپ تھے ان کے ذریعہ اسلامی نظریۂ حیات کی عظمت اور موجودہ باطل نظریات کے مفاسد کو بڑے فنکارانہ انداز سے واضح کیا گیا تھا۔ بڑے بڑے فریموں میں لگے ہوئے حروف تہجی (مع تصاویر) کے رنگین چارٹس اور شاعر مشرق علامہ اقبال کی کئی سحر آگیں رباعیات جنھیں رنگین کپڑوں پر کشیدہ کاری سے ابھارا گیا تھا) اتنی دلکش اور دیدہ زیب تھیں کہ تماشائی کی نظریں بے ساختہ ان کی سمت اٹھ جاتی تھیں۔ ایک نمایاں جگہ پر ایک خوبصورت چارٹ آویزاں تھا جس میں لکھا تھا "دنیا تمہارے لیے پیدا کی گئی ہے لیکن تم آخرت کے لیے پیدا کیے گئے ہو"

طلبہ کی بنائی ہوئی تصویریں بھی نمائش کی زینت کو دوبالا کر رہی تھیں۔ (باقی صفحہ ۳۶ پر دیکھیں)

مجاہد احمد مجاہد (استاد درسگاہ)

اے خدا

میں ہوں بندہ ترا، تو ہے آقا مرا
تو ہی معبود ہے، تو ہی داتا مرا
تو ہی خالق ہے اور تو ہی فرماں روا — اے خدا اے خدا
اے خدا اے خدا

تو بڑا رحم والا، بڑا مہرباں
تیری ہی حمد کرتے ہیں دونوں جہاں
حاکمی سروری ہے تجھ ہی کو روا — اے خدا اے خدا
اے خدا اے خدا

اپنی رحمت کو میرا نگہباں بنا
ہر بدی ہر بُرائی سے مجھ کو بچا
مجھ کو اسلام کے راستے پر چلا — اے خدا اے خدا
اے خدا اے خدا

میں نہ شیطاں کے پھندے میں آؤں کبھی
راہِ حق سے نہ میں ڈگمگاؤں کبھی
خوف کھاؤں کسی کا نہ تیرے سوا — اے خدا اے خدا
اے خدا اے خدا

مجھ کو دنیا میں بھی کر بھلائی عطا
آخرت میں بھی برتاؤ کر رحم کا
اور دوزخ کے شعلوں سے مجھ کو بچا — اے خدا اے خدا
اے خدا اے خدا

مجھ کو وہ کام کرنے کی توفیق دے
جو کہ جنت سے نزدیک کر دیں مجھے
ہے ترے ہی لیے ساری حمد و ثنا — اے خدا اے خدا
اے خدا اے خدا

ابوالمجاہد زاہد (استاد درسگاہ)

درود وسلام

شفیعِ محشر، قسیمِ کوثر، درود تم پر سلام تم پر
ہمارے ہادی، ہمارے سرور، درود تم پر سلام تم پر

کمالِ انساں، جمالِ قرآں، کتابِ ناطق رسولِ صادق
نبیِ خاتم حبیبِ داور، درود تم پر سلام تم پر

تمام رحمت، تمام رافت، ہمہ صداقت ہمہ امانت
ظہیر، اظہر، منوّر، انور درود تم پر سلام تم پر

کرم کی یہ شان یہ نوازش جنہوں نے کی پتھروں کی بارش
دیئے انھیں کو یقیں کے گوہر درود تم پر سلام تم پر

سبق مساوات کا پڑھا کر غرورِ نسل و وطن مٹا کر
بدل دیئے زندگی کے تیور، درود تم پر سلام تم پر

پیامِ امن و سلام لائے، مکمل، اکمل نظام لائے
حیات کا جاگ اٹھا مقدر، درود تم پر سلام تم پر

چراغِ عشق و یقیں جلائے دلوں کی تاریک بستیوں میں
کیا جنوں کو خرد کا رہبر، درود تم پر سلام تم پر

صدیقِ محسن، رفیقِ دانا، کریم بھائی، رحیم نانا
شفیق والد، خلیق شوہر، درود تم پر سلام تم پر

ذلیل تھی جا رحمت عورت اسے عطا کی نئے عنایت
نقابِ عفت، حیا کی چادر، درود تم پر سلام تم پر

عمرؓ ابوبکرؓ اور عثمانؓ، بلالؓ و طلحہؓ علیؓ و سلمانؓ
تمہارے پرتو سے سب منور، درود تم پر سلام تم پر

نہ عشرت و عیش کی تمنا نہ عز و جاہ جہاں کا سودا
تمہارے غم پر یہ سب نچھاور، درود تم پر سلام تم پر

محمدؐ، احمدؐ، حمید، حامد، شہید، شاہد، سعید، زاہد
نذیر، منذر، مطہر، اطہر، درود تم پر سلام تم پر

غزل

ابوالمجاھد زاھد

(استاد درسگاہ)

کچھ علاجِ شب کرو تا حدِّ امکاں ہی سہی
چاند اُگا سکتے نہیں سعیٔ چراغاں ہی سہی

اپنے غم کو یوں نبھانے کا سلیقہ ہے کسے؟
پھول پھر بھی ہنس رہا ہے چاکِ داماں ہی سہی

اِذنِ نظارہ کہاں میری نگاہِ شوق کو
وہ سراپا ناز مہمانِ رگِ جاں ہی سہی

بڑھتی ہی جاتی ہے تقدیرِ زمیں کی تیرگی
عصرِ نو کے ہاتھ میں مہرِ درخشاں ہی سہی

آگ کا یہ رقص یہ پھولوں کے جلتے پیرہن
تم گلستاں اس کو کہتے ہو؟ گلستاں ہی سہی

کوئی تو اُٹھ کر لگا تا آدمیت کو گلے
کوئی ہندو ہی سہی، کوئی مسلماں ہی سہی

آپ کے دل میں مگر باطل سے وہ نفرت کہاں؟
حق پرستی آپ کا آئین و ایماں ہی سہی

زندگی پھر زندگی ہے پاؤں رُک سکتے نہیں
ہر قدم پر راہ میں کوہ و بیاباں ہی سہی

ہم جو سُلجھانے پہ آجائیں تو کچھ مشکل نہیں
زلفِ ہستی ہی سہی گیسوئے دوراں ہی سہی

پھر بھی زاہد مَوردِ الزام ہے میری زباں
میں گلستاں میں غزلخوان و گل افشاں ہی سہی

غزل

نور سعیدی مدراسی

(استاد درسگاہ)

فنکار ہو اگر تو کوئی کام کر چلو
تصویرِ زندگی میں نیا رنگ بھر چلو

طوفاں سے کھیلتے ہوئے شام و سحر چلو
خطرے میں ہو اگرچہ مگر بے خطر چلو

راہیں تو ہیں تمہارے مقابل کئی مگر
گذرا ہے جس سے یار اُسی راہ پر چلو

اچھی نہیں یہ سُست روی میرے دوستو
منزل بلا رہی ہے ذرا تیز تر چلو

جن کو تھپک تھپک کے سُلایا ہے عیش نے
اُن غافلوں کو خواب سے بیدار کر چلو

چومیں گی پاؤں عیش و مسرّت کی منزلیں
مردانہ وار دشتِ الم سے گذر چلو

ہوتا ہے مَر کے راہِ وفا میں امر بشر
راہِ وفا میں زیست کو قربان کر چلو

یوں جادۂ حیات کو اے نورؔ جگمگاؤ
روشن ہر ایک گام پہ اک شمع کر چلو

تعلیمی ہفتہ

خطبۂ صدارت

عزیر منظور شمسی

تعلیمی ہفتے کے ایک اہم پروگرام "بچوں کا اجتماع" میں جناب عزیر منظور شمسی صدر جمعیۃ الطلبہ نے ذیل کا خطبۂ صدارت پیش فرمایا

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

محترم بزرگو اور عزیز ساتھیو!

ہم اپنے پروردگار کا شکر ادا کرتے ہیں کہ آج ہمیں اپنی صلاحیتوں کے مظاہرے کا پھر ایک بار موقع ملا ہے۔ ہم اپنے محترم بزرگوں کا خیر مقدم کرتے ہوئے مسرت محسوس کر رہے ہیں کہ ہماری درخواست پر آپ نے تشریف لانے کی زحمت فرمائی۔ ہمیں امید ہے کہ ہم اس وقت جو کچھ پیش کریں گے وہ آپ کی دلچسپی کا باعث ہوگی، اور ہمیں یہ بھی توقع ہے کہ ہمارے محترم بزرگ ہماری پیشکش میں جو بھی خامی محسوس فرمائیں ان سے ہمیں آگاہ فرمادیں اور اپنے مفید مشوروں سے ہمیں نوازیں۔

درس گاہ کی زندگی کا یہ تیکسواں سال ہے۔ نہ جانے کتنے طلبہ یہاں آئے اور علم کی دولت حاصل کر کے یہاں سے روانہ ہوگئے۔ وہ سب زندگی کی مختلف منزلوں کی طرف رواں دواں ہیں۔ کئی طلبہ دینی درسگاہوں میں شریک ہوئے اور امتیازی نمبروں سے فراغت حاصل کی، کچھ طلبہ ڈاکٹر بن گئے یا بننے والے ہیں۔ کچھ نے انجنیری کے امتحانات پاس کرلیے یا اب زیر تعلیم ہیں۔ کچھ طلبہ سرزمین حجاز پہونچے اور مدینہ یونیورسٹی سے فیضیاب ہوگئے۔ تقدیر ایک طالب علم کو نائجیریا لے گئی وہاں وہ اشاعت اسلام کا کام انجام دے رہے ہیں، ایک طالب علم یوگنڈا میں دعوت دین کے فرائض انجام دے رہے ہیں ایک طالب علم انگلستان میں اسلامی علوم پر ریسرچ کر رہے ہیں امریکہ کی یونیورسٹی میں بھی ایک طالب علم ریسرچ کا کام انجام دے رہے ہیں خدا کرے یہ سب دین پر قائم رہیں اور اقامت دین کا فریضہ انجام دیتے رہیں

اس وقت، محترم سامعین میں کچھ نئے حضرات بھی تشریف فرما ہوں گے۔ ان کی معلومات کے لیے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ میں اپنے نصاب کا اور درسگاہ کی مصروفیات کا ذکر کردوں۔

ہم یہاں اسلامیات میں فقہ، سیرت پاک اور تاریخِ اسلام پڑھتے ہیں۔ عربی، اردو، انگریزی اور ہندی ان چار زبانوں کا علم حاصل کرتے ہیں۔ ریاضی، سائنس، تاریخ اور جغرافیہ بھی ہمارے نصاب کے اہم مضامین ہیں۔

محترم سامعین، اس وقت درسگاہ میں طلبہ کی تعداد تقریباً ساڑھے تین سو ہے۔ ان میں ۸۳ طلبہ بورڈنگ ہاؤس میں ہیں۔ باقی لڑکے مقامی ہیں۔ بورڈنگ ہاؤس میں ہمارے ساتھی ہندوستان کے مختلف صوبوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ بنگال، بہار، گجرات، مہاراشٹر اور یوپی کے مختلف اضلاع سے آئے ہوئے ہیں۔ یہ طلبہ سب مل کر ایک ساتھ پڑھتے ہیں، ایک ساتھ کھاتے پیتے ہیں۔ ایک ساتھ کھیلتے ہیں اور ایک ساتھ نمازیں ادا کرتے ہیں۔

بزرگو! ہر جمعرات کو ہر درجہ میں تقریری پروگرام رہتے ہیں، اس سال ہمارے چند ساتھی امروہہ گئے تھے جہاں تقریری اور تحریری مقابلے ہوئے۔ ہمارے ایک ساتھی زبیر اقبال نے تقریری مقابلے میں فرسٹ پرائز حاصل کیا اور خوبصورت سا کپ لے کر آئے۔ تحریری مقابلوں میں بھی ساتھیوں نے انعامات حاصل کیے۔ محترم سامعین ہماری درس گاہ نے پچھلے دو سالوں میں دو میگزین شایع کیے۔ اس سال انشاء اللہ تیسرا میگزین شایع ہوگا۔

معزز سامعین! تعلیم کے ساتھ ساتھ ہمارے گھومنے اور تفریح کرنے کے مواقع بھی فراہم کیے جاتے ہیں۔ اس سال پھر درجہ ششم، ہفتم اور ہشتم کے طلبہ "کاٹ گودام" گئے تھے، دریا پار کر کے اور ہمالیہ پہاڑ کے ایک حصہ پر چڑھ کر جغرافیائی معلومات حاصل کیے۔ قدرت کے یہ حسین و جمیل مناظر ہمارے لیے نہ صرف تفریح کا سامان تھے بلکہ انھیں دیکھ کر ہمارے ایمان میں تازگی پیدا ہو رہی تھی ۔۔ پہاڑ کی وادیوں میں ہماری اذانیں گونجیں۔ سبزہ زاروں میں ہم صف آرا ہوئے اپنے خالق کے سامنے اپنی پیشانیاں جھکائیں، اور قلب میں بڑی فرحت اور سکون محسوس کیا۔ ہم ممنون ہیں اپنے مشفق اساتذہ کرام کے جو بڑی شفقت اور محنت سے ہماری تعلیم و تربیت میں مصروف رہتے ہیں۔

محترم بزرگو!۔ سال کے اختتام پر ہم تعلیمی ہفتہ منا رہے ہیں۔ مختلف قسم کے کھیل کود ہوئے، بیت بازی کے مقابلے ہوئے بچوں کا مشاعرہ ہوا، تعلیمی نمائش آراستہ کی گئی۔ ان سب مصروفیات میں ہمارے ساتھیوں نے پوری دلچسپی سے کام کیا اور انشاء اللہ کل انعامات حاصل کریں گے۔ آج ہماری قوّتِ گویائی مختلف قسم کے نمونے لے کر آپ کے سامنے آ رہی ہے۔ ہمارے مقرر عربی اُردو، انگریزی اور ہندی میں ایمان افروز تقریریں کریں گے دو دلچسپ قسم کے مکالمے پیش ہوں گے۔ دلوں کو گرمانے والے ترانے اور دلوں کو گدگدانے والے لطیفے بھی پیش کیے جائیں گے۔ ہمیں توقع ہے کہ ڈھائی گھنٹہ کا یہ پروگرام ہمارے ساتھیوں کے لیے کافی دلچسپ ہوگا۔ میں گذارش کروں گا کہ ہمارے ساتھی صبر و سکون کے ساتھ پورا پروگرام سنیں گے اور بزرگوں سے بھی التماس ہے کہ زحمت فرما کر پورا پروگرام ملاحظہ فرمائیں، اور ہماری ہمت افزائی فرما کر ہمیں ممنون فرمائیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

خاتونِ جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

تعلیمی ہفتہ

محمد عفران، درجہ چہارم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بزرگو اور پیارے ساتھیو! آج میں آپ کو ایک ایسی بےمثال خاتون کے بارے میں کچھ واقعات سنانا چاہتا ہوں جن کی زندگی کا نمونہ قیامت تک کے لیے روشنی کا مینار بنا رہے گا۔

دوستو! یہ خاتون پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئی تھیں۔ بچپن میں آپ کو کھیل کود سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ آپ بہت خاموش اور سنجیدہ رہتیں، کہیں آتی جاتی بھی نہیں تھیں۔ اسی لیے آپ کو بتول کا لقب دیا گیا تھا یعنی دنیا کو چھوڑ دینے والی لڑکی۔

حضرات! حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ابھی پانچ ہی سال کی تھیں کہ آپ کی امی جان کا انتقال ہوگیا۔ اب ان کی تربیت کا سارا بار پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر آپڑا۔ پھر جب پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے حکم سے مدینہ ہجرت کر گئے تو کچھ دنوں کے بعد آپ کو بھی بلالیا۔ جب آپ جوان ہوگئیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آپ کا نکاح کر دیا۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جہیز میں آپ کو لکڑی کا ایک تخت، ایک چادر، ایک بستر جس میں کھجور کی چھال بھری تھی، دو چکیاں، ایک پانی بھرنے کا مشکیزہ اور دو مٹی کے گھڑے دیئے۔ یہی کل گھر کا سامان تھا جس پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ساری عمر قناعت کرتی رہیں اور کبھی شکوہ و شکایت کا حرف تک زبان پر نہ لائیں۔

بزرگو اور ساتھیو!

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا چکی پیستی تھیں پانی بھر کر لاتی تھیں، گھر کی صفائی کرتی تھیں، کھانا پکاتی تھیں، غرض گھر کے سارے کام اکیلی کرتی تھیں یہاں تک کہ چکی پیستے پیستے اور مشک میں پانی لاتے لاتے ہاتھوں میں گٹے اور کندھے پر نیلے نشان پڑ گئے تھے۔ یہ دیکھ کر ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو مشورہ دیا کہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاکر ایک خادمہ لے آئیں بہت کہنے سننے کے بعد آپ گئیں۔ لیکن شرم کی وجہ سے کچھ نہ کہہ سکیں اور واپس آگئیں۔ جب پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا۔

”بیٹی! کیوں نہ میں تمہیں ایسے کلمات بتادوں جنکے پڑھنے سے تمہاری ساری مشکلات حل ہوجائیں۔“

یہی دعا تسبیح فاطمہ کہلاتی ہے۔

پیارے ساتھیو! حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی صابر و شاکر، بڑی عبادت گذار، شرم و حیا کی پتلی، بہت عقلمند، بیحد سخی اور جرأت و ہمت والی خاتون تھیں آپ کی سخاوت کا یہ حال تھا کہ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مزدوری کرکے کچھ جو لائے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسے پیس کر تین دفعہ روٹیاں پکائیں اور ہر دفعہ روٹیاں

پکنے پر کسی حاجت مند سوال کرنے والے کو دیدی گئیں۔ نتیجہ میں سارا گھر بھوکا سورہا۔ آپ کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند آیا کہ قرآن پاک میں اس سخاوت کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

دوستو! حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چکی پیستے وقت بھی قرآن کی تلاوت کرتی رہتی تھیں اور جب کھانا پکاتیں تو زبان پر اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری رہتا۔ آپ کی شرم و حیا کا یہ حال تھا کہ مرنے کے بعد بھی وہ یہ نہیں پسند کرتی تھیں کہ کسی عورت کا جنازہ کھلے پلنگ پر جائے۔ اسی لیے آپ کی وصیت تھی کہ میرا جنازہ کپڑے سے ڈھانک کرلے جایا جائے اور مجھے رات میں دفن کیا جائے۔

ساتھیو! آپ کی ذہانت کا اس واقعہ سے بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ صحابہ رض سے دریافت فرمایا کہ عورتوں میں سب سے بڑی خوبی کونسی ہے؟ اس سوال کا جواب اور تو کوئی نہ دے سکا البتہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ عورتوں کی بہترین خوبی یہ ہے کہ نہ وہ کسی غیر آدمی کو دیکھیں اور نہ کوئی غیر مرد انھیں دیکھ سکے۔ اس جواب سے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ:

"فاطمہ (رض) تو میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے۔"

بزرگو اور دوستو! یہ تھیں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جن کے باپ ساری دنیا کے لیے قیامت تک نبی ہیں۔ جن کے شوہر حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ جن کو جرأت و بہادری کی وجہ سے شیرِ خدا کہا جاتا ہے۔ جن کے بیٹے حضرت حسن رض اور حضرت حسین رض ہیں — جن کو جنّت کے جوانوں کا سردار فرمایا گیا ہے جن کی ماں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایسی پاک بی بی تھیں کہ خود اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ ان کو سلام کہلایا تھا۔ ——— ★

عہد عثمانی کی ایک جھلک بقیہ صفحہ ۴۷

تین سو انتیس ۳۲۹ سال تک ایران پر بڑی شان کے ساتھ لہراتا رہا تھا ہمیشہ کے لیے سرنگوں ہوگیا۔ اس طرح روم و فارس کی فتوحات کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی سعادت حضرت عثمان غنی رض کے حصہ میں آئی۔

دوستو! حضرت عثمان رض کے عہدِ خلافت میں اسلامی سلطنت کی حدود بہت وسیع ہوگئیں اور ملکوں کا خراج تقریباً دوگنا ہوگیا، آپ کے دور میں بہت سی سڑکیں، پل، مساجد، مہمان خانے، سرائیں اور فوجی چوکیاں قائم ہوئیں اور رفاہِ عامہ کے بہت سے دوسرے کام ہوئے، آپ نے اپنے عہد میں مسجد نبوی کو از سر نو نہایت عالیشان طریقہ سے تعمیر کروایا۔ ساری عمارت پتھر کی بنوائی، توسیع مسجد کے لیے جن لوگوں سے مکانات لیے گئے انھیں بھرپور نقد معاوضہ دیا گیا۔

بزرگو اور دوستو! حضرت عثمان غنی رض بارہ دن کم بارہ سال تک خلافت کے فرائض انجام دینے کے بعد ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ کو بڑی مظلومیت کے ساتھ باغیوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ یہ پہلا فتنہ تھا جو اس امت میں برپا ہوا جس نے ملت کے بندھے ہوئے شیرازے کو منتشر کردیا اور مسلمانوں کی تلواریں مسلمانوں ہی کا گلا کاٹنے لگیں ——— آہ

زاہد نہ پوچھ قصۂ تاراجیٔ چمن
وہ آندھیاں چلیں کہ نشیمن بکھر گئے

اللہ کی ہزاروں رحمتیں ہوں اس پاکباز انسان پر جس نے اپنی ساری زندگی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں گذاردی اور اقامتِ دین و اشاعتِ اسلام کے لیے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کردیا۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ——— ★

طلبہ کی تقریریں

محمد قاسم بدایونی، درجہ چہارم

عہدِ عثمانی کی ایک جھلک

اَلحمدُ للّٰہِ وَکفیٰ وَ سَلَامٌ علیٰ عِبادِہِ الذِینَ اصطفیٰ۔

جناب صدر! معزز حاضرین! اور پیارے ساتھیو!۔ میں اس وقت آپ کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تیسرے خلیفہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے نامور جانشین اور رشد و ہدایت کے اخترِ تاباں حضرت عثمان ذوالنورین رضؓ کے عہدِ خلافت کی ایک جھلک پیش کرنا چاہتا ہوں۔

ساتھیو! حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نہایت پختہ ایمان کے مالک اور حسنِ اخلاق کا بہترین نمونہ تھے، جود و سخا، عفو و درگذر، صبر و استقامت، شرم و حیا ــــ اور عفت و پاکبازی آپ کی شخصیت کے تابناک عناصر تھے۔ آپ نے اپنی زندگی اور اپنے مال و دولت سے اسلام کی بڑی گراں قدر اور ناقابلِ فراموش خدمات انجام دیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دنیوی زندگی ہی میں بہشت کی خوشخبری سنادی تھی۔

بزرگو اور دوستو! حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد زمام خلافت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آئی۔ ملکی فتوحات کا جو سلسلہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں شروع ہوا اور حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد میں نہایت شان سے جاری رہا اسے حضرت عثمان رضؓ نے اپنے دورِ خلافت میں اور آگے بڑھایا اور اسلام دشمن طاقتوں کا سر کچل کر رکھ دیا۔

ساتھیو! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں دو قسم کی فتوحات ہوئیں :-

اول یہ کہ بعض وہ ممالک جو حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مفتوح ہو چکے تھے اور آپ کے بعد باغی ہو گئے تھے جیسے ہمدان، رے، آذربائیجان، اسکندریہ اور آرمینیہ وغیرہ حضرت عثمان رضؓ کے زمانے میں دوبارہ وہ ممالک فتح کیے گئے ــــ دوسرے یہ کہ بہت سے نئے ممالک میں جہاد ہوا اسلامی فوجیں افریقہ کو فتح کرتی ہوئی مغرب کی طرف بڑھیں اور ہمت و جواں مردی کے جوہر دکھاتی ہوئی مغرب کے تمام شہروں پر قابض ہوگئیں اور آفتاب اسلام پورے جاہ و جلال کے ساتھ مغرب میں چمکنے لگا۔

دوستو! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسلام میں سب سے پہلے خلیفہ ہیں جن کے زمانے میں سمندری جنگیں اور بحری فتوحات ہوئیں بحیرۂ روم کے اکثر جزیرے مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔ قیصر روم کو شکستِ فاش ہوئی وہ بھاگ کر صقلیہ پہونچا اور وہیں کسی کے ہاتھوں مارا گیا۔

ملک ایران کے جو حصے دورِ فاروقی میں فتح ہونے سے رہ گئے تھے جیسے خراسان، فیروزآباد، شیراز، طوس، نیشاپور، بلخ اور ہرات وغیرہ وہ سب عہدِ عثمانی میں فتح ہوئے، قیصرِ روم کی طرح شاہ ایران بھی ہزیمت اٹھا کر بھاگ کھڑا ہوا اور کسی کے ہاتھوں مارا گیا۔ آخر کار دولت ساسانیہ کا وہ پرچم جو

(باقی صفحہ ۴۶ پر)

تعلیمی ہفتہ

طلبہ کی تقریریں

طاقتِ مسلم کا سرچشمہ

زبیر اقبال، رامپوری درجہ ہفتم

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم

ہمنشیں مسلم ہوں میں توحید کا حامل ہوں میں
اس صداقت پر ازل سے شاہدِ عادل ہوں میں
حق نے عالم اس صداقت کے لیے پیدا کیا
اور مجھے اُس کی حفاظت کے لیے پیدا کیا

جناب صدر! بزرگو اور ساتھیو! ذرّوں کو آفتاب چمکاتا ہے، باغوں اور چمنستانوں صحراؤں اور بیابانوں کو بادل سیراب کرتا ہے، شاخیں اور ڈالیاں پھول اور پتّیاں اپنے تنے اور جڑوں کے ذریعہ غذا حاصل کرتی اور طاقت پاتی ہیں ہمارے کارخانوں کی دیوہیکل اور گھڑگھڑاتی مشینیں اور ہمارے شہروں کی جگمگ جگمگ کرتی روشنیاں پاور ہاؤس سے طاقت حاصل کرتی ہیں۔

لیکن ساتھیو! وہ کونسا آفتاب ہے جس نے مجھے چمکایا ہے۔ وہ کونسا بادل ہے جو مجھے سیراب کرتا ہے۔ وہ کونسی اصل ہے جہاں سے میں طاقت پاتا ہوں وہ کونسا بادل ہے جہان سے مجھے قوت ملتی ہے اور میرے جسم کی بیمثال مشینری اپنا کام کرتی ہے میرا دل اور دماغ میری فکر اور نظر میرا اخلاق اور کردار روشنی اور چمک پاتا ہے۔

ساتھیو! یہی وہ سوال ہے جس کا جواب دینے میں آپ کے سامنے حاضر ہوا ہوں۔ لیکن میں اس اہم اور عظیم سوال کا جواب پیش کرنے سے پہلے ایک اور حقیقت کی طرف اشارہ کرنا ضروری خیال کرتا ہوں۔

عزیز ساتھیو! آپ شاید خیال کرتے ہوں کہ میں ایک لڑکا ہوں ایک طالب علم ہوں، ایک انسان ہوں ایک ہندوستانی ہوں، یقیناً میں ایک فرد کی حیثیت میں یہ سب کچھ ہوں ——— لیکن ان سب کے علاوہ اور ان سب سے بڑھ کر میں ایک مومن اور ایک مسلم ہوں اور یاد رکھیے میں ایک شخص اور ایک فرد کی بات نہیں کر رہا ہوں بلکہ میں یعنی ایک مومن اور مسلم میں ایک کردار ہوں ایک عظیم کردار، تاریخ ساز کردار — کاش، آج میں زندہ ہوتا، کاش آج میں چلتا پھرتا ہوتا، کاش آج میں پیہم رواں ہر دم دواں ہوتا، کاش آج میں مدرسوں اور خانقاہوں میں بند ہو کر نہ رہ گیا ہوتا۔ کاش میں مسجدوں اور انفرادی زندگیوں تک سکڑ کر نہ رہ گیا ہوتا۔ کاش میں سوسائٹی اور سماج پر چھایا ہوا ہوتا، بازاروں اور منڈیوں میں میرا سکہ چلتا، عدالتوں میں میرا چلن ہوتا۔ سیاست کے ایوانوں میں میرا راج ہوتا۔

ساتھیو! — اس وضاحت کے بعد میں اس سوال کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ طاقت مسلم کا سرچشمہ کیا ہے؟

فیصلہ آج بھی کر سکتے ہیں اربابِ نظر
قوتِ بازوئے مسلم کا کہاں ہے مخزن

میں نے آنکھ کھولی تو اپنے کو جنت میں پایا، فرشتوں سے میرا علمی مقابلہ ہوا اور اس مقابلہ میں میں کامیاب رہا، جس رب نے مجھے پیدا کیا۔ جنت میں رکھا اور علم عطا کیا فرشتوں کے مقابلہ میں کامیاب کیا وہی رب میری طاقت کا سرچشمہ ہے، پھر ابلیس نے مجھے بہکایا۔ میں اس کے بہکانے میں آگیا، لیکن میرے رب نے مجھے توبہ اور ندامت کی توفیق دی اور میں کامیاب ہوگیا جس خدا نے مجھے ابلیس کے مقابلہ میں سرفرازی عطا فرمائی اور مجھے زمین کی خلافت سے نوازا وہی رب میری طاقت کا سرچشمہ ہے۔

دوستو! میری طاقت کا سرچشمہ آدمؑ و حواؑ کے کردار میں محفوظ ہے، قابیل کے مقابلہ میں ہابیل کے کردار میں پایا جاتا ہے۔ آزر بت تراش اور نارِ نمرود کے مقابلے میں اول المومنین ابراہیم حنیف کی شکل میں پایا جاتا ہے۔

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

حضرات! میری طاقت کا سرچشمہ اسمٰعیل ذبیح اللہؑ، لوط علیہ السلام اور اسحاقؑ کے کردار میں پایا جاتا ہے، موسیٰؑ کے کوہ طور کو دیکھیے عیسیٰؑ کے کوہ زیتون اور شام کے کوہ تین پر نظر ڈالیے وہاں آپ کو وہ کردار ملیں گے جس میں میری طاقت کا سرچشمہ موجود ہے۔

دور کیوں جایئے، بلدامین پر نظر ڈالیے، غارِ حرا اور غارِ ثور کو دیکھیے، مکہ کی گلیوں سے پوچھیے۔ عکاظ اور ذوالمجنہ میں نبی کریم صلعم کو چلتا پھرتا دیکھئے۔ طائف کا المیہ سامنے رکھیے بدر و احد، حنین اور خندق کے معرکوں پر نظر ڈالیے تو آپکو میری طاقت کا سرچشمہ معلوم ہو جائے گا۔ اصحاب صفہ اور خلفائے راشدین کی زندگیاں اور کارنامے منہ سے بول رہے ہیں کہ میری طاقت کا سرچشمہ کیا ہے۔

بزرگو اور دوستو! کہاں تک بیان کروں میری طاقت کا سرچشمہ معلوم کرنا ہو تو قیصر و کسریٰ کے ایوانوں سے معلوم کر لیجیے، کہ جن مجاہدوں نے ان کے اقتدار کو پامال کر کے دنیا کی عظیم ترین سلطنت اسپین سے کاشغر تک قائم کی ان کی طاقت کا سرچشمہ کیا تھا؟

حضرات! میری طاقت کا سرچشمہ میرے خدا کی ذات ہے اس کی صفات ہیں اس کی کتاب ہے اس کا دین ہے اس کے رسول کی زندگی ہے اسوۂ حسنہ اور حیات طیبہ ہے۔ انبیاء علیہم السلام صحابہ کرام، صدیق اور شہداء، اور صالحین کی سیرتیں ہیں۔

نہ میں اعجمی نہ ہندی نہ عراقی و حجازی
کہ خودی سے میں نے سیکھی دوجہاں سے بے نیازی

ساتھیو! مجھے توقع ہے کہ میں ایک مومن کی طاقت کا سرچشمہ کیا ہے یہ بات آپ کی سمجھ میں اچھی طرح آگئی ہوگی میں آپ کو اور اپنے ملی بھائیوں کو اپنے وطن بھائیوں کو بلکہ تمام انسانوں کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اسی سرچشمہ سے سیراب ہونے کی کوشش کریں کہ اس کے بغیر نہ دنیا سپھل ہو سکتی ہے اور نہ آخرت میں سرخ روئی حاصل ہو سکتی ہے۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

فطرت کا سرود ازلی اس کے شب و روز
آہنگ میں یکتا صفتِ سورۂ رحمٰن

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ
لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

★———

طلبہ کی تقریریں

تعلیمی ہفتہ

وقارالحق راجپوتی درجہ ہشتم

ایٹم کی طاقت اور انسان

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہِ الکریم

جنابِ صدر! بزرگان کرام اور ساتھیو! کائنات انتہائی لطیف ذرات سے بنی ہے جسے ہم ایٹم (ATOM) کہتے ہیں۔ ایٹم طاقت و قوت کا ایک بے حد پیچیدہ نظام ہے۔ تجربہ کے لیے اگر یورنیم کے ایٹم کا نیوکلس (Nucleus) توڑا جائے تو اس کے ذرات بیحد شدت کے ساتھ ایک دوسرے کے خلاف بھاگتے ہیں اس لیے ایٹم وہ طاقت ہے جو نیوکلس (Nucleus) سے نکلتی ہے۔ یہی اٹمی توانائی (Atomic Energy) کہی جاتی ہے ایٹم سے یہ طاقت اس لیے حاصل ہوتی ہے کہ اس کے نیوکلس کے ذرات بے پناہ قوت کے ساتھ باہم جڑے رہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جب اس کے نیوکلس (Nucleus) کو توڑا جاتا ہے، تو وہی طاقت جو ایٹمی ذرات کو آپس میں جکڑے ہوئی تھی، شدید انتشار کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔ حضرات! آپ جانتے ہیں کہ ایٹم (Atom) کائنات کی تعمیری اینٹیں ہیں۔ اور آپ اس سے بھی واقف ہیں کہ ایٹم کو توانائی میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ اگر ہم کوئلے کی صرف ایک پونڈ مقدار کو مکمل طور پر توانائی میں تبدیل کر دیں تو اس کی قوت تین ارب پونڈ کوئلے کے برابر ہوتی ہے۔ اگر مادے کی بارہ پونڈ مقدار کو کلی طور پر توانائی میں تبدیل کر دیا جائے تو یہ قوت امریکہ کے تمام پلانٹوں سے پیدا ہونے والی سالانہ قوت کے برابر ہے۔

اسی قوت کا کرشمہ ہے کہ انسان نے دو سو برس کی مسافت کو محض ۹ گھنٹوں کے برابر کر دیا۔ راکٹ کے ذریعہ انسان خلائی پرواز میں منہمک ہے۔

مرحبا یہ مشتِ خاک اور یہ بلندیاں
گردِ راہ ماہتاب فرشِ پا ہے آسماں

آج کا انسان مصنوعی سیاروں کے ذریعہ عالمی مواصلاتی نظام قائم کرنے جا رہا ہے جس سے دنیا کے سارے ملکوں کو ٹیلی گرام، ٹیلی ویژن اور پیغام رسانی میں مدد ملے گی ایٹم کی افادیت اور اہمیت کے پیشِ نظر خلا میں، سطح زمین پر اور سمندروں میں نہایت تیز رفتار ٹریفک چلنے کے امکانات قوی ہو گئے ہیں۔ موجودہ دور میں ایٹم بموں سے بڑی بڑی نہریں بنائی جاتی ہیں، دریاؤں کے رخ موڑ کر سیلاب سے آبادیوں اور فصلوں کو بچایا جاتا ہے، پہاڑی زمینوں کو ہموار کر کے قابلِ کاشت بنایا جاتا ہے، زمین میں انتہائی گہری کھدائی کر کے بجلی اور آبپاشی کے لئے بڑے بڑے ڈیم تعمیر کئے جاتے ہیں۔ اس طرح ایٹم بموں سے زراعتی ترقی میں مدد ملتی ہے۔ یہیں تک بس نہیں بلکہ سمندروں کے کنارے دھماکے کر کے بندرگاہیں تعمیر کی جاتی ہیں، پہاڑوں کو کاٹا جاتا ہے، پہاڑی اور غیر مسطح زمینوں کو مسطح کر کے ہائی وے اور ریلوے بناتے ہیں۔ معدنوں کی کھدائی بھی کی جاتی ہے جس کی وجہ سے ڈینامیٹ (Dinamite) کی بہ نسبت دس گنا رقم کی بچت ہوتی ہے ان معاشی اور زراعتی ترقیوں کے علاوہ حمل و نقل کے ذرائع و وسائل میں بھی ترقی ہوئی ہے چنانچہ بڑے بڑے ایٹمی بحری بیڑے جن کی مجموعی تعداد تقریباً (بقیہ صفحہ ۲۱ پر)

تاریخ کے جھروکوں سے

تعلیمی ہفتہ

طلبہ کی تقریریں

ابرار حسین مظفر پوری درجہ ششم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

جناب صدر بزرگو! اور دوستو!، ماؤں اور بہنو!

اسلام کی عمارت توحید، رسالت اور آخرت کے بنیادی عقیدوں پر قائم ہے۔ اول تا آخر برائیوں کو روکنا اور بھلائیوں کو پھیلانا اس کے فرائض اور عدل و میزان اس کی کسوٹی ہے۔

دنیا میں بھی میزان، قیامت میں بھی میزان

انہیں بنیادوں پر ابھرنے والے جذبات کے ساتھ حاضر و ناظر اللہ کی بڑائی کا استحضار، اس کے وعدوں کا یقین، آخرت کی جواب دہی کا ڈر اور انعامات الٰہیہ کی امید، ایک انسان کو اللہ کی رضا کے مطابق زندگی ڈھال لینے پر آمادہ کرتی ہے اسی وجہ سے ایک مومن کی روح بیدار رہنے والی راحت، دائمی سکون اور چین کے لیے بے چین رہتی ہے، یہاں تک کہ جب باطل اپنی تمام دکھاوٹی زور کے ساتھ حق کا مقابلہ کرتا ہے تو ہر طرف گھٹا ٹوپ اندھیاروں کے ہوتے ہوئے بھی ایک صاحبِ ایمان اور اللہ کی خوشی کا طالب انہیں بنیادوں پر باطل سے ٹکرا جاتا ہے اور انسانیت کی فلاح و بہبود پر محبت و رحمت کے پھول برساتا ہے ؎

باطل کی مہوکتنی ہی طاقت، باطل کی اطاعت کیا معنی
ایماں پہ فدا ہو جاتے ہیں جو صاحبِ ایماں ہوتے ہیں

دنیا کی تاریخ نے یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ یقین اور ایمان کی بنیاد پر ہی قومیں جاگتی، ابھرتی اور جیتی رہی ہیں۔ لگاتار محنت لگن اور یقین ہی وہ قوتیں ہیں جنہوں نے سخت سے سخت معرکے سر کیے ہیں۔ پھر محبت ہی نے دلوں کو جیتا ہے نفرت نے نہیں۔

یقیں محکم عمل پیہم محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

معزز سامعین! یہ اسلام ہی کی صداقت و محبت کا پیغام تھا کہ نجاشی کے دل میں اترتا چلا گیا، جس نے منگول جیسی وحشی قوم کو اللہ احد کا پرستار بنا دیا اور جسے ہندوستان کے بہادر سورما راجپوتوں نے گلے لگایا۔ اور ہاں یہ بھی اسلام ہی کی کارفرمائیاں تھیں کہ وقت کی سب سے بڑی اور جابر حکومتوں کے ایوانوں میں ہلچل مچ گئی، چاہے وہ خسروئے ایران کا دربار ہو یا قیصر روم کی سطوت، سب کے سب سامراجی قلعے بکھر کر رہ گئے۔ اسلام کا جمال بھی جلالِ بے پناہ ہے ورنہ مغربی ممالک میں موجودہ زمانے میں چین اور ہندیشیا میں ابتدائی عہد سے اب تک اسلام کی گنجائش کہاں نکلتی۔ لیکن حقیقتاً انسان کے لیے یہی ایک فلاح کا راستہ ہے وَاِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام۔

حضرات! یہی ہے سچی محبت سے بھرا نور جس نے ترکستان و پنجاب کے گیاہستانوں، سندھ اور راجپوتانہ کے ریگستانوں اور اجمیر کی پتھریلی زمین کو سیراب کیا۔ میسور کے چمن، گلبرگہ کے گلزار اسی سے لہلہا اٹھے، بنگال کے اور بہار کے میدانوں کو اس نے اپنی روشنی سے منور کیا اور مقدس اسلاف نے کچھ اس طرح اسلام کی سچائی اور بھیاکی کے وہ چراغ روشن کیے جنہیں سخت سے جھونکے بھی نہ بجھا سکے۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ ؛ غالب و کار آفریں کار کشا کارساز

بطورِ نمونہ بزرگوں کے سامنے صدیقی ایثار، فاروقی نظم و عدل عثمان غنیؓ کی حیا اور سخاوت۔ علیؓ کی شجاعت و دیانت رہتی تھی۔

حضرات! ذرا یہ پاک مناظر بھی دیکھتے چلیے کہ حضرت ابوبکرؓ اپنے گھر کا تمام سامان غزوۂ تبوک کے موقع پر دے ڈالتے ہیں اور باقی:-

"صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس"

اندھیری راتیں ہیں عمرؓ بے چین ہیں اور جوابدہی کے ڈر سے عوام کی نگرانی کے لیے گشت لگا رہے ہیں کہ اپنے فرائض انجام دے سکیں۔ بکال پڑگیا ہے غلہ سے لدے اونٹ تاجروں کے منافع کے لیے آرہے ہیں، عثمانؓ یہ کل غلہ خرید کر مفت تقسیم کرادیتے ہیں۔ غزوۂ تبوک میں ایک لشکر کی تیاری کا سامان دیتے ہیں مگر خود نصف ساق تک تہبند باندھتے ہیں اور سرکہ سے روٹی کھالیتے ہیں اور یہ ہیں اسلام کے بہادر اسد اللہ الغالب ــــ امیرالمومنین حضرت علی ابن ابی طالب بے مثل جری جن کی تمام آمدنی غربا کی امداد میں جاتی ہے۔ گھر میں فاقے ہوتے ہیں لیکن صبر و شکر سے گذرتی ہے، دیانت اس قدر کہ بیت المال سے ایک حبہ بھی خلافِ حق اپنے بھائی عقیل کو نہیں دیتے۔ یہ تھے اسلامؐ کے مقدس پروانے ــــ قاضی شریح کی نظروں سے ابھی تک کتابیں رنگین ہیں، عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لیے خلفا اور بادشاہ تک عدالت میں کھنچے چلے آتے ہیں اور پورا پورا حق چکا دیا جاتا ہے، اسی بھارت میں محمد تغلق نے خود کو اور شیر شاہ نے اپنے بیٹے تک کو نہیں بخشا۔ جہانگیر نے اپنی چہیتی ملکہ پر بھی سزا قائم کردی۔ یہ تھے سنہری زنجیروں والے بھارتی مسلمانوں کے عدل و انصاف کے نمونے۔ تاریخِ اسلام ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے کیونکہ! ــ "جو مسلماں تھا اللہ کا سودائی تھا" ــ لیکن ــــ

"نہ ایراں میں رہے باقی، نہ توراں میں رہے باقی
وہ بندے فقر تھا جن کا ہلاکِ قیصر و کسریٰ"

پیارے بھائیو! یہ لمحۂ فکریہ ہے ہم اب کیا کر رہے ہیں؟ دنیا یہ سب کچھ کس طرح صحیح مان لے جب اسلاف اور اپنی تاریخ کو جھٹلانے کی تحریکیں ہم چلا رہے ہیں۔

"وائے نادانی! تم مسلماں ہو؟ یہ اندازِ مسلمانی ہے؟!"

ہماری کوتاہیاں اس پر یہ مایوسیاں؟ پھر تاریکیاں کیوں نہ چھاجائیں؟۔

افسوس! "قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغامِ محمد کا تمہیں پاس نہیں"

بھائیو! خوب سمجھ لو۔ اسلام سے محبت کے زبانی دعوے اور عمل سے فرار کے نتائج تمہارے سامنے ہیں، اللہ کی سنت بدلتی نہیں۔ وہ کسی سے بھی اپنا کام لے لے گا مگر تم کس در کے رہوگے؟ آؤ! اگر دونوں جہاں کی ذلتوں سے بچنا چاہو تو آؤ قرآن و سنت کو قولاً اور عملاً اپنالیں، پھر ہے کوئی زندہ دل؟ ــ غفلت سے چونکنے والا اللہ کی رضا کا طالب اور انعاماتِ الٰہیہ کا امیدوار۔

پکانے کی ترکیب

ایک بار ملا نصیر الدین کی، ایک دوست کے یہاں دعوت تھی، وہاں انھیں کلیجی بہت پسند آئی انھوں نے دوست سے اس کے پکانے کی ترکیب پوچھی۔ اس نے پوری ترکیب کاغذ پر لکھ کر دیدی۔

واپسی میں ملا جی نے بازار سے کلیجی خریدی ایک ہاتھ میں کلیجی اور دوسرے ہاتھ میں کاغذ لیے گھر جارہے تھے کہ چیل نے کلیجی جھپٹ لی۔ ملا نے دور جاتی ہوئی چیل کو دیکھ کر قہقہہ لگایا اور کہا ــــ "کلیجی تو تم لے گئی ہو مگر پکاؤگی کس طرح؟ ــــ اس کے پکانے کی ترکیب والا کاغذ تو میرے ہی پاس ہے۔"

تعلیمی ہفتہ
طلبہ کی تقریریں

الخَلقُ عِیالُ الله

شارق انصار (درجہ ہشتم)

اَلحَمدُ لِلّٰہِ۔ اَلحَمدُ لِلّٰہِ حَمدًا کَثِیرًا طَیِّبًا مُبَارَکًا فِیہِ۔ وَصَلوٰۃً وَسَلامًا دَائِمًا اَبَدَ الآبَادِ قِیَامًا وَقُعُودًا وَیَقظَانًا وَنَومًا، عَلٰی سَیِّدِ وُلدِ آدَمَ بَالِی الرِّمَمِ وَکَاشِفِ الظُّلَمِ وَدَافِعِ التُّهَمِ اَبِی القَاسِمِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی آلِہِ الخِیَرَۃِ وَاصحابہ البَرَرَۃِ الدَّاعِینَ اِلَی الاِسلَامِ المُکَافِحِینَ لِلاَمنِ والسَّلامِ۔

اَمَّا بعد ــ فَیَا اَیُّهَا المُستَمِعُونَ الکِرَام! اُرِیدُ اَن اَخطُبَ فِیکُم مُوجَزًا فِی مَسئَلَۃٍ هَامَّۃٍ اِشتَدَّت بِنَا اِلَیهَا الحاجۃ وَلَاسِیَّمَا فِی اَیَّامِنَا هٰذِہٖ۔ لِاَنَّنَا نَرٰی مَا اصطَنَعَہُ الظَّالِمُونَ مِن فُرُوقٍ بَینَ البَشَرِ، وَقَوَاعِدَ لِلتَّفرِقَۃِ الزَّائِفَۃِ۔ فَظَهَرَ مَا ظَهَرَ مِنَ الظُّلمِ وَالفَسَادِ فِی عَالَمِ البَشَرِ کُلِّہٖ۔ وذالِکَ مِن سُوْءِ القصدِ وَخَطَأِ النَّظرِ فِی کَونِ البَشَرِ اَنوَاعًا مُختَلِفَۃً مِن حُرٍّ وَعَبدٍ، وَشَرِیفٍ وَوَضِیعٍ۔

فَقَامَ الاِسلَامُ ــ یَا مَعشَرَ الحَاضِرِینَ ــ یَرُدُّهُم اِلٰی حَقِیقَتِهِمُ الکَبِیرَۃِ، وَیُرجِعُهُم اِلٰی اَصلِهِمُ الوَاحِدِ۔ وَذٰلِکَ اَنَّ "الخَلقَ عِیَالُ اللّٰہِ" فَلَیسَ لَہٗ مِن خَالِقٍ غَیرُہٗ۔ وَلَا یَرزُقُهُم اِلَّا هُوَ۔ فَیُقَرِّرُ الاِسلَامُ التَّسَاوِیَ بَینَ الخَلقِ کُلِّہٖ لِاَنَّہٗ مِن اَصلٍ وَاحِدٍ۔ فیقول "اَلَّذِی خَلَقَکُم مِن نَفسٍ وَاحِدَۃٍ" یُقَرِّرُ الاِسلامُ بِهٰذِہِ الآیَۃِ الکَرِیمَۃِ فِی مُجتَمَعِ البَشَرِ وَحدَۃَ الاَصلِ الَّذِی صَدَرَ عَنہُ النَّاسُ جَمِیعًا۔ وَیُؤَکِّدُ الرَّسُولُ صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیہِ هٰذَا المَبدَأَ فیقول "النَّاسُ لِآدَمَ وَآدَمُ مِن تُرَابٍ، لَافَضلَ لِعَرَبِیٍّ عَلٰی عَجَمِیٍّ، وَلَا لِاَبیَضَ عَلٰی اَسوَد۔ فَلَا یُقَرِّرُ التَّفَاوُتَ بَینَ البَشَرِ فِی التَّقدِیرِ بِسَبَبِ المَولِدِ اَوِ الاَصلِ اَوِ اللَّونِ اَوِ الوِرَاثَہ۔ فَذٰلِکَ الاِختِلافُ فِی الاَنسَابِ اَوِ الاَجنَاسِ اَوِ الاَلوَانِ لَایَصلُحُ اَن یَکُونَ دَاعِیًا لِلاِختِلَافِ فِی الحُقُوقِ وَالوَاجِبَاتِ مَادَامَ الاَصلُ الوَاحِدُ یَجمَعُ بَینَ النَّاسِ جَمِیعًا۔ فیقول "یَا اَیُّها النَّاسُ اِنَّا خَلَقنَاکُم مِن ذَکَرٍ وَاُنثٰی وَجَعَلنَاکُم شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا"۔

وَبِهٰذَا ــ یَا مَعشَرَ الحَاضِرِینَ یَقطَعُ الاِسلَامُ السَّبِیلَ عَلَی النِّظَامِ الطَّبَقِیِّ وَمَا یَصحَبُہٗ مِن نِظَامٍ اجتِمَاعِیٍّ وَیَترُکُ السَّبِیلَ اَمَامَ کُلِّ فَردٍ لِلعَمَلِ بِمَا یَصلُحُ لَہٗ مِن عَونِ اَخِیہِ الاِنسَانِ مُسلِمٍ وَغَیرِہٖ۔

اَیُّهَا السَّادَۃُ الکِرَام۔ اَظُنُّکُم قَد عَلِمتُم مَعنٰی هٰذِہِ الحَقِیقَۃِ الکَبِیرَۃِ الوَاضِحَۃِ اَنَّ النَّاسَ سَوَاسِیَۃٌ کَاَسنَانِ المُشطِ فِی صِلَۃِ بَعضِهِم بِبَعضٍ بِحَیثُ اِنَّهُم مِن اَبٍ وَاحِدٍ وَاُمٍّ وَاحِدَۃٍ وَمِن خَالِقٍ وَاحِدٍ وَرَبٍّ رَازِقٍ وَاحِدٍ۔

وَمِنْ هُنَا فَوَجَبَ عَلَيْنَا بِأَجْمَعِنَا ـــ أَيُّهَا الْحَاضِرُونَ الْكِرَامُ ـ أَنْ يَكُوْنَ الْمَرْءُ فِي عَوْنِ أَخِيْهِ الْإِنْسَانِ مَادَامَ قَادِرًا عَلَى إِيْصَالِ النَّفْعِ إِيَّاهُ ـ مِنْ دُوْنِ تَفْرِيْقٍ بَيْنَ مُسْلِمٍ وَغَيْرِهِ، وَمِمَّا يَجِبُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنَّا أَلَّا يَرْضَى بِخِذْلَانِ أَخِيْهِ، وَلَا تَقَرَّ عَيْنُهُ بِمَا يُؤْذِيْهِ، بَلْ لَا يَرْضَى إِلَّا بِمَا يُرْضِيْهِ ـ

هٰذَا مَا تَقَاضَى قَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَايَةٍ مَا نَصَبُوا إِلَيْهِ مُجْتَمَعَاتُ الْبَشَرِيَّةِ أَنْ يَتَّحِدَ الْإِحْسَاسُ وَيَتَضَامَنَ، وَ تَتَوَافَقُ الْمَشَاعِرُ وَتَتَسَانَدُ، وَأَنْ يَسْعَى الْجَمِيْعُ إِلَى غَايَةٍ وَاحِدَةٍ هِيَ تَحْقِيْقُ السَّعَادَةِ وَالْأَمْنِ لِلْبَشَرِيَّةِ كُلِّهَا ـ

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥

بقیہ صفحہ نمبر ۵۵

نَعَمْ، نَعَمْ، يَا رَبِّ! أَنْتَ وَلِيُّنَا وَمَوْلَانَا، أَنْتَ نَصِيْرُنَا وَرَازِقُنَا، أَنْتَ الَّذِيْ تَنْصُرُنَا، وَإِنْ خَذَلْتَنَا فَلَا نَاصِرَ لَنَا مِنْ دُوْنِكَ، أَنْتَ الَّذِيْ تَرْزُقُنَا، وَإِنْ أَمْسَكْتَ عَنَّا رِزْقَنَا ـ فَلَنْ نَقْدِرَ عَلَى حَبَّةٍ مِنْهُ فَضْلًا عَنْ قُوْتِنَا ـ

وَلٰكِنْ أَيُّهَا الْإِخْوَةُ وَأَيَّتُهَا السَّادَاتُ! ـ هَلْ رَأَيْتُمْ أَعْجَبَ مِمَّا نَحْنُ فِيْهِ ـ نَحْنُ نَقُوْلُ وَنُعْلِنُ أَنَّنَا خَلْقُ اللّٰهِ وَأَنَّنَا عِبَادُ اللّٰهِ ثُمَّ نَعْصِيْهِ وَنُؤْذِيْهِ لَا نُطِيْعُهُ فِيْمَا يَأْمُرُ وَلَا نَنْتَهِيْ عَمَّا يَنْهَى عَنْهُ، لَا نَأْتِيْ بِمَا يُحِبُّ وَلَا نَتْرُكُ مَا يَكْرَهُ، نَأْكُلُ رِزْقَهُ وَنُطِيْعُ غَيْرَهُ ـ نَمْشِيْ عَلَى أَرْضِهِ وَنَبِيْتُ عَلَى بَغْيِهِ ـ لَا شَكَّ أَنَّ هٰذَا الشَّيْءَ عُجَابٌ ـ نَأْتِيْ بِهِ ثُمَّ نَدَّعِيْ أَنَّنَا نَحْنُ أُولُو الْأَلْبَابِ!!

وَفَّقَنَا اللّٰهُ وَإِيَّاكُمْ أَنْ نَعْرِفَ أَنْفُسَنَا وَنَخْضَعَ لِرَبِّنَا وَنَخْذُلَ الْبَغْيَ وَالْمَعْصِيَةَ فَإِنَّ عَاقِبَتَهُمَا وَخِيْمَةٌ وَعَقِبَتَهُمَا حَسْرَةٌ وَنَدَامَةٌ ـ

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ـ ○

○

"بابائے اردو مولوی عبدالحق مرحوم ٹرین سے سفر کر رہے تھے ان کے قریب ہی دوسری برتھ پر بیٹھے ہوئے ایک اجنبی نے انہیں غور سے دیکھتے ہوئے بڑے ادب سے سوال کیا ـــ "کیا میں آپ کا نام پوچھ سکتا ہوں"ـــ مولوی صاحب نام پوچھنے کے اس انگریزی انداز پر دل ہی دل میں جل کر رہ گئے۔ لیکن بڑی سادگی سے بولے ـــ "پوچھیے ـــ!" اور اجنبی ہکا بکا ہو کر مولوی صاحب کی طرف دیکھنے لگا۔

تعلیمی ہفتہ

طلبہ کی تقریریں

دعوة إلى معرفة النفس وطاعة الرب

نعمان طلیس درجہ ہفتم

نحمده ونصلي على رسوله الكريم وعلى آله وأصحابه الغر الميامين وعلى من تبعهم إلى يوم الدين۔

أما بعد — فإخوتي الأعزة وساداتي الكرام! نحن كلنا بحمد الله من أبناء الإسلام وأتباع الإسلام۔ نحمل لواء الإسلام ونريد أن نحيى بالإسلام ونموت بالإسلام. والإسلام يقول إننا كلنا خلق الله، كلنا عباد الله، وهذه حقيقة ظاهرة مكشوفة، حقيقة لامعة ملموسة۔ حقيقة واضحة كالشمس، فهذا العالم وهذا الكون بكل ما فيه يشهد بل يجهر بهذه الحقيقة الحلوة، يعلن بهذه الظاهرة العذبة۔

ما أحلى هذه الحقيقة وما أعذبها! إننا خلق الله، عباد الرحمن الرحيم العطوف الكريم، خلق الله الودود الحليم، الذي منّ علينا بالحيوة، الحيوة الغالية الثمن، بل التي لا تقدر بأي ثمن، ولا تقال بأي كيل ولا وزن۔ ثم لم ينته كرمه الجياش وجوده الفياض۔ عند ذلك۔ بل هيأ لنا جميع أسباب العيش ووفر لنا تمام حوائج الحيوة وآتانا من كل ما سألنا حتى إن شئنا أن نعد نعمة الله ما استطعنا۔

ألا تفكرون في عظيم خلق الله أيها الإخوة وأيها السادات — أنظروا أولاً في خلقكم، أنظروا من خلقكم، ثم من أنبتكم وربّاكم ووهب لكم آباء وأمهات، من جعل لكم السمع والأبصار والأفئدة۔ ألا ترون إلى السماء؟ أنظروا من بناها ثم من رفع سمكها فسوّاها وأغطش ليلها وأخرج ضحاها؟ وألا ترون إلى الأرض؟ أنظروا من دحاها ثم من أخرج ماءها ومرعاها ومن جعل فيها رواسي شامخات وأنبت فيها جنات من نخيل وأعناب ومن جعل لنا هواء نقيا ونسيما عليلا نتنفس فيه۔ هذا وهذا كله من الله، كله من صنع الله، كله من فضل الله، كله من آلاء الله ولو أمسك عنا شيئا من هذه النعم لما قدرنا عليه أبد الدهر ولو اجتمع على تحصيله الجن والبشر، إستمعوا۔ هو نفسه يقول، بل يعلن جهارا ويتحدى جميع من في الكون من الجن والإنس: "ما يفتح الله للناس من رحمة فلا ممسك لها وما يمسك فلا مرسل له من بعده وهو العزيز الحكيم"۔ ويسأل العباد سؤال العزيز المقتدر "أمن هذا الذي يرزقكم إن أمسك رزقه بل لجوا في عتو ونفور"۔ (باقی صفحہ ۵۴ پر)

تعلیمی ہفتہ | ایک کہانی | نعیم احمد امروہی (دسوم ب)

بادشاہ اور مچھیرا

ایک تھا مچھیرا۔ وہ بہت ہی نیک اور بہادر تھا۔ اکیلا کشتی لے کر دریا میں اتر پڑتا، مصیبت اور موت سے بالکل نہ گھبراتا تھا۔ وہ بس خدا سے ڈرتا تھا۔ اس کو یقین تھا کہ جس کو خدا مارنا چاہے اس کو کوئی بچا نہیں سکتا اور جس کو خدا بچانا چاہے اس کو کوئی مار نہیں سکتا۔ موت کا وقت مقرر ہے نہ وہ پہلے آسکتی ہے اور نہ بعد میں۔

ایک بار ایک بادشاہ اس کی کشتی پر سوار ہوا۔ مچھیرا کشتی چلانے لگا۔ بادشاہ نے اس سے دریافت کیا۔ "تمہیں یہ کام کرتے ہوئے کتنا عرصہ ہوگیا" — مچھیرا بولا "میں بچپن سے یہ کام کر رہا ہوں، میرے باپ دادا بھی کشتی چلایا کرتے تھے۔" بادشاہ نے سوال کیا۔ "تمہارے دادا کس طرح مرے؟" مچھیرے نے جواب دیا — "ایک بار وہ یہی دریا پار کر رہے تھے کہ اچانک ان کی کشتی الٹ گئی۔ لوگ مدد کے لیے لپکے انہوں نے خود بھی ہاتھ پاؤں مارے لیکن موت نے انھیں نہ چھوڑا۔"

بادشاہ نے پھر پوچھا "تمہارے والد تو زندہ ہوں گے۔؟" مچھیرے نے کہا۔ "نہیں، کافی دن ہوئے وہ بھی اسی دریا میں مچھلیاں پکڑ رہے تھے کہ کشتی ایک بھنور میں پھنس گئی۔ بھنور سے نکلنے کی انہوں نے پوری کوشش کی مگر موت سے نہ بچ سکے۔"

بادشاہ نے پھر سوال کیا۔ "تمہارا کوئی بھائی بھی ہے؟"

مچھیرا بولا، "ہم چار بھائی تھے لیکن تین بھائی اسی دریا میں ڈوب کر مر گئے۔" بادشاہ نے گھبرا کر پوچھا — "آخر تم یہ کام کیوں کرتے ہو؟ ہوسکتا ہے کہ یہ دریا ایک دن تمہیں بھی اپنا نوالہ بنالے۔" — مچھیرا تھوڑی دیر خاموش رہا پھر بولا —

"بادشاہ سلامت، آپ کے دادا جان بھی بادشاہ رہے ہوں گے؟ وہ کس طرح مرے؟" بادشاہ نے کہا — "وہ ایک رات اچھے خاصے سوئے لیکن دوبارہ جاگ نہ سکے۔" مچھیرے نے پھر سوال کیا — "حضور! آپ کے ابا جان تو زندہ ہوں گے؟"

بادشاہ نے جواب دیا وہ بھی اب اس دنیا میں نہیں رہے۔ ایک دن اچانک سینے میں درد اٹھا، دوا کھانے سے پہلے ہی انھیں موت کا مزہ چکھنا پڑا اور ان کی جگہ میں بادشاہ بنا۔" مچھیرے نے پوچھا، "بادشاہ سلامت، پھر آپ کیوں اس محل میں رہتے ہیں؟ ہوسکتا ہے کہ آپ بھی اس محل میں اپنے دادا جان اور ابا جان کی طرح موت کا شکار ہو جائیں۔"

بادشاہ حیران رہ گیا کوئی جواب نہ دے سکا، تب مچھیرے نے کہا —

"زندگی اور موت انسان کے بس میں نہیں ہے۔ اللہ تعالے جس کو چاہتا ہے مارتا ہے اور جس کو چاہتا ہے زندہ رکھتا ہے ہمیں موت سے ہرگز نہیں گھبرانا چاہیے" ہاں مرنے کے بعد جو کچھ ہونے والا ہے اس سے ضرور ڈرنا چاہیے، اور موت کے بعد زندگی کے لیے تیاری کرتے رہنا چاہیے۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ۔

"ہوشیار اور ذہین وہ ہے جس نے اپنے نفس کو قابو میں کیا اور موت کے بعد کی زندگی کے لیے عمل کیا۔"

★

تعلیمی ہفتہ

ایک مزاحیہ تفریح

سات مچھیرے

منظور الحسن ہاشمی
ناظم درس گاہ

کردار

پہلا	مچھیرا	پرویز اختر	درجہ ششم
دوسرا	مچھیرا	منصور عالم	درجہ چہارم
تیسرا	مچھیرا	سہیل احمد	درجہ ہفتم
چوتھا	مچھیرا	محمد شاد	درجہ ششم
پانچواں	مچھیرا	محمد عمیر خاں	درجہ پنجم
چھٹا	مچھیرا	محمد معین خاں	درجہ پنجم
ساتواں	مچھیرا	تمیز الدین	درجہ ششم
راہ گیر		محمد سعود خاں	درجہ پنجم

(پردے کے پیچھے سے آوازیں آرہی ہیں)

پہلا :- "آج کھوبَ مَجا آوا"

دوسرا :- "آج ہمری جھولی پوری بھر گئی"

تیسرا :- "ہمکا آج ایک بڑی مچھلی ملی"

چوتھا :- "بھگّو! بھگّو!! ہُوت - او بھگّو!!!"

بھگّو :- "ہم ہیاں ہن ـــــ کا کہت ہو؟"

چھٹا :- "ارے ابھئن تلک مچھلی پکڑت ہو"

ساتواں :- "ارے بھگّو شام ہوئے گئی، کا رات ما چلیہو کا؟"

بھگّو :- "ہم ابھی آئت ہے۔ پلیا کے پاس ہم تم سے مل جئیبے"

(اسٹیج پر چھ مچھیرے داخل ہوتے ہیں)

پہلا :- "بھیا آج ہم دریا ما بہت دور تک گئے رہن"

دوسرا :- "ہمری ناؤ آج دھوکا دِیس - وہ ما ایک چھید ہوئے گوا۔ پانی اندر بھل بھل بھل بھل بھل بھل آوے لگا"

تیسرا :- "تم تو بڑے پریسان ہوگئے ہوئیہو"

دوسرا :- "ہاں بھیا ہم گھبڑا گئن۔ پانی باہر پھیکت پھیکت تھک گئن"

چوتھا :- "پھر کا کیو"

دوسرا :- "پھر ہم اپنی پگڑی پھاڑ کے چھید ما ٹھونس دیا تب جائے کے پانی رُکا"

چھٹا :- "اور بھیا! ہمرا تماسا ناہیں سنیو"

پہلا :- "تمرا کا تماسہ رہے بھیا!"

چھٹا :- "تم ہو تیو تو سٹی پٹی بھول جاتیو"

پہلا :- "ارے بتلاؤ تو اپنی بہادری، بڑے تیس مار کھاں بنے ہیں"

چھٹا :- "ہم جب بیچ دھارے میں پہونچن تو دیکھا ایک مگرمچھ کا بچہ منھ کھولے ہمری طرف آوت رہے"

ساتواں :- "مگرمچھ کی اماں نہیں آئی وہ کہاں رہے؟"

پہلا :- "گئی ہوئے کھانا پکاوے"

چھٹا :- "ارے تم تو مجاک کرت ہو"

دوسرا :- "اور مگرمچھ کے ابا کہاں گئے رہیں"

ساتواں :- "نمک مرچ ہلدی دھنیا لانے گوا ہوئے"

چوتھا :- "ارے ناہیں، الکسن ما حصہ لینے گوا ہوئے۔ کوم کے گم ما مگرمچھ بھی رووت ہیں"

تیسرا :۔ "ارے سب مل کے دیوانہ بناوت ہو۔ ہاں بھیا بتاؤ تو پھر کا بھوا؟"

چھٹا :۔ "تم سنت ناہیں۔ ہاں تو گھڑیال کا بچہ ہم پر حملہ کرس تو ہم اس چھوکا اس کے منھ ما ٹھونس دیا۔"

پہلا :۔ "پھر کا بھوا؟"

چھٹا :۔ "لگا ادا داد کرے۔"

دوسرا :۔ "او بھگو۔ بھگو ہوت۔"

بھگو :۔ "ابھی آیت ہے۔ ابھی آئت ہے۔" (دور سے آواز آتی ہے۔)

چھٹا :۔ "ہمری او کی لڑائی بڑی دیر تک ہوتی رہے۔ اتفاق سے ایک سکاری بندکیا لیے اُدھر آگوا۔ او ر ٹھائیں سے گولی مارس، مگرمچھ وہیں ڈھیر ہوے گوا اور پھر پانی ما ڈوب گوا۔"

پہلا :۔ "واہ بھئی دا، تم تو بڑے بہادر نکلے۔"

ساتواں :۔ "سچ مچ تم تیس مار کھاں ہو۔"

تیسرا :۔ "بھیا ہمرا ابھی کتھہ سن لیو۔"

پہلا :۔ "ہاں تمری کسر رہ گئی رہے۔ سناؤ اپنا کتھہ۔"

تیسرا :۔ "ایک دن ہم جنگل سے گجر رہے رہن۔ جب دوپہر ہوئے گئی تو ایک پیڑ کے تلے بیٹھ گئن اور کھانا کھائے لگن۔"

دوسرا :۔ "اکیلے اکیلے کھا گیو۔ ہم کا نہیں بلایو۔"

ساتواں :۔ "ہاں سناؤ اپنی کہانی۔ ان کا بکے دیو۔"

تیسرا۔ "ہاں تو بھیا! جب ہم کھائے رہے رہن تو پیچھے سے آواز سنا "پھس پھس پھس پھس" پیچھے پلٹ کے جو دیکھا تو ایک بڑا سا بھالو ہمرے برابر چلا آوت رہے۔" (چوتھے کی طرف اشارہ کرکے)۔

چوتھا :۔ "ہمرے برابر۔ واہ بھئی واہ ہم کا بھالو بنا دیو؟"

تیسرا :۔ "تو بھیا ہمرے ہوش اُڑ گئے۔"

ساتواں :۔ "ارے اپنے ہوش کا تم پنجرے کے اندر رکھا کرو پھر کبھی نہ اڑیہے۔"

دوسرا :۔ "نہیں بھیا تم تو کبوتر کی طرح ہوش کے پر کتر دیو۔"

پہلا :۔ "تمرے ہوش اُڑ کے کہاں گئے؟"

چوتھا :۔ "ان کے ہوش پیڑ پر جا کے بیٹھے ہوئیں۔ پھر لاسا لگا کے پکڑن ہوئیں۔"

تیسرا :۔ "ارے اب تو تم ہم کا پاگل بناوت ہو۔"

دوسرا :۔ "سناؤ بھیا! سناؤ، اچھا تمرے ہوش اُڑ گئے تو پھر کا بھوا؟"

تیسرا :۔ "آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ اپنا کمبل اٹھا کے بھالو کے اوپر پھینک دیا۔ وہ ما کھوب لوٹ پوٹ بھوا۔"

چھٹا :۔ "وہ کا سردی لگ رہی ہوے۔ اچھا کیو کمبل اڑھا دیو تم کا ثباب (ثواب) ملی۔"

تیسرا :۔ ہاں تو کمبل ما لپٹ کر لوٹ پوٹ ہوت رہے۔ ہم اپنا ڈنڈا گھما کے اس کی کھپڑیا پہ یا جور سے مارا کہ وہ بڑی جور سے چیکھا چیں۔ پھر ہم بھاگ کے ایک پیڑ پر چڑھ گئن۔"

پہلا :۔ "تمرے پیچھے پھر دوڑا ہوئے۔"

تیسرا :۔ "ہاں بھیا دوڑا، اتی دیر ما لکڑہارے آئے گئے۔ کلہاڑی مار مار کے اسے بھوسا کر دین۔"

چوتھا :۔ دیکھو بھگو ناہیں آدا۔ بھگو بھگو ہوت۔ او بھگو!"

بھگو :۔ "ابھئن آئت ہے، ابھی آئت ہے۔"

چھٹا :۔ "اللہ کا پھل، آج کل مچھلی کے دام بہت تیج ہیں۔"

ساتواں :۔ ہاں بھیا! اللہ کی مہربانی ہے۔ آج کل الکسن ہیں نا! ڈنر کھوب ہو رہے ہوئیں

پہلا :۔ ہاں، ڈنر ما مچھلی کا سالن، مچھلی کے کباب۔ مچھلی کی سائڈ ڈس کھوب پک رہی ہے۔"

دوسرا :۔ لیڈر لوگن کا اب اور کونسا کام ہے۔ رات ما مچھلی کھاوت ہیں اور دن ما ہمری طرح مچھلی پکڑت ہیں۔"

تیسرا :۔ "اچھا! ہمری طرح وہ بھی دریا ما آکے مچھلی پکڑت ہیں؟"

دوسرا :۔ ارے تمری اکل ماری گئی ہے یا چرنے کا گئی ہے۔"

تیسرا :۔ اچھا تو سمجھاؤنا تمرا مطلب کا ہے۔؟"

چوتھا :۔ "لیڈر لوگن کا تم نہیں جانت، وہ دن بھر جال پھیلاوت ہیں، ووٹ دینے والے کا ویسے ہی پکڑت ہیں جیسے ہم مچھلی پکڑت ہیں۔"

ساتواں :۔ "ہاں اب سمجھ میں آوا۔ تم تو پہیلیاں بجھا رہے رہو۔"

چوتھا :۔ جیسے ہم مچھلی کا چارہ دے کے بیوکوف بنائت ہے ویسے ہی لیڈر لوگ جنتا کا آلو بناوت ہیں۔"

پہلا :۔ "ان کا چارہ کیسا ہوت ہے؟"

چوتھا :۔ "وہ کہت ہئں ہم تم کا مکان بنوا دیب۔"

ساتواں :۔ "مکان میہھت ما، واہ بھئی واہ۔"

چوتھا :۔ "وہ کہت ہیں ہم تم کا ایک ایک ایکڑ جمین دیئے۔"

تیسرا :۔ "جمین۔ یہ بھی میہھت ما۔ کھوب بھائی کھوب۔"

چوتھا :۔ "وہ کہت ہیں ہم تمرے بچن کا میہھت میں تعلیم دلوئے اور ملا جمت کا انتجام کر بے۔"

دوسرا :۔ ہمرے بچن کا میہھت ما کلکٹر بنا دیہیں، واہ بھائی واہ۔"

چوتھا :۔ تکریر کرت ہیں تو مگر مچھ کی طرح آنسو بہاوت ہیں۔"

دوسرا :۔ "رونے دھونے کے بعد پھر کا کرت ہیں؟"

چوتھا :۔ "جب ووٹ اکٹھا کر کے جیت جات ہیں تو پھر کھرگوس کی طرح بھی نیند سو جات ہیں۔ پھر ان کا کھبر نہیں ہوت کون مرا کون جیا۔"

چھٹا :۔ "واہ بھائی واہ، یہ لیڈر لوگ بھی اچھے مچھیرے ہیں۔"

دوسرا :۔ "بھگو، بھگو ہوت۔ او بھگو ــــ؟"

بھگو :۔ "آئت ہے۔ آئت ہے۔"

دوسرا :۔ جلدی سے آؤ۔ اب بالکل سام ہوئے گئی۔ ہم سب چل دیب تو اکیلے تم ہیں سے لڑھیو کا۔"

بھگو :۔ "یہ لو ہم آگئن۔ بہت چہکت رہو۔"

پہلا :۔ تم آج بہت سی مچھلی پکڑیو۔ کا معاملہ ہے۔"

بھگو :۔ "آج ٹھیکے دار بہت سی مچھلی منگوائن ہیں۔"

دوسرا :۔ "بہت کھوب۔ تو پانچوں انگلیاں گھی ما ہیں۔"

بھگو :۔ ہاں بھائی اللہ کی دین ہے۔ اچھا تو چلو۔"

چوتھا :۔ پہلے گن تو لیو سب موجود ہیں۔ ٹھیرو ہم گنت ہے۔ ..... ایک دو تین چار، پانچ چھ۔ ارے صرف چھ آدمی ہم تو سب ملا کے سات رہیں۔"

دوسرا :۔ ٹھہرو ہم گنت ہے ..... ایک دو ..... چھ ــــ ارے صربچھ (صرف) چھ آدمی۔ ساتواں کہاں چلا گوا؟"

بھگو :۔ ٹھہرو۔ ہم گنت ہے۔ ایک دو ..... چھ۔ واہ بھئی واہ صربچھ چھ آدمی۔ ساتواں کہاں بھاگ گوا؟"

پہلا :۔ (زور سے چیخ کر) "اے بھیا! تم کہاں ہو، جلدی آجاؤ۔"

تیسرا :۔ "اے بھیا۔ تم کہاں ہو، جلدی آجاؤ۔ اندھیرا ہوئے گوا ہے۔"

ساتواں :۔ "او بھیا، بھیا، بھیا ہوت ــــ۔ جلدی سے آجاؤ۔"

چوتھا :۔ "کوئی جواب نہیں مل رہا، بیچارہ کہیں دریا ما تو نہیں ڈوب گوا۔"

پہلا :۔ "اور اگر جنگل ما بھٹک گوا ہوئے تو۔"

پانچواں :۔ "بھیڑیئے او کا کھا جیہیں۔"

چھٹا :۔ ریچھ اسے نہ چھوڑھن۔"

تیسرا :۔ "او بھیا۔ ہم کا پریسان نا کرو۔ جلدی آؤ۔" (چیختا ہے)

دوسرا :۔ "بیچارہ ایسا معلوم ہوت ہے۔ دریا ما ڈوب گوا۔"

پہلا :۔ "جب اس کے اماں ابا سنیہیں تو ان کا برا حال ہوئے

جائی۔ مارے گم کے مر جئیں۔"

تیسرا :۔" ارے بھیا اس کی بی بی کھرسن کے بے ہوس ہوئے جائی۔"

بھگو :۔" اور بھیا ان کے بچن کا برا حال ہوئے جائی۔ بلک بلک کے روئیں۔ ہائے ابا، ہائے ابا، او ابا!"

چھٹا :۔" اور ان کے کھن دپھن کا انتجام کرنا پڑی۔"

چوتھا :۔" کبر بھی تو کھدوانی پڑھیے۔ ہائے اللہ، ہمرا ساتھی اللہ کو پیارا ہوئے گوا۔"

تیسرا :۔" اللہ میاں ود کے گناہ ماپھ کردو۔ وہ کی مگھپرت پھماو۔"

پہلا :۔ "ہائے اللہ کیسا گمگین واکعہ پیس آگوا۔"

راہ گیر:۔ (اندر داخل ہوتا ہے) بھائی کیا معاملہ ہے۔؟ تم سب غمگین نظر آتا ہے۔ پریشان دکھائی دیتا ہے۔"

دوسرا :۔" ہائے اللہ ہم کا بتائی۔"

چوتھا :۔" ارے بھیا! ہم پر بڑی آپھت آیگئی۔"

راہ گیر :۔" خو تم بولتا نہیں، کیا بات ہوا؟"

دوسرا :۔" بھیا ہمرا ایک ساتھی گم گوا۔"

چوتھا :۔ "بھیا! دریا ما ہمرا ایک ساتھی ڈوب گوا۔"

چھٹا :۔ "جنگل میں بے چارہ بھٹک گوا۔"

بھگو :۔" اوکا کہن بھڑیا نا پھاڑ کر کھا جائین۔ ہم سات رہن اب سات ما ہر پھ چھ باکی رہ گئے۔ ساتواں نہ جانے کہاں چلا گوا؟۔ ہائے اللہ!"

راہ گیر :۔" تم لوگ سات تھا؟ ——"

چھٹا :۔ "ہاں بھیا، سات تھے اب چھ رہ گئے۔"

راہ گیر :۔ (چپکے چپکے دل میں گن کر) خو تم کیسی بات کرتا ہے۔ تم لوگ سات ہے پورا سات —!"

پانچواں :۔" نہیں بھیا۔ دیکھو۔ ایک دو۔۔۔۔ چھ۔ ساتواں گائب ہے۔"

راہ گیر :۔ (ہنستا ہے) " تم لوگ عقلمند معلوم ہوتا ہے۔ ہم تمہارا ساتھی تلاش کر دیگا تو تم ہم کو کیا دے گا؟"

تیسرا :۔" ہم سب اپنی مچھلی دے دیب اور جو منگھیو ہم کھوسی کھوسی دے دیب۔"

راہ گیر :۔" خو تم ایک لائن میں کھڑا ہو جاؤ۔"

(سب کھڑے ہو جاتے ہیں)

راہ گیر :۔" خو تم بولو ایک۔"

پہلا :۔ —" ایک"

راہ گیر :۔" اب تم بولو دو۔"

دوسرا —" دو"

راہ گیر :۔" اب تم بولے گا تین۔"

تیسرا :۔" تین"

(اسی طرح سب گنتے ہیں)

راہ گیر :۔" خو، گن لیا؟ پھر گنو۔"

(سب گنتے ہیں۔" ایک دو تین...... سات۔")

راہ گیر :۔" اب تم لوگ کتنا ہے؟"

پہلا :۔ "اب تو ہم لوگ سات ہیں۔"

راہ گیر :۔ خو تمہارا ساتھی تم کو مل گیا۔ ہم مبارکباد دے گا۔ اب تم سب گلے ملو۔"

(سب گلے ملتے ہیں)

پہلا :۔" اللہ تمہیں کھس رکھے۔ ہمرا ساتھی ہم کا مل گیا۔ بھیا تم پھر ستہ ہو پھر ستہ۔"

بھگو :۔" لو بھیا! ہم اپنا وعدہ پورا کرت ہیں ہمری سب کی مچھلیاں لے لیو۔"

راہ گیر :۔" ہم فرشتہ نہیں ہم انسان ہے ہم کو معاوضہ کی ضرورت نہیں ہے، ہم کو معاوضہ کی ضرورت نہیں تم خوش ہو کر گھر کو جائے گا یہ ہمارا خوشی ہے۔

(پردہ گرتا ہے)

★★



سید منظور الحسن ہاشمی (ناظم درسگاہ)

ایک ایکٹ کا ڈرامہ

کردار

۱-	چودھری	انحمار احمد (قائم گنج)	درجہ ہفتم
۲-	قاضی	معید علی (رامپوری)	درجہ ہفتم
۳-	حکیم	محمد عارف (رام پوری)	درجہ ششم
۴-	کلوا کاشتکار	مصعب خالد (دربھنگوی)	درجہ ہشتم
۵-	رمضانی چرواہا	شاہد احمد (نگینہ پوری)	درجہ پنجم
۶-	کوتوال	حبیب الرحمٰن (رامپوری)	درجہ ہفتم
۷-	منشی	محمد عمران رامپوری	درجہ ہشتم
۸-	بھولو (چودھری کے ملازم)	حفیظ الرحمٰن سنبھلی	درجہ ہفتم
۹-	نادر	فیروز شاہ	درجہ سوم ب
۱۰-	شاکر	مہروز شاہ	درجہ دوم الف

(پہلا سین)

(رات کا وقت ہے چھپر والے برآمدہ کے سامنے چند تپائیاں پڑی ہوئی ہیں، ایک چھوٹا سا چراغ ایک ڈیوٹ پر رکھا ہوا ٹمٹما رہا ہے۔ چودھری صاحب پگڑی باندھے ہوئے اور ایک موٹا سا ڈنڈا لیے ہوئے باہر نکلتے ہیں اور ٹہلنے آہستہ آہستہ ٹہلنے لگتے ہیں کسی گہری سوچ میں ہیں ٹہلتے ہوئے کبھی کبھی رک جاتے ہیں اور اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہیں)۔

چودھری:- "شکر ہے ...... اس کا احسان ہے ... ہماری بستی میں ہر طرح کا امن ہے، لڑائی جھگڑے بہت کم ہوتے ہیں .... اور اگر کبھی کوئی جھگڑا ہوا تو چند بھلے مانس بیچ میں پڑ کر بہت جلد میل ملاپ کرا دیتے ہیں ... چوری شاید ہی کبھی ہوئی ہو۔

.... شراب جوا، بدکاری .... اوہوں .... ان سب لعنتوں سے ہماری بستی پاک ہے۔

.... پروردگار! تیرا شکر ہے ... تیرا کرم ہے کہ ہم چین کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ہندو ہوں یا مسلمان سکھ ہوں یا عیسائی سب ہی امن و آرام سے رہتے ہیں۔ شکم سیر ہو کر کھاتے ہیں اور میٹھی نیند سوتے ہیں۔"

(تپائی پر بیٹھ جاتا ہے)

چودھری:- "ارے یہ شور و غل کیسا ہے؟" ..... (کھڑا ہو جاتا ہے)

آوازیں "پانی لاؤ .... پانی لاؤ، پانی لاؤ۔ اوپر چڑھ جاؤ بچہ کو نکالو۔ ارے وہ بڑھیا، اسے بچاؤ جلدی کرو۔ جلدی کرو۔"

چودھری:- "وہ دھواں، اُف دھویں کے خوفناک بادل آسمان سے باتیں کرتے ہوئے آگ کے شعلے۔ یا اللہ! یہ کیا ہوا۔ کسی بدنصیب کی جھونپڑی میں آگ لگ گئی۔ خدایا ان بدنصیبوں پر رحم فرما۔ ارے بھولو .... ادھر آؤ۔"

بھولو :- "جی ہجور ! — کیا بات ہے ؟"

چودھری :- "ذرا دیکھو تو — یہ آگ کہاں لگی ہے، دوڑو۔ آگ بجھانے
مدد کرو۔"

بھولو :- "بہت اچھا ہجور ! — ابھی جاتا ہوں۔"

چودھری :- "میں بھی آ رہا ہوں، مجھے ایک صاحب کا انتظار ہے۔"

بھولو :- "بہت اچھا ہجور ! —"

(بھولو جاتا ہے)

(چودھری بڑی بیتابی کے ساتھ ٹہلتا ہے، بار بار
اس کی نظریں جلتے ہوئے جھونپڑے کی طرف اٹھتی ہیں)

چودھری :- "خدا کا شکر ہے آگ کے شعلے کم ہوتے جا رہے ہیں۔
بہت جلد لوگوں نے آگ پر قابو پا لیا آگ بجھانے کے لیے
پورا گاؤں اکٹھا ہو گیا ہوگا.... کیوں نہ ہو انسانیت
کا تقاضا یہی ہے۔

(زنجیر کا کھٹکا ہوتا ہے۔)

چودھری :- "کون صاحب ہیں ؟"

کلوا کی آواز :- "میں ہوں ہجور.... کلوا۔"

چودھری :- "اندر آ جاؤ، دروازہ کھلا ہے۔"

کلوا کی آواز :- "بہت اچھا ہجور !"

(کلوا داخل ہوتا ہے)

کلوا :- "سلام ہجور !"

چودھری :- "سلام بھائی ! آؤ بیٹھو، کہو کیا بات ہے۔ کچھ پریشان
معلوم ہوتے ہو ؟"

کلوا :- "پریشانی کی بات ہے ہی ہجور !"

چودھری :- "کہو تو.... کیا بات ہے۔ بیٹھو۔" (دونوں بیٹھ جاتے ہیں)

کلوا :- "ہمار سارا کھیت اجاڑ ڈالِن، ہم کا برباد کر دین۔"

چودھری :- "کون ؟ کس نے اجاڑ ڈالا ؟"

کلوا :- "ارے ہجور۔ کا بتائی .... کچھ کہو تو جان کھترے
ما ہے۔"

چودھری :- "نہیں، نہیں۔ ضرور کہو۔ جان خطرے میں کیوں ہے ؟"

کلوا :- "ارے ہجور، بڑے آدمن کا ماملا (معاملہ) ہے ہم ہین
چھوٹے آدمی۔"

چودھری :- "نہیں، بڑے اور چھوٹے کا کوئی سوال نہیں انصاف
کے آگے سب برابر ہیں۔"

کلوا :- "ہجور ! وہ جو کاجی جی ہیں نا...... ؟"

چودھری :- "ہاں ہاں قاضی جی .... تو کیا ہوا ؟ انھوں نے
کیا کیا ؟"

کلوا :- "کاجی جی کچھ بھی نہیں کرِن۔ وہ تو بڑے ہی بھلے مانس
ہیں — اللہ انہیں جندہ سلامت
رکھے۔"

چودھری :- "پھر جلدی بتاؤ۔ تم تو پہیلیاں بجھا رہے ہو۔ ؟"

کلوا :- "ہجور ! کاجی جی کے بھانجے اور ان کے چیلی چاپڑ"..

چودھری :- "اچھا۔ قاضی جی کے بھانجے اور ان کے دوست احباب"

کلوا :- "ہاں ہجور !"

چودھری :- "کیا انہوں نے کھیت کاٹ ڈالا"

کلوا :- "نہیں ہجور ! سب مل کے اپنے گھوڑے دوڑ ائن۔
گیہوں کی کھڑی پھسل کا روند ڈالِن۔"

چودھری :- "افسوس، افسوس ..... یہ واقعہ کب پیش آیا ؟"

کلوا :- "آج شام ما — یہ ان کا کھیل ہوا، یہاں ہمری کسمت
پھوٹ گئی۔ اور ہجور نہ جانے کیسی کیسی آپھت مچائن ہیں۔"

چودھری :- "اچھا، کچھ اور بھی — افسوس ! ہماری بستی امن کا
گہوارہ تھی۔ سب لوگ چین سے رہتے تھے۔ یا اللہ !
یہ کیسی مصیبت نازل ہو گئی۔

کلوا :- "اور ہجور ! جب ہم منا (منع) کیا تو ہجور ہم کا بری
طرح مارن پیٹن۔ یہ دیکھو نان — یہ دیکھو نان...

یہ دیکھو (ہاتھ اور پیر کے نشان دکھاتا ہے)

چودھری :۔ "کلو! تمہاری حالت دیکھ کر بڑا دکھ ہوا.... دیکھو قاضی کے پاس صبح ہی جاؤں گا۔"

کلوا :۔ "نہیں ہجور، کاجی جی کے پاس جیھو تو ہمری جان کی کھیر نہیں۔ ہم کا دھمکی بھی دین رہین کہ کاجی جی سے کہیو تو ہم تمری جان لے لے بے اور تمرے ٹکڑے ٹکڑے کر کے نالے میں پھینک دے بے۔"

چودھری :۔ "مجال ہے اس کی ..... قاضی جی تک بات نہیں پہونچائی گئی تو وہ نہ جانے اور کیا آفت برپا کرے گا۔"

کلوا :۔ "اب تم ہی جانو..... جو چاہو کرو۔ ہم تو گریب آدمی ہن۔"

چودھری :۔ غریبوں کے لیے انصاف کا دروازہ بند نہیں ہے انصاف ہوگا اور ضرور ہوگا۔ اچھا تم جاؤ۔"

کلوا :۔ "سلام بھیا!"

چودھری :۔ سلام بھائی (ٹہلنے لگتا ہے)

چودھری :۔ "یہ کیسی بدنصیبی کی بات ہے کہ غریب انسان اپنے آپ کو مجبور اور بے بس سمجھتا ہے اور دولت مند انسان فرعون بے سامان بنا ہوا ہے ـــــ ارے بھائی بھولو"

بھولو :۔ "جی ہجور!"

چودھری :۔ "کچھ پتہ چلا۔ آگ کہاں لگی تھی۔"

بھولو :۔ "جی ہجور گنگا رام کے مکان اور دوکان ما آگ لگی رہے"

چودھری :۔ "ارے گنگا رام کے مکان میں؟ ـــ کیسے آگ لگ گئی .... کوئی جلا تو نہیں؟"

بھولو :۔ اللہ کا شکر ہے سب آدمی بچ گئے۔ مار تمام گاؤں ٹوٹ پڑا رہے۔ ہندو مسلمان سب مل کے آگ بجھائن۔"

چودھری :۔ خدا کا شکر ہے انسانوں کی جانیں بچ گئیں..... لیکن مال کا بڑا نقصان ہوا ہوگا۔"

بھولو :۔ "ہاں ہجور!.... کپڑے کے تھان سب کے سب جل گئے۔"

چودھری :۔ بے چارہ گنگا رام، کتنا نیک آدمی، بے چارہ پر بہت بڑی آفت آئی ـــ ہاں تقدیر کا معاملہ ہے..... انسان تقدیر کے آگے بے بس ہے۔"

بھولو :۔ "اور ہجور! ڈاکہ بھی تو پڑا۔"

چودھری :۔ "ڈاکہ .....؟ وہ کیسے؟"

بھولو :۔ ہجور بدمعاسن کی ایک ٹولی آئی رہے ..... تمام گُنڈے مل کر نگد روپیہ، جیور چھین لیں۔ گنگا رام کا ایسا مارن کہ سر پھٹ گوا۔ پھر آگ لگا کے سب بھاگ گئے۔"

چودھری :۔ "ارے کتنا بڑا ظلم ہوا۔ پھر کسی نے ان بدمعاشوں کو پکڑا نہیں؟"

بھولو :۔ "ارے اُن کا کون پکڑت۔ وہ تو کاجی جی کے بھانجے ہیں نا!"

چودھری :۔ "قاضی جی کے بھانجے؟ ـــ ناصر؟"

بھولو :۔ "ہاں ہجور کاجی جی کے بھانجے ـــ ناصر!"

چودھری :۔ "کیسا اندھیر..... قاضی جی نے اپنی آستین میں سانپ پال رکھا تھا، انھیں خبر نہیں کہ ان کا بھانجہ کیسی آفت ڈھا رہا ہے۔ .... میں اسی وقت گنگا رام کے پاس جاؤں گا، پھر اسی وقت قاضی جی کے پاس پہنچوں گا ..... مجھے یقین ہے کہ قاضی جی کو جب صحیح صورت حال معلوم ہوگی تو ان کا فیصلہ یہی ہوگا جو انصاف کا تقاضا ہے .... ـــ بھولو۔ جاؤ جا کر کہو، گاڑی تیار کی جائے۔"

بھولو :۔ "بہت اچھا ہجور! (بھولو جاتا ہے)

چودھری :۔ (کچھ سوچ کر) "ارے بھولو ـــ اِدھر آؤ۔"

بھولو :۔ (پلٹ کر آتا ہے) جی ہجور!"

چودھری :- "ذرا حکیم صاحب کو بلالاؤ۔ ان سے بھی مشورہ کرنا ہے"
بھولو :- "بہت اچھا ہجور! (جاتا ہے)
چودھری :- "بدمعاشوں کی ٹولی! غنڈوں کا جتھا۔ نہ جانے کب سے قتل و غارت گری میں مصروف ہے۔ نہ جانے کون کون سے گاؤں کو لوٹا ہے۔ بھولے بھالے لوگوں نے مارے ڈر کے شکایت نہیں کی کہ یہ قاضی جی کا بھانجہ ہے۔ انہیں نہیں معلوم کہ یہ قاضی جی کا بھانجہ ہے۔ انہیں نہیں معلوم کہ قاضی جی انصاف کے معاملے میں اپنے بھائی اور بیٹے تک کی پرواہ نہیں کرتے۔"
(کھٹکا ہوتا ہے)
چودھری :- "کون صاحب؟"
رمضانی :- "میں ہجور، رمجانی"
چودھری :- "آؤ رمضانی آؤ۔ کہو خیریت سے ہو—؟"
رمضانی :- "جی ہجور! آپ کی دعا ہے"
چودھری :- "بیٹھو! کہو کیا خبر لائے"
رمضانی :- "ہجور! ..... ہجور! ہمری بستی ما ایسا کبھی نہیں بھوا — ....."
چودھری :- "سچ کہتے ہو۔ کلوا کا کھیت برباد ہوگیا۔ گنگا رام کا گھر لٹ گیا اور جل گیا"
رمضانی :- "— اور ہجور! ہمری بکری ان بدماسن کے پیٹ ما پہونچ گئی —"
چودھری :- "تمہاری بکری کاٹ کے کھا گئے؟"
رمضانی :- "ہاں ہجور! اور تمام بکرین کا دودھ پی گئے"
چودھری :- "یہ کب کا واقعہ ہے؟"
رمضانی :- "دوپہر ما ہم بکری چرار ہے رہن۔ بدماسن کی ٹولی آپہونچی۔ دو بکرن کا پکڑ لین۔ اور ہمرے سامنے جبہ کر ڈالن، اور گوس بھون بھون کر کھاین، سب بکرین کا دودھ دوہن اور پھر سب پی گیئن"
چودھری :- "تم نے کچھ نہیں کہا۔
رمضانی :- "جب ہم چیکھا (چیخا) چلآوا تو ہم کا کھوب مارن دے گھونسہ دے لات۔ دے گھونسہ دے لات۔ پھر ہمری پگڑی نوچ کے اچھالن اور کھوب ٹھٹھا لگائن"
چودھری :- "افسوس! افسوس! — تم اگر اسی وقت آکر مجھ سے کہہ دیتے تو ان کی روک تھام ہو سکتی تھی"
رمضانی :- "ہم کیسے آسکت ہے تمرے پاس، ہم کا تو پیڑ ما باندھ دین رہین۔ ہجور یہ رستہ رہے۔
چودھری :- "تمہیں پیڑ سے باندھ دیا تھا......"
رمضانی :- "ہاں ہجور"
چودھری :- "اُف ظالم کہیں کے"
رمضانی :- کہن رہیں اگر چیکھیو، تو گلا گھونٹ دیب"
چودھری :- "اچھا، اب جاؤ، میں قاضی جی کے پاس جا رہا ہوں، یہ ساری کیفیت ان کے سامنے پیش کروں گا۔ امید ہے کہ انصاف ہو کر رہے گا"
رمضانی :- "اچھا ہجور، ہم جا رہے ہن۔ سلام ہجور"
چودھری :- "سلام بھائی! - اچھا، جاؤ، خدا تمہاری فریاد ضرور سنے گا"
(رمضانی جاتا ہے۔ چودھری ٹہلنے لگتا ہے۔)
چودھری :- حکیم صاحب ابھی تک نہیں آئے، بھولو!"
بھولو :- "جی ہجور!"
چودھری :- "ارے بھئی، حکیم صاحب کو نہیں بلایا"
بھولو :- "جی ہجور! بس آپ آرہے ہوں گے"
چودھری :- (ٹہلتے ہوئے) "خدایا! مظلوم کی فریاد سننے والا تو ہے۔ تیری زمین پر تیرا قانون نافذ ہے اگر انصاف نہ ہوا تو تیرے بندے کدھر جائیں گے۔ ..... قاضی جی کا

بھانجہ ناصر، انسان نہیں خونخوار بھیڑیا ہے...... اگر قاضی جی نے کوتاہی برتی ہے تو خدا کے دربار میں کیا جواب دیں گے ؟"

(دروازے پر کھٹکا ہوتا ہے)

چودھری :۔ "کون صاحب ہیں ؟ تشریف لے آئیے ۔"

حکیم صاحب :۔ "السّلام علیکم ! —

چودھری :۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ ! آئیے حکیم صاحب ! تشریف لائیے" (بڑھ کر ہاتھ ملاتے ہیں)۔

حکیم :۔ کہیے خیریت تو ہے اس وقت یاد فرمائی کا سبب ۔"

چودھری :۔ "جی ہاں، حالات بڑے پریشان کُن ہیں ۔"

حکیم :۔ "حالات پریشان کُن ؟ کیا کوئی سخت علیل ہے ؟"

چودھری :۔ "جی نہیں ۔ خدا کا شکر ہے، گھر میں سب خیریت سے ہیں — مگر — ...... ۔"

حکیم :۔ کیا اڑوس پڑوس میں کسی کی طبیعت خراب ہے ؟ ۔"

چودھری :۔ ہماری بستی میں آج ہی کئی وارداتیں ہوئیں ۔"

حکیم :۔ "ہماری بستی میں ؟ ...... کئی وارداتیں ؟.... کسی بیماری کی وجہ سے ؟ ۔"

چودھری :۔ جی نہیں .... کچھ تو ڈاکے پڑے ۔ کچھ کو مارا پیٹا گیا ۔ اور ایک گھر میں اور ایک دکان میں آگ لگا دی گئی ۔"

حکیم :۔ "ارے یہ کیسی وحشت ناک خبریں سنا رہے ہیں آپ ؟ ہماری بستی ہی نہیں ہمارا ملک اب تک امن کا گہوارہ رہا ہے ۔"

چودھری :۔ جی ہاں آج ہماری بستی دہشت وحشت کا شکار ہو گئی ۔"

حکیم :۔ "یہ کیسے ۔ جہاں خدا کا قانون چلتا ہو وہاں بدامنی کا پیدا ہو جانا ایک حیرت انگیز بات ہے ۔"

چودھری :۔ "بالکل ٹھیک بالکل سچ ۔"

حکیم :۔ "کیا قصہ ہے ۔ ڈاکو کہاں سے آگئے ۔ کس بدنصیب کا گھر جل گیا ۔"

چودھری :۔ "تعجب ہے آپ کو خبر نہیں ہوئی ۔"

حکیم صاحب :۔ "مجھے خود حیرت ہے کہ میں بالکل بے خبر ہوں ۔"

چودھری :۔ تو سنیئے ۔ ڈاکوؤں کا سرغنہ قاضی جی کا بھانجہ ناصر"

حکیم :۔ قاضی کا بھانجہ ناصر ۔

چودھری :۔ جی ہاں جو گھرانا امن وانصاف کا پاسبان ہے ۔ اس کا ایک چشم وچراغ ۔

حکیم :۔ افسوس صد افسوس ۔

چودھری :۔ مظلوم ہے گنگا رام جو ہماری بستی کا شریف انسان ہے

حکیم :۔ گنگا رام جن کے والد صاحب کو دیکھنے کے لیے میں کل ہی گیا تھا وہ میرے زیر علاج ہیں کیا ان کا گھر جلا دیا ۔"

چودھری :۔ گھر جلا دیا اور دوکان میں آگ لگا دی ۔"

حکیم :۔ "افسوس ! بے چارہ گنگا رام ۔"

چودھری :۔ "کلوا کا کھیت روند ڈالا ۔ رمضانی کی بکری ذبح کرکے کھا گئے ۔

حکیم :۔ "ارے اتنے بہت سے سنگین واقعات ایک دن میں پیش آگئے ۔

چودھری :۔ قاضی جی کا بھانجہ انسان نہیں بلکہ درندہ ہے اور اس نے بہت سے غنڈوں کو جمع کر لیا ہے ۔"

حکیم :۔ "لیکن میں تو اسے جانتا ہوں وہ اتنا بگڑا ہوا لڑکا نہیں ہے ۔"

چودھری :۔ اس میں قاضی جی کی کوتاہی کو دخل ہے ۔ بگڑا ہوا نہ ہوتا تو ایسی شرمناک حرکتیں کرتا ؟"

حکیم :۔ "بے شک ۔ افسوس، قاضی نے اچھی تعلیم اور اچھی تربیت دینے کی بہت کوشش کی ۔"

چودھری :۔ بغیر ماں باپ کا لڑکا تھا ۔ گھر والوں نے مرحومہ کا خیال کرکے اس کے ساتھ ہمیشہ نرمی برتی ہوگی ؟"

حکیم :۔ "بے جا لاڈ پیار سے کام لیا ہوگا ۔"

چودھری :۔ "بے جا لاڈ و پیار کا نتیجہ کس قدر بھیانک

ہوتاہے۔"

حکیم :- "بے شک — بے شک مگراب کیاکرناچاہیے؟"

چودھری :- "کیاکرناچاہیے۔ اسی مشورہ کے لیے تو میں نے آپ کو زحمت دی ہے۔

حکیم :- "چلو چل کر قاضی جی سے ملیں اور ساری روداد سنائیں۔"

چودھری :- "میرا بھی یہی خیال ہے۔"

حکیم :- "اچھا توکل صبح چلنا ہے۔

چودھری :- "جی نہیں، اسی وقت۔ معاملہ بہت سنگین ہے کئی گھنٹوں کا سفر ہے۔"

حکیم :- "آپ ٹھیک کہتے ہیں، اسی وقت چلنا ہی صبح قاضی جی سے ملاقات ہوجائے گی۔"

چودھری :- "پہلے گنگا رام کو دیکھ لیں۔ کیسی حالت ہے؟"

حکیم :- "ضرور، ضرور —— اچھا تو میں تیار ہوکر آتا ہوں۔"

(حکیم صاحب جاتے ہیں۔)

چودھری :- "بھولو!"

بھولو :- "جی حضور!"

چودھری :- "گاڑی تیار ہے؟"

بھولو :- "جی حضور، بالکل تیار ہے۔"

(پردہ گرتا ہے)

(دوسرا سین)

(عدالت میں قاضی صاحب کا پرائیویٹ کمرہ سلیقہ سے آراستہ ہے لکڑی کی خوبصورت کرسیاں رکھی ہیں، ان پر گشن پڑے ہوئے ہیں۔ بیچ میں گول چھوٹی سی میز ہے۔ اس پر گلدستہ ہے دروازوں پر پردے پڑے ہیں۔ قاضی صاحب داخل ہوتے ہیں، کچھ دیر ٹہلتے ہیں)

قاضی :- اس بدبخت نے اور اس کے ساتھیوں نے کلوا کا کھیت روند ڈالا۔ رمضانی کی بکریاں کھا گئے۔ گنگا رام کی دوکان جلادی، مکان کو خاک سیاہ کردیا، زیور لوٹ لے گئے — ماراپیٹا — اُف ..... "

مجھے ایسی امید نہیں تھی کہ میرا بھانجا اس قدر کمینہ نکلے گا...... لیکن گواہوں نے ثبوت فراہم کیا ہے جرم ثابت ہوچکا ہے۔

—— افسوس میری بہن کی امانت میرے لیے کتنی بڑی آزمائش بن گئی۔

—— ایک طرف انصاف دروازے پر دستک دے رہا ہے، دوسری طرف میری بہن کی روح مجھے پکار رہی ہے۔

—— ایک طرف الٰہی قانون مجھے جھنجھوڑ رہا ہے۔ دوسری طرف بہن کی محبت میرے دل کو تڑپا رہی ہے۔

—— اِدھر دیکھو تو شیطانی وسوسے ہیں اُدھر دیکھو تو عذابِ الٰہی ہے۔"

(کچھ دیر خاموشی کے ساتھ ٹہلتے ہیں۔)

قاضی :- "میں ایک قاضی ہوں جس کے ہاتھ میں عدل کی ترازو ہے۔"

خیال :- "تم ایک بدنصیب بہن کے بھائی بھی ہو آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی وصیت تمہیں یاد ہے؟"

قاضی :- "میں الٰہی قانون کا پاسبان ہوں، مجھے انصاف کرنا ہوگا۔"

خیال :- "تم اپنی بہن کو کیا جواب دوگے؟ جب وہ تمہارا دامن تھامے گی۔"

قاضی :- "نہیں —— مجھے خدا کے سامنے اپنے عمل کا جواب

دینا ہوگا۔"

خیال :۔ "تمہارے بھانجے کے معصوم بچے بھی ہیں ان کی آہ و بکا کیسے برداشت کرو گے ؟"

قاضی :۔ "مجھے سب کچھ برداشت کرنا ہوگا انصاف کا خون میرے ہاتھوں نہیں ہو سکتا۔"

خیال :۔ "کل رات سے اس کی بیوی بے ہوش پڑی ہے، وہ پاگل ہو جائے گی۔"

قاضی :۔ "اسے پاگل ہو جانے دو اپنے شوہر کے کرتوتوں پر اسے پاگل ہو جانا چاہیے تھا۔"

خیال :۔ "تمہارا بیٹا ہوتا تو کیا تمہارا فیصلہ بھی یہی ہوتا ؟"

قاضی :۔ "ہاں بالکل ایسا ہی، بالکل اسی طرح، بیٹے کی محبت میرے فیصلے کو ہرگز نہ بدل سکتی۔"

خیال :۔ "گنگا رام کو راضی کر لو وہ تمہاری بہن کے لخت جگر کو معاف کر دے گا۔ اس کا مکان بنوا دو۔ اس کے نقصان کی تلافی کر دو بس کافی ہے۔"

قاضی :۔ "نہیں بالکل نہیں .... ایک ڈاکو کی حمایت سوڈاکوؤں کو جنم دے گی۔ میں اس کا مکان ضرور بنوا دوں گا اس کے نقصان کی تلافی ضرور کروں گا۔ ——— ——— مگر اس ڈاکو کا قصور ہرگز ہرگز معاف نہ کروں گا۔"

خیال :۔ "جب اس کا داہنا ہاتھ اور بایاں پیر کٹے گا اور ان سے خون کا فوارہ بہے گا کیا تمہاری آنکھوں سے آنسو نہیں ابل پڑیں گے ؟"

قاضی :۔ "آنکھوں سے آنسوؤں کے سیلاب جاری ہوں گے کچھ قطرے غم کے ہوں گے غم اس بات کا کہ میری بہن کا لخت جگر معذور ہو گیا اور بے شمار قطرے خوشی کے ہوں گے خوشی اس بات کی کہ الٰہی قانون کا میں نے احترام کیا۔

منشی :۔ "کوتوال صاحب آئے ہیں آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

قاضی :۔ "بلاؤ ——!"

منشی :۔ "بہت اچھا حضور !"

کوتوال :۔ "السلام علیکم ! قاضی صاحب !"

قاضی :۔ "وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ۔"

کوتوال :۔ "قاضی صاحب ! ناصر نے اب تک اقبال جرم نہیں کیا ہے۔"

قاضی :۔ "بدنصیب۔ بدبخت۔ ننگ خاندان۔ ننگ اسلام ابھی تک اقرار جرم نہیں کیا ہے۔"

کوتوال :۔ "کیا مقدمہ کی کارروائی تکمیل کو پہونچ چکی ہے ؟"

قاضی :۔ "جی ہاں بالکل مکمل ہو گئی۔ مقدمہ کی پوری طرح سماعت ہو چکی ہے۔ مدعی اور مدعیٰ علیہ کے بیانات قلمبند کر چکا ہوں۔"

کوتوال :۔ "کیا فیصلہ آج ہی سنائیں گے ؟"

قاضی :۔ "جی ہاں —— فیصلہ مرتب کر چکا ہوں۔ صرف آپ کا انتظار تھا۔"

کوتوال :۔ "آج آپ بہت جلد تشریف لے آئے۔ ابھی تو عدالت کا وقت شروع ہونے میں بہت دیر ہے۔"

قاضی :۔ "مجھے خوشی ہوئی کہ تم نے مجرموں کی پاسداری نہیں کی۔"

کوتوال :۔ یہ اللہ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے اس نازک مرحلہ میں شیطانی وسوسوں سے محفوظ رکھا۔

قاضی :۔ ٹھیک ہے آپ اور آپ کا محکمہ بددیانت ہو جائے تو ملک سے امن کا جنازہ نکل جائے گا۔"

کوتوال :۔ "میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں قاضی صاحب ابھی کچھ دیر ہے میں ذرا باہر جا رہا ہوں۔

قاضی :۔ "بہتر ہے۔ جائیے۔"

کوتوال :- "السلام علیکم !"

قاضی :- "وعلیکم السلام۔"

(کوتوال صاحب جاتے ہیں)

منشی :- "حضور ! ناصر میاں کے بچے آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

قاضی :- "خدایا ، میرے لیے بڑی آزمائش کا وقت ہے ۔ ان معصوم بچوں کو دیکھ کر میرا دل پھٹ نہ جائے ۔ میرا فیصلہ بدلنے نہ پائے ۔"

نادر :- "السلام علیکم !"

(شاکر بھی پیچھے پیچھے آتا ہے)

قاضی :- "آؤ، نادر میاں ! وعلیکم السلام ، جیتے رہو ۔ بیٹھو۔"

(دونوں بیٹھ جاتے ہیں)

نادر :- "ہمارے ابو کہاں ہیں ؟"

قاضی :- "نادر میاں ، تمہارے ابو کوتوال صاحب کے پاس ہیں۔"

نادر :- "کوتوال صاحب نے ابو کو کیوں پکڑا ہے ؟"

قاضی :- "تمہارے ابو نے ڈاکہ ڈالا ہے !"

نادر :- "ہمارے ابو ڈاکو نہیں ہیں ۔ کوتوال صاحب جھوٹ بولتے ہیں ۔"

قاضی صاحب :- "نادر میاں ! یہ ثابت ہو گیا ہے کہ تمہارے ابو نے ڈاکہ ڈالا ہے ۔"

شاکر :- "ابو نے مجھ سے پیسے کبھی نہیں چھینے ۔ وہ ڈاکو نہیں ہو سکتے ۔"

قاضی :- "اچھا ؟"___

نادر :- "اور امی کے پاندان سے بھی کبھی پیسے نہیں نکالے ۔ کوتوال صاحب جھوٹ بولتے ہیں ۔"

قاضی :- "اچھا ___ !"

شاکر :- "امی رو رہی تھیں اور مجھے پیٹا کر کہہ رہی تھیں تیرے ابو کے آج ہاتھ اور پیر کاٹ دیئے جائیں گے ۔"

نادر :- "پھر ابو مر جائیں گے ۔"

قاضی :- "نہیں زندہ رہیں گے ۔"

شاکر :- "پھر مجھے گود میں کیسے لیں گے ۔"

نادر :- "ابو کے ہاتھ نہیں کوتوال کے ہاتھ کاٹ ڈالیے ۔ ہمارے ابو کو انہوں نے کیوں پکڑا ہے ؟"

شاکر :- "ابو کھانا کیسے کھائیں گے ۔ اور ابو مجھے کھانا کیسے کھلائیں گے ؟ ۔ میں امی کے ہاتھ سے نہیں کھاؤں گا ۔"

قاضی :- "اچھا ! نادر میاں ! اب تم جاؤ (رومال سے آنسو پونچھتے ہوئے) ___ منشی صاحب ! ان بچوں کو بہلا پھسلا کر لے جاؤ ۔"

منشی :- "بہت اچھا حضور ! ___ آؤ نادر میاں ! شاکر میاں چلو ۔"

نادر :- "نہیں ، میں نہیں جاؤں گا ۔ میں ابو کو لینے آیا ہوں ۔"

شاکر :- "میں بھی نہیں جاؤں گا ___ میں ابو کے ساتھ جاؤں گا ۔"

منشی :- (نادر کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے) آؤ منا ! آؤ چلے آؤ ۔"

نادر :- "میں نہیں جاؤں گا .... میں نہیں جاؤں گا ...... میں نہیں جاؤں گا ......"

(منشی نادر کو گھسیٹ لے جاتا ہے اور شاکر بھی ساتھ ساتھ چلا جاتا ہے)

(قاضی رومال سے آنکھیں ڈھانپ کر بیٹھ جاتا ہے کچھ دیر بعد کھڑا ہو کر آسمان کی طرف دیکھتا ہے)

قاضی :- "آہ ! میری بہن نے مرتے وقت کہا تھا :-

"بھیا ! میں اب دنیا سے رخصت ہو رہی ہوں ___ بھیا ! یہ میرا چھوٹا سا پھول ہے کمھلانے نہ پائے۔

— یہ میری یادگار ہے بھیا — اس کا خیال رکھنا اس کا دل دُکھنے نہ پائے ——— میرا بچہ تمہارے گلے سے لپٹ کر جب سوئے گا تو بھیا! میری روح کو سکون حاصل ہوگا ....

بھیا! میں جا رہی ہوں ...... میں .... جا ... رہی ہوں۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ——

آج پورے ۲۵ سال ہوگئے — لیکن میری بہن کی آواز میرے کانوں میں اب بھی گونج رہی ہے ....

میں نے بڑی محبت سے ناصر کو پالا، جوان کیا، پڑھایا لکھایا، شادی کی ...... دو بچوں کا باپ ہوا۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ اس کے ہاتھ جو میرے گلے کا ہار ہوئے تھے کاٹ دیئے جائیں گے۔ اُف، خدایا۔ میں اپنے دل کو کیسے سنبھالوں ...."

خیال :۔ "تم قاضی ہو ..... "

قاضی :۔ "ہاں، میرا دل، میرا دماغ ۔ میری روح، پکار پکار کر کہہ رہی ہے تم قاضی ہو۔"

خیال :۔ "ایمان کا تقاضہ ہے کہ تم قانونِ الٰہی کا احترام کرو۔"

قاضی :۔ "ہاں! میرے ایمان کی گرمی مجھے سہارا دے رہی ہے۔"

خیال :۔ "قانونِ الٰہی ملک میں امن و امان کا ضامن ہے۔"

قاضی :۔ "بے شک قانونِ الٰہی دنیا کو بدامنی سے بچا سکتا ہے۔"

خیال :۔ "اگر تم نے اپنی ذمہ داریوں کے انجام دینے میں کوتاہی برتی تو جانتے ہو کیا ہوگا؟"

قاضی :۔ "اُف! عذابِ الٰہی، ہاں میں خدا کے غضب سے ڈرتا ہوں۔ خدا کا فیصلہ اٹل ہے۔ اس کے رسول کا فیصلہ اٹل ہے۔ میں بھی ایک انچ نہ ہٹوں گا — خدایا! مجھے طاقت دے۔ میں حق پر قائم رہوں۔"

منشی :۔ "حضور! حکیم صاحب اور چودھری صاحب آئے ہیں۔"

قاضی :۔ "بلاؤ ان دونوں کو بلاؤ۔"

منشی :۔ "ان کے ساتھ اور لوگ بھی ہیں۔"

قاضی :۔ "بلاؤ، ان سب کو بلاؤ اور کمرے میں بٹھاؤ۔"

(حکیم صاحب، چودھری صاحب، کلوا، بھولو داخل ہوتے ہیں اور بیٹھ جاتے ہیں۔ قاضی صاحب اندر چلے جاتے ہیں، کوتوال صاحب اور منشی صاحب بیٹھ جاتے ہیں۔ تھوڑی دیر قاضی صاحب داخل ہوتے ہیں)۔

قاضی :۔ "السلام علیکم — (گھڑی دیکھ کر) وقت ہو چکا ہے کوتوال صاحب!"

کوتوال :۔ "جناب قاضی صاحب۔"

قاضی :۔ "کیا مدعی آگئے ہیں؟"

کوتوال :۔ "جی ہاں آگئے۔"

قاضی :۔ "سب مجرم بھی حاضر ہیں۔"

کوتوال :۔ "جی ہاں، سب حاضر ہیں۔"

قاضی :۔ "منشی، مثل مقدمہ پیش کی جائے۔"

منشی :۔ "جناب بہت اچھا۔" (اٹھ کر مثل پیش کرتے ہیں۔)

قاضی :۔ (مثل کے اوراق دیکھتے ہوئے اور پلٹتے ہوئے)

"اچھا تو اب میں ایک اہم مقدمہ کا ایک اہم فیصلہ سنانے جا رہا ہوں۔ (سب کھڑے ہو جاتے ہیں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بحیثیت قاضی شہر میں نے مدعی اور مدعٰی علیہ کے بیانات سنے اور قلمبند کیے، مدعی نے جو گواہ پیش کیے ہیں ان کے بیانات سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ ناصر علی بیگ نے اور ان کے ساتھیوں نے کلوا کے کھیت کو اپنے گھوڑوں سے روندا۔ رمضانی کی بکریاں کاٹ کر کھا گئے۔ اور مارا پیٹا — گنگا رام کو

مارا پیٹا۔ زیور چھینے، مکان کو اور دوکان کو آگ لگادی۔ مجرموں نے اقبالِ جرم ابھی نہیں کیا ہے۔ لیکن مقدمہ کی پوری روئداد پہ خوب غور کرنے کے بعد میرا فیصلہ ہے کہ ان مظلوموں کا جو مالی نقصان ہوا ہے اس کی تلافی کی جائے۔ اور شریعت کے مطابق ناصر علی بیگ اور ان کے دو ساتھیوں کے داہنے ہاتھ اور بائیں پیر کاٹے جائیں اور باقی سب مجرموں کو سو سو کوڑے مارے جائیں۔"

چودھری:۔ "قاضی صاحب! خدا آپ کو اور آپ کے انصاف کو زندہ رکھے۔"

حکیم:۔ "اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، آپنے انصاف کا حق ادا کر دیا۔"

قاضی:۔ "کوتوال صاحب مجرموں کو لے جایئے اور ایک گھنٹہ کے اندر فیصلہ کی تعمیل کی جائے۔"

کوتوال:۔ "بہت اچھا جناب! آپ کے فیصلہ کی تعمیل کی جائے گی۔"

(باہر سے شور — "کوتوال صاحب ٹھہر جایئے، ٹھہر جایئے۔ میں ایک بہت اہم خبر لے کر آرہا ہوں، ٹھہر جایئے کوتوال صاحب ٹھہر جایئے.....)

قاضی:۔ "یہ شور کیسا ہے منشی صاحب؟ ذرا دیکھیے کون بے ادب گستاخ شور مچا رہا ہے۔"

منشی:۔ "بہت اچھا حضور! (باہر جاتا ہے)۔

آواز:۔ "ٹھہر جایئے کوتوال صاحب ٹھہر جایئے۔"

(منشی اور ایک قاصد اندر داخل ہوتے ہیں)

قاصد:۔ "حضور! نائب کوتوال نے ایک تحریر بھیجی ہے۔"

قاضی:۔ "کیا لکھا ہے لاؤ۔" (لفافہ چاک کرتا ہے اور پڑھتا ہے) بہت ہی حیرت انگیز۔ بہت ہی عجیب و غریب خبر

حکیم:۔ "قاضی صاحب کیا معاملہ ہے۔"

قاضی:۔ "نائب کوتوال نے لکھا ہے کہ:۔ "اصل مجرم کوئی اور ہے۔ ہو بہو ناصر علی بیگ کی شکل کا ہے وہ گرفتار ہو گیا ہے ان کے ساتھی بھی گرفتار ہو گئے ہیں سبھوں نے اقرارِ جرم بھی کر لیا ہے اور زیورات بھی برآمد ہو گئے ہیں۔"

حکیم:۔ "بہت ہی حیرت انگیز۔"

چودھری:۔ "بہت ہی عجیب و غریب۔ سبھوں کی آنکھیں دھوکا کھا گئیں۔"

کوتوال:۔ "کیا میں تحریر دیکھ سکتا ہوں"۔ (پڑھ کر) "انتہائی حیرت کی بات ہے۔"

قاضی:۔ "خدایا تو گواہ ہے۔ میں نے انصاف میں کوئی کوتاہی نہیں برتی۔ کوتوال صاحب! اب میں اپنے فیصلہ کو ملتوی کر رہا ہوں، مقدمہ کی سماعت از سرِ نو ہوگی۔"

کوتوال:۔ "خدا کی قدرت بہت بڑی ہے سچا انصاف صرف اس کے دربار میں ہو سکتا ہے۔"

(بچے داخل ہوتے ہیں)

نادر:۔ "ہمارے ابو ڈاکو نہیں ہیں۔"

شاکر:۔ "کوتوال صاحب! ہمارے ابو کو چھوڑ دیجیے۔"

نادر:۔ "میں نماز پڑھ کر آرہا ہوں۔ میں نے دعا مانگی ہے۔ اللہ میاں ہمارے ابو چھوٹ جائیں۔"

شاکر:۔ "میں نے بھی دعا مانگی ہے۔ ہمارے ابو ہمیں گود میں لے لیں۔"

حکیم:۔ (نادر اور شاکر کے سر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے) نادر میاں اللہ میاں نے تمہاری دعا قبول کر لی۔ اب تمہارے ابو تمہیں گود میں لے لیں گے۔"

نادر:۔ "اللہ میاں نے ہماری دعا قبول کر لی۔"

شاکر:۔ "اللہ میاں نے ہماری دعا قبول کر لی۔ ہمارے ابو کہاں — ہمارے ابو کہاں ہیں؟ — جلدی بلاؤ — جلدی۔"

طلبہ کی تقریریں

یتیم ــــ اور ــــ اسلام[1]

زبیرا قبال درجہ ہفتم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

بزرگو اور ساتھیو، اللہ ہی کے لیے ہیں ساری تعریفیں۔ جس نے انسانیت کے نام اپنا آخری فرمان مکمل پیغام پہونچانے کے واسطے عرب کے ایک دُرِ یتیم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چنا۔

اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی

اور اس طرح اپنی نعمتیں انسان پر پوری کردیں۔

اسلام انسانوں تک پہونچانے والا صرف دریتیم ہی نہ تھا بلکہ یتیموں کا والی بھی تھا۔ جس کا ثبوت سیرت مبارکہ سے عیاں ہے۔ اس یتیموں کے والی نے ہمیں اللہ کی مرضی بتائی اللہ کے، اپنے اور دوسروں کے حقوق بتائے۔ غلاموں یتیموں کی خبر گیری اور مدد کرنے پر خوش خبریاں دیں اللہ کی رضاجوئی کے طریقے سکھلائے، پھر وہ نسخہ کیمیا جو اس پر نازل ہوا تھا۔ اس میں ابتدائے اسلام سے لے کر یعنی مکی سورتوں سے مدنی سورتوں تک یتیموں کے حقوق کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

کہہ رہی ہے اہلِ دل سے ابتدا اسلام کی دُ ہے یتیموں پر عنایت ہی بنا اسلام کی

حکم باری تعالیٰ ہے:-

" یتیموں کا مال، ان کو واپس کردو۔ وَاٰتُوا الْیَتٰمٰی اَمْوَالَھُمْ ۔ یتیموں کے اچھے مال کو برے مالوں سے بدلنے سے منع فرمایا۔"

وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ یتیموں کے مال اپنے مالوں کے ساتھ ملا کر کھا جانے سے سختی سے روک دیا گیا کہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

وَلَا تَاْکُلُوْا اَمْوَالَھُمْ اِلٰی اَمْوَالِکُمْ اِنَّہٗ کَانَ حُوْبًا کَبِیْرًا ۔

سرپرست لوگوں کا یہ دستور ہو گیا تھا کہ یتیم لڑکیوں سے ان کے مال اور حسن وجمال کی وجہ سے شادیاں کر لیتے تھے۔ پھر ان کو ستاتے اور تنگ رکھتے۔ اس پر ہدایت دی گئی اور اس طرح یتیم کا مال ہضم کر جانے سے منع کر دیا گیا۔

یہ بھی ہوتا تھا، اس خوف سے کہ جوان ہو کر یتیم اپنا مال لے لیں گے جلد جلد ان کا مال اُڑا دیتے تھے، اس پر پرہیز گاری کی ہدایت کی گئی۔

وَلَا تَاْکُلُوْھَا اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ یَّکْبَرُوْا ۔

اور حق الخدمت معروف طریقے سے لینے کا ارشاد ہوا اور یہ کہ گواہوں کے سامنے ان کے مال واپس کردو۔

معزز سامعین! ابتدائے اسلام ہی سے یتیموں کے حقوق کی اہمیت اتنی ہے کہ اللہ تعالیٰ بار بار قرآن کریم میں ہدایت فرماتا ہے کہ یتیموں کے ساتھ انصاف پر قائم رہو اور جو بھلائی بھی تم کروگے وہ اللہ کے علم سے چھپی نہ رہے گی۔

سورۂ الدھر میں اللہ سے محبت کی نشانی یہ بتائی گئی ہے اور اللہ کی رضا کے حصول کا ذریعہ فرما کر یتیم مسکین اور قیدیوں

---

[1] سیرت کمیٹی امروہہ کے تقریری مقابلہ میں اس تقریر پر زبیر اقبال نے فرسٹ پرائز حاصل کیا۔

کو کھانا کھلانے کی ترغیب دی گئی ہے

وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا

سورۂ والفجر میں یتیم کی عزت و تکریم کی طرف اشارہ ہے اور یہ کہ یتیم کی عزت نہ کرنے کی وجہ سے ذلت طاری ہو جاتی ہے۔

سورۂ البلد میں یتیم کو فاقہ کے دن کھانا کھلانے کو دین کی گھاٹی سے ہو کر نکلنا بتایا گیا ہے، یعنی ان احکام الٰہی کی پابندی ضروری ہے۔

سورۂ النساء میں ہے کہ تقسیم وراثت کے وقت اگر یتیمی آجائیں تو ان کو بھی کچھ دیا جائے، اور یہ کہ ان سے بھلے مانسوں کی سی بات کرو۔

سورۂ والضحیٰ میں یتیم پر غصہ کرنے کی سختی سے ممانعت ہے — فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْھَرْ۔

یتیم کو دھکے دینا اس شخص کی علامت بتایا گیا ہے جو قیامت یا دین کو جھٹلائے یعنی یتیم پر سختی کرنا دین سے دوری کی علامت ہے۔

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ —— احادیث مقدسہ میں یتیم کے واسطے عنایات اور حقوق کی ادائیگی کے لیے زور دیا گیا ہے جس کی عملی زریں مثالیں نبی کریمؐ کے زمانے سے لے کر صحابہؓ کے دور سے اس وقت تک اسلامی سماج میں نظر آتی ہیں لیکن وائے اے مسلماں ؎

زمیں کیا آسماں بھی تیری کج بینی پہ روتا ہے
غضب ہے سطرِ قرآں کو چلیپا کر دیا تو نے

احکام الٰہی کی طرف سے ہم پر غفلت طاری ہے، آیئے اس طرف سے بھی ہم اپنے دلوں کو ٹٹولیں کہ یتیموں کی حق تلفی کی وجہ سے ہم پر موجودہ ذلتیں طاری ہوتی تو نہیں جا رہی ہیں اور اگر ایسا ہے تو اس کی تلافی کریں اور اب بھی موقع ہے کہ سنبھل جائیں اللہ تعالیٰ یہ توفیق عطا فرمائے —— وآخر دعوانا...... ■

تعلیمی ھفتہ — ایک کہانی

مسعود احمد رامپوری (دوم الف)

دادرسی

ایک شخص حج کے ارادے سے بغداد آیا، اس کے پاس ایک قیمتی ہار تھا جس کی قیمت ایک ہزار دینار تھی، اس نے چاہا کہ ہار فروخت کر دے لیکن اتفاق کہ کوئی خریدار نہ ملا۔ آخر اس نے اپنا ہار ایک تاجر کے پاس امانت کے طور پر رکھ دیا یہ تاجر اپنی دیانت اور امانت میں بہت مشہور تھا اور لوگ اس کی عزت کرتے تھے۔

حج سے فارغ ہو کر جب وہ شخص بغداد واپس آیا تو تاجر کے پاس آیا اور اپنا ہار مانگا۔ تاجر نے حیرت سے کہا "ہار کیسا ہار میرے پاس کوئی ہار نہیں۔"

وہ شخص روتا دھوتا، خلیفہ کے پاس پہونچا اور اپنی ساری رام کہانی سنائی۔ خلیفہ نے کہا تم جاؤ، تاجر کے پاس جا کر بیٹھ جاؤ، جب میں اُدھر سے گذروں گا تو تمہیں سلام کروں گا تم سلام کا جواب تو دینا مگر اپنی جگہ بیٹھے رہنا۔"

تھوڑی دیر کے بعد خلیفہ کی سواری اس تاجر کے پاس سے گذری وہ حاجی وہیں بیٹھا ہوا تھا عضد الدولہ نے حاجی سے کہا، السلام علیک۔ حاجی بولا "وعلیکم السلام" اور اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ خلیفہ نے اس سے کہا، "ارے بھائی تم عراق سے یہاں کب آئے ہو مجھ سے نہیں ملے" حاجی بولا "فرصت نہیں ملی آجاؤں گا کسی وقت"

خلیفہ کی سواری جب گذر گئی تو تاجر کا دہشت کے مارے بُرا حال ہوا، اس نے حاجی سے کہا آپ کا ہار کیسا تھا؟ حاجی نے حلیہ بتایا، تاجر اٹھا اور ہار لا کر رکھ دیا اور کہا، "معاف کیجئے گا میں بالکل بھول گیا تھا۔"

حاجی یہاں سے اٹھ کر خلیفہ کے پاس گیا اور سارا واقعہ کہہ سنایا خلیفہ نے حکم دیا تاجر کو عبرتناک سزا دی جائے۔ ★

امام مالکؒ ایک عظیم محدّث اور مجتہد

حفیظ الرحمٰن سنبھلی درجہ ہفتم

اسلام تمام قوموں اور تمام طبقوں کے لئے ہے۔ وہ روئے زمین کے بسنے والے سارے انسانوں کے لئے ہے اور رہتی دنیا تک کے لئے ہے۔ وہ کسی خاص قوم یا نسل کے لئے نہیں ہے نہ کسی زمانے کے لئے مخصوص ہے۔ ایسے ہمہ گیر دین کے لئے تجدید کرنے والوں، ملت کی اصلاح کرنے والوں اور اجتہاد سے کام لے کر مسائل اور تفصیلی قانون مرتب کرنے والوں کے ایک سلسلہ کی ضرورت تھی۔ چنانچہ یہ ضرورت اس طرح پوری ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے حنفی مکتب فکر کے علاوہ مالکی، شافعی اور حنبلی وغیرہ مکاتب فکر کو وجود بخشا اور ان بزرگوں کو اس کام کی صلاحیت بخشی۔ انھوں نے اپنے دماغ سے کام لے کر اور قرآن و حدیث سے سمجھ سمجھ کر ہمارے سمجھانے کے لئے کتابیں لکھیں۔ ان فقہی مکاتب فکر میں مالکی مکتب فکر کو ایک خاص اور اہم مقام حاصل ہے۔

نام و نسب امام مالکؒ کا نام مالک، کنیت ابو عبد اللہ اور لقب امام دار الہجرت ہے۔ آپؒ کے والد کا نام انسؒ اور دادا کا نام بھی مالک ہے۔ آپ کے پردادا ابو عامر نے ۲ھ میں اسلام قبول کیا تھا۔ آپ کے دادا جلیل القدر تابعی تھے۔ جن جوان مردوں نے حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد بہت کوشش کر کے حضرت عثمانؓ کی مبارک لاش کو دشمنوں کے درمیان سے اٹھا کر دفن کرنے کی خطرناک خدمت انجام دی۔ ان میں سے ایک آپ کے دادا مالک بھی شریک تھے۔

زمانہ پیدائش امام مالکؒ ۹۳ھ میں مدینہ منورہ میں امام ابو حنیفہؒ کی پیدائش سے ۱۳ برس بعد پیدا ہوئے۔ سیاسی اعتبار سے یہ زمانہ بنو امیہ کا عہد شباب تھا۔ ولید بن عبد الملکؒ کا عہد خلافت تھا۔ صحابۂ کرام کا دور ختم ہو رہا تھا۔ اور یہ تابعینؒ کا دور تھا اور علمی اعتبار سے فقہاء کرام کا ابتدائی دور تھا۔

تعلیم امام مالکؒ نے جب ہوش سنبھالا تو آپ نے اپنے کو علم کی گود میں پایا۔ مدینہ اس وقت علم کی روشنی سے منور تھا۔ امام مالکؒ نے بڑے شوق سے علم حاصل کیا۔ آپ پڑھنے کے زمانے میں بہت غریب تھے۔ چھت کی کڑیاں بیچ بیچ کر کتابیں خریدتے۔ لیکن پھر بھی بڑے شوق اور محنت سے علم حاصل کیا۔ اس طرح جو علم بہت سے سینوں میں محفوظ تھا امام مالکؒ نے اپنے سینے میں محفوظ کر لیا اس لئے آپ کو امام دار الہجرت کا لقب دیا گیا۔ امام صاحب نے بچپن ہی میں علم حدیث حاصل کرنے کی قابلیت پیدا کر لی تھی۔

امام مالکؒ نے امام زہریؒ اور امام نافعؒ سے حدیث سنی اور امام ربیعۃ الرائے سے علم حاصل کیا اور فرمایا کہ بہت کم لوگ ایسے ہیں جن سے میں نے علم حاصل کیا ہو اور انھوں نے اپنی وفات سے پہلے مجھ سے فتویٰ نہ پوچھا ہو۔

تحصیلِ علم میں صبر امام مالکؒ نے تحصیل علوم میں بڑی مصیبتیں اٹھائیں۔ گھر کی

کڑیاں بیچ بیچ کر علم حاصل کیا لیکن پھر بھی علم حاصل کرنا انھوں نے نہیں چھوڑا۔ امام صاحب نے مدینہ میں رہ کر علم میں کمال پیدا کیا یہ کمال بغیر محنت اور بغیر جانفشانی کے ہو نہیں سکتا چنانچہ آپ امام نافع رحؒ سے حدیث سیکھتے تھے۔ حدیث سیکھنے کا وقت ٹھیک دوپہر کا تھا۔ آپ چلچلاتی دھوپ میں شہر سے باہر بقیع میں جہاں ابن ہرمز سے علم حاصل کیا۔ صبح کو ان کے گھر جاتے تھے اور شام کو واپس آتے تھے۔ اس طرح مصیبتیں جھیلیں تب علم میں کمال حاصل ہو سکا۔

امام مالکؒ فرماتے تھے کہ علم میں کمال اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک طالبِ علم محنت سے علم حاصل کرنے میں نہ لگا رہے یعنی شوق صبر اور استقامت کے بغیر کامیابی ناممکن ہے۔

غیرتِ علم

خلیفہ ہارون رشید علم سے بڑا شغف رکھتا تھا۔ اور اہلِ علم کی بڑی قدر کرتا تھا۔ اس کے دونوں بیٹوں نے بھی امام مالکؒ سے علم حاصل کیا تھا۔ جب وہ مدینہ آیا تو اس نے کہا آپ دربار میں تشریف لائیں، میں آپ سے علمِ حدیث حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ تو امام مالکؒ نے انکار کیا۔ خلیفہ خود امام مالکؒ کے مکان پر آیا۔ اس نے کہا آپ ہمیں حدیث سنائیے۔ امام مالکؒ نے فرمایا میں نے ایک عرصہ سے حدیث بیان نہیں کی ہے طلبہ خود سناتے ہیں تو خلیفہ نے کہا۔ طلبہ کو الگ کر دیجئے تو آپ نے فرمایا خاص لوگوں کے لئے عام لوگوں کو محروم نہیں کیا جا سکتا۔

حدیث کا احترام

امام مالکؒ رسولؐ کی حدیث کا بڑا احترام کرتے تھے۔ جب حدیث کا درس دیتے تھے تو غسل فرماتے، خوشبو لگاتے، نئے کپڑے پہنتے، صافہ باندھتے، عاجزی وانکساری اور وقار کے ساتھ بیٹھتے۔ اور خوشبو سلگاتے اور یہ سلسلہ شروع سے آخر تک جاری رہتا۔

اور جب ان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا میں حدیث کی تعظیم پسند کرتا ہوں اور طہارت کے بغیر حدیث بیان کرنا نہیں چاہتا اور راستہ میں یا عجلت میں حدیث بیان کرنا پسند نہیں کرتا اور فرمایا میں یہ پسند کرتا ہوں کہ جو کچھ بھی بیان کروں اسے اچھی طرح سمجھوں اور سمجھاؤں۔

عبداللہ ابن مبارک نے فرمایا، میں امام مالکؒ کے پاس تھا اور وہ حدیث پڑھا رہے تھے تو ان کو بچھو نے ڈس لیا اور سولہ جگہ ڈنک مارا اور امامؒ کے چہرے کے رنگ میں تغیر پیدا ہو گیا مگر انھوں نے حدیث پڑھانا بند نہیں کیا۔ جب سب پڑھ کر چلے گئے تو انھوں نے فرمایا۔ میں نے حدیث کے احترام میں صبر کیا۔

اشاعتِ دین اور شہرت

آپ کو دنیائے اسلام میں بڑی شہرت حاصل ہوئی۔

آپؒ کے ذریعہ علم کی دولت بڑی وسعت کے ساتھ دنیائے اسلام کے گوشے گوشے میں پھیلی۔ ایشیا، افریقہ اور یورپ تینوں براعظم اس زمانہ کی دنیا آپ کے علم سے سیراب ہوئی۔ عرب، عجم، ترکستان، اندلس اور ایشیا، کوچک ہر جگہ سے طالبانِ علم جوق در جوق آ آکر امام مالکؒ کے حلقۂ درس میں شریک ہوتے اور علم سے سیراب ہو کر واپس جاتے۔

امام مالکؒ کو علم میں بڑا اور بلند مقام حاصل تھا۔ آپؒ کے پاس لوگ دور دراز سے علم حاصل کرنے آتے تھے۔ آپؒ کے دروازے پر علم حاصل کرنے والوں اور حدیث و فقہ سیکھنے والوں کا اس طرح ہجوم رہتا تھا، جیسا کہ بادشاہ کے دروازے پر ہجوم رہتا ہے۔ اور لوگ آپؒ سے روایت کرنے پر فخر کرتے تھے اور یہ بہت بڑا شرف تھا۔ ان کے زمانے میں اگر کوئی کہتا کہ مجھ سے مالکؒ نے حدیث بیان کی ہے تو لوگوں کی نگاہیں اس کی طرف اٹھ جاتی تھیں۔

ابن وہبؒ نے کہا میں نے اعلان کرنے والے کی آواز سنی وہ کہہ رہا تھا۔ خبردار کوئی اور شخص فتویٰ نہ دے جب کہ مالکؒ مدینہ میں موجود ہوں۔

حق گوئی و بیباکی

بنو عباس کے دور میں یہ طریقہ رائج رہا کہ بیعت لیتے وقت قسم کھانا ہوتی تھی کہ جو شخص بیعت کرنے کے بعد توڑے اس کی بیوی کو طلاق جبراً بیعت لینے کے سلسلے میں یہ عہد انتہائی کارگر نسخہ تھا۔ اور امام مالکؒ کا فتویٰ اس جبر و ظلم اور شاہی ہتھکنڈوں کے خلاف ایک کامیاب احتجاج تھا۔ مدینہ کے گورنر جعفر بن سلیمان جو خلیفہ منصور کا چچا زاد بھائی تھا اس نے امام مالکؒ کو حکم دیا کہ وہ یہ فتویٰ ہرگز نہ دیں۔ مگر امام مالکؒ نے علی الاعلان حق کا اعلان کیا۔ اس بات سے خلیفہ بھڑک اٹھا۔ اس نے آپ کو گرفتار کر لیا۔ اور ننگی پیٹھ پر جلاد سے کوڑے لگوائے اور آپ کے دونوں ہاتھ اس قدر کھینچ کر باندھے گئے کہ آپ کے دونوں ہاتھ مونڈھوں سے اتر گئے پھر ظالموں نے آپ کی بے عزتی کے لئے اونٹ پر بٹھا کر ایک مجرم کی حیثیت سے شہر میں گشت کرایا۔ اس حالت میں بھی امام مالکؒ حق سے باز نہ آئے اور بلند آواز سے کہتے جاتے تھے کہ میں مالک بن انس ہوں۔ میں نے فتویٰ دیا ہے کہ جبری طلاق نہیں ہوتی۔

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

آپ کی سخاوت

امام مالکؒ بڑے سخی تھے۔ ایک دفعہ اپنے شاگرد امام شافعیؒ کے ساتھ اصطبل میں گھوڑے دیکھ رہے تھے۔ امام شافعیؒ نے بعض گھوڑوں کی تعریف کی۔ آپ نے اصطبل کے سارے گھوڑے امام شافعیؒ کو دیدیے۔ آپ لباس بہت اچھا پہنتے تھے۔ قیمتی کپڑے پہنتے عطر استعمال فرماتے۔ صاف کپڑے پہنتے۔ فرماتے اللہ نے مجھے دیا ہے تو اس کی نعمت کا اظہار کیوں نہ کروں۔

فقہ مالکیؒ کی خصوصیات

امام مالکؒ نے جو علمی و فکر رہنمائی کا فریضہ انجام دیا ہے اور فقہ و اجتہاد کا جو عظیم کارنامہ انجام دیا ہے اس کی خصوصیات یہ ہیں۔

۱۔ پہلی خصوصیت تو یہ ہے کہ امام مالکؒ نے اپنی فقہ میں "تعامل مدینہ" کو پیش نظر رکھا۔

۲۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے جن احادیث پر اپنے مسلک کی بنیاد رکھی ہے وہ اگرچہ اکثر بیشتر مرسل ہیں مگر ان کی سند بہت مختصر ہے اور سنہری زنجیر کہلاتی ہے۔

۳۔ تیسری خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے قیاس اور اجتہاد سے کم اور ظاہر روایات سے زیادہ کام لیا۔

آپؒ کے کارنامے

آپؒ کے کارنامے تقریباً اسی طرح ہیں جس طرح کے کارنامے امام ابو حنیفہؒ کے ہیں۔

۱۔ آپؒ کا پہلا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے زندگی کے تمام پہلوؤں کے لئے ایک مجموعہ قوانین مرتب کرنے کی کوشش فرمائی۔

۲۔ دوسرا کارنامہ یہ ہے کہ آپؒ نے ایسے اصول اور بنیادیں قایم کر دیں جن پر فقہ و اجتہاد کا کام کئی صدیوں تک ہوتا رہا۔

۳۔ تیسرا کارنامہ یہ ہے کہ یہ کام انتہائی حق گوئی و بیباکی کے ساتھ انجام دیا۔

۴۔ چوتھا کارنامہ یہ ہے کہ حکومت کے جابرانہ کردار کے خلاف فتویٰ دیا اور اس کے نتیجہ میں سخت مصائب جھیلے۔

وفات

امام مالکؒ دین کی خدمت انجام دیتے رہے آخرکار آپؒ تین ہفتہ بیمار رہ کر ۸۶ برس کی عمر میں ۱۱ ربیع الاول ۱۷۹ھ میں اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

طلبہ کے مضامین

اکبر (الہ آبادی)

ایک باکمال طنز نگار شاعر

امداد حسین رحمانی مظفرپوری، درجہ ہشتم

یوں تو اقلیم شاعری میں طنزیہ اور ظریفانہ شعراء کی کمی نہیں ہے لیکن اکبر الہ آبادی ان میں ایک نمایاں حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ ان کے کلام کی بنیاد محض تفریح طبع نہ تھی بلکہ ان کے کلام میں پند و نصیحت، اخلاقی تعلیم، سیاسی نقطے، فلسفیانہ اسرار، مذہبی مسائل و اجتماعی مباحث بھی نظر آتے ہیں۔ آپ نے سعدی ابن یمین اور خیام کے مغز سخن کو امانت کے الفاظ اور انشا کی بولی میں اس طرح ادا کیا کہ آپ کا کلام بامقصد ہونے کے ساتھ ساتھ واہ، واہ کا سامان بھی مہیا کرتا ہے۔

اکبر اپنے ظریفانہ اور طنزیہ کلام کے ذریعہ اکثر ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں کہ شاید ان باتوں کو کوئی یوں سننا پسند نہ کرے۔ لیکن آپ کو یہ ملکہ حاصل تھا کہ آپ ہر ایک کو خواہ وہ امراء و حکام ہوں یا مدعیان رہبری عام، علماء کرام ہوں یا مشائخ عظام، تعلیم یافتہ نوجوان ہوں یا کسی شعبہ سے تعلق رکھنے والے، ان کے دل کی لگی اس طرح کہہ جاتے تھے کہ ہر ایک دل لگی سمجھ کر ٹال دیتا تھا اور اس کے جبیں پر میل تک نہ آتا تھا۔ جس طرح سید انشاء اللہ خاں انشا فارسی اور ترکی تراکیب اپنے کلام میں استعمال کرتے تھے اسی طرح اکبر کے کلام میں انگریزی کی آمیزش ملتی ہے۔

اکبر جدید طرز معاشرت، یورپین اخلاق و عادات و تعلیم جدید کے نقصانات مغربی تقلید کے عیوب کو ظرافت کے پردے میں اس طرح نمایاں اور واضح کرتے ہیں کہ مخاطب جھینپ کر خاموش ہو جائے اور تھوڑی دیر کے لئے اس کے چہرے پر ندامت کی جھلک نظر آجائے آپ کہتے ہیں ؎

ہر چند کہ کوٹ بھی ہے پتلون بھی ہے
بنگلہ بھی ہے پاٹ بھی صابون بھی ہے
لیکن یہ میں تجھ سے پوچھتا ہوں ہندی
یورپ کا تری رگوں میں کچھ خون بھی ہے

تعلیم میں ان علوم کے ہو مصروف
نیچر کی جو طاقتوں کو کردے مکشوف
لیکن تم سے امید کیا ہو کہ تمہیں
عہدہ مطلوب ہے وطن ہے مالوف؛

آگاہ ہوں معنی خوش اقبالی سے — واقف ہوں بنائے رتبہ عالی سے
شرطیں عشرت کی اور ہیں اکبر — چلتا نہیں کام صرف نقالی سے

اکبر کی طنزیہ شاعری کو طنز کے مختلف سات عنوان کے تحت الگ الگ کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ رعایت لفظی یا ضلع جگت۔ آپ نے رعایت لفظی کو صرف طنزیہ اور ظریفانہ کلام کے ساتھ مخصوص کر دیا جو اس کے لئے خاص طور پر مخصوص تھی اور جابجا اسی کی آمیزش نے آپ کے طنزیہ اور ظریفانہ کلام کے رنگ کو نہایت شوخ کر دیا ہے جب کہ متاخرین اور چند متوسطین شعراء لکھنؤ نے اپنے ہر قسم کے کلام کو اس زیور سے آراستہ کرنا چاہا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا کلام اونچے طبقوں میں مقبول نہ ہو سکا۔ گولیاں دوا کی بھی ہوتی ہیں اور بندوق کی بھی۔ اکبر اس تجنیس سے کس طرح فائدہ اٹھاتے ہیں ؎

گوئیوں کے زور سے کرتے ہیں وہ دنیا کو ہضم
اس سے بہتر اس غذا کے واسطے چورن نہیں

اس رعایت لفظی اور تجنیس کے شوق میں بعض اوقات وہ اردو انگریزی اور فارسی الفاظ کو بھی باہم متجانس کر لیتے ہیں اور اس میں بھی ایک لطف پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً

(الف) گڈ ڈے اور گڈے

ضرورت کچھ نہ تھی اس کی کہ آپس میں بھی ہو جائے
سلام و رحمۃ اللہ کی جگہ گڈ نائٹ اور گڈ ڈے

حیات مذہبی سے بھاگنا تھا کھیل گڑیوں کا
کہاں کی قوم ہاں کچھ بن گئے ہیں نازنیں گڈے

(ب) کم آل (تم سب آؤ) اور کمال

ساری دنیا ہے اس کو پیاری اکبر
کہتا ہے کم آل جس کو حاصل ہے کمال

۲۔ جدتِ قافیہ ۔ اکبر کی طنزیہ شاعری کی کامیابی کسی حد تک قافیہ کی جدت پر بھی موقوف ہے۔ وہ اکثر انگریزی الفاظ کو بھی بطور قافیہ استعمال کرتے ہیں ؎

بلبل ہیں آج ہم چمنستان کمپ کے
پروانہ کل بنیں گے کلیسا کے لمپ کے

فکر بہشت و کوثر و تسنیم ہو چکی
اب پارک کا خیال ہے چرچے ہیں ہمپ کے

رکھتے تھے جو بزرگ قدم پھونک پھونک کر
خوگر ہوئے ہیں لیپ کے اسکپ کے جمپ کے

نہ نماز ہے نہ روزہ نہ زکوٰۃ ہے نہ حج ہے
تو خوشی پھر اس کی کیا ہے کوئی جنٹ کوئی جج ہے

ہوائے طوبیٰ ہے اب نہ سر میں نہ موجِ کوثر ہے اب نظر میں
ہوس اگر ہے تو بس یہی ہے کہ ہم بھی چھپ جائیں پائنیر میں

اکبر کو قافیہ نکالنے میں کمال حاصل تھا۔ ایک دفعہ مولانا شبلی نے ان سے کہا کہ میرے نام کا قافیہ نکالئے تو جانیں۔ وہ اس وقت تو چپ رہے تھوڑی دیر بعد دعوت کا منظوم رقعہ بھیجا ؎

آتا نہیں مجھکو قبلہ قبلی
ہے بات یہ صاف بھائی شبلی

قبلہ قبلی اور شبلی کا قافیہ وہی تلاش کر سکتے تھے۔

۳۔ مخاطب کے دعوی کی تشریح ۔ آپ کے کلام میں بعض وقت طنز اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ مخاطب کے دعوی کو صحیح مان لیتے ہیں لیکن اس کی تشریح اس طرح کر دیتے ہیں کہ مدعا اس کے بالکل مخالف ثابت ہوتا ہے مثلاً جدید تہذیب کے دلدادہ، بے پردگی کے حامی عورتوں کو عام مجمع میں دیکھنا چاہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ انگریزی نہ جاننے والا تعلیم سے عاری ہے۔ اکبر اس کے دعوی کی تشریح اس طرح کرتے ہیں۔

حامدہ چمکی نہ تھی انگلش سے جب بیگانہ تھی
اب وہ شمع بزم ہے پہلے چراغ خانہ تھی

۴۔ ابہام ۔ یعنی کسی فقرے کے دو مطلب ہوں قریب غیر مقصود اور بعید تر مقصود ہو جیسے ؎

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو میں نے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

اس سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ پردہ اس لئے نہیں ہے کہ وہ مردوں نے چھین لیا لیکن اصل مقصد یہ ہے کہ مردوں کی عقل پر پردہ پڑ گیا اور انھوں نے اپنی عورتوں کا پردہ ختم کر دیا۔

۵۔ قدیم شعراء کے خیالات کو دوسرے پیرائے میں ادا کرنا۔ اکبر کبھی کبھی پرانے شاعروں کے خیالوں کو اس طرح الٹ پلٹ

کرادا کرتے ہیں کہ قدیم و جدید مضامین میں ایسی دل آویز مناسبت پیدا ہو جاتی ہے جس سے بے ساختہ ہنسی آجاتی ہے۔ جیسے مولانا رومؒ کا شعر ہے۔

چیست دنیا از خدا غافل شدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

اس کو اکبر نے یوں کہا ہے۔

نیچریت چیست از دیں گم شدن
نے قمیص و کوٹ و پتلون و بٹن

۶۔ **جدید محاورات** ۔ جدید محاورے جو انگریزی زبان کے میل جول سے پیدا ہو گئے ہیں ان کو اپنے اشعار کے پیرایہ میں ادا کرنا اکبر کے کلام کی ایک خصوصیت ہے۔ جیسے ؎

ہر اک ریمارک آپ کا عقرب کا نیش ہے
مجھ کو بھی رنج، غیر کا سینہ بھی ریش ہے

حریفوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

۷۔ جدتِ تشبیہہ و استعارات ۔ اس دورِ مخترعات میں سیکڑوں چیزیں نئی پیدا ہو گئی ہیں لیکن قدیم شاعری کا ذخیرۂ تشبیہات اب تک وہی متروکات و اندوختہ سلف چلا آتا ہے اکبر کا احسان ہے کہ انھوں نے بیسیوں نئی تشبیہیں پیدا کر کے ان سے عجیب و غریب تمثیلی استدلالات پیدا کئے ؎

زندگی اور قیامت میں ریلیشن سمجھو
اس کو کالج اور اسے کانووکیشن سمجھو
آہ و فریاد سے قابو میں نہ آئیگا دل طپش قلب کو بنگال ایجیٹیشن سمجھو

بعد مُردن کچھ نہیں یہ فلسفہ مردود ہے
قوم ہی کو دیکھئے مردہ ہے اور موجود ہے

کل مستِ عیش و ناز تھے ہوٹل کے ہال میں
اب ہائے ہائے کر رہے ہیں اسپتال میں

"پیپل کا" بھوت

(بقیہ صفحہ ۱۸)

کھلا رہے ہیں۔ پہلے تو گاؤں والے سمجھے کہ یہ بھی بھوت ہی کا کوئی کھیل ہے لیکن جب بعض لوگوں نے بتایا کہ اونٹوں کا قافلہ ہے اور چند دن پہلے قریب کے جنگل میں تھا تو ان کو تھوڑا تھوڑا اطمینان ہو گیا۔ گاؤں والوں کا خیال تھا کہ صبح یہ لوگ بھاگ جائیں گے لیکن دوسرے دن بھی اونٹ والے اسی طرح کام کرتے رہے اور اونٹوں کو چراتے نظر آئے۔ سب کو سامنے دیکھنے کے باوجود کسی میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہاں جا کر ان سے پوچھے رات کیسے گذری۔ اتنے میں اونٹ والوں میں سے ایک آدمی گاؤں کی طرف آتا دکھائی دیا جب وہ گاؤں میں پہنچا تو سب لوگ اسے حیرت سے دیکھنے لگے۔ اس نے پوچھا یوں کیوں گھور رہے ہو تو لوگوں نے بتایا کہ ہم حیران ہیں کہ تم کیسے بچ گئے۔ اس پیڑ پر تو ایک بھوت رہتا ہے وہ لوگوں کو بہت پریشان کرتا ہے ابھی کل رات ہمارے صوبے دار صاحب وہاں گئے تھے ان کو بھوت نے پکڑنا چاہا وہ تو جان بچا کر بھاگ آئے کمبل بھوت نے چھین لیا یہ سن کر وہ آدمی قہقہہ مار کر ہنسا اور بولا وہ کمبل تو ہمیں ملا ہے اس پر کیلیں بہت مضبوطی سے ٹھکی ہوئی تھیں ہم سوچ رہے تھے کہ کوئی یہاں اپنے کمبل میں کیلیں ٹھوک کر کیوں چلا گیا۔ اب اصلیت معلوم ہوئی گاؤں کے لوگوں نے پہلے تو یہ بات نہ مانی صوبے دار صاحب تو کسی طرح مانتے ہی نہ تھے لیکن جب وہ آدمی جا کر کمبل لے آیا تو سب کو یقین ہو گیا کہ صوبے دار صاحب نے جلدی میں کیلیں کمبل پر ٹھونک دی تھیں۔

بھوت ہوتا نہیں کھاؤ دھوکہ نہیں
سب خرافات ہے، وہم کی بات ہے

پڑوسیوں کے حقوق

طلبہ کے مضامین

ابرار حسین رحمانی مظفرپوری درجہ ششم

ہمارے پڑھنے لکھنے کا اولین مقصد یہ ہے کہ ہم ادب اور تمیز سیکھیں۔ اپنے اخلاق وسیرت کی قرآن وحدیث کی ہدایت کے مطابق تعمیر کریں۔ ہر ایک کا حق پہچانیں اور ادا کریں۔ بندوں کے حقوق میں سب سے پہلا حق والدین کا ہے اس کے بعد رشتہ داروں اور پڑوسیوں وغیرہ کے حقوق ہیں۔

پڑوسی دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو ایک دو دن یا ہفتہ عشرہ کے لئے ہمراہ یا ہمسفر ہوں اور دوسرے وہ پڑوسی جو گھر کے پاس رہتے ہوں۔ قرآن مجید میں ہے۔ اور رشتہ دار پڑوسیوں اور اجنبی ہمسایوں اور پاس بیٹھنے والے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک دفعہ آپؐ نے فرمایا وہ شخص مومن ہی نہیں جو خود تو پیٹ بھر کھائے اور اس کی دیوار تلے پڑوسی بھوکا ہو۔ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ پڑوسی کا اتنا بڑا حق ہے کہ اگر پڑوسی کے ساتھ نیک سلوک نہ کریں تو مسلمان ہی نہیں ہو سکتے۔

پیارے نبی نے اپنے ایک صحابیؓ کو ہدایت فرمائی کہ جب شوربہ پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ ڈال دیا کرو اور اپنے پڑوسی کو بھی بھیج دیا کرو۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر اور کچھ نہ ہو سکے تو اسی شوربہ میں جس کو اپنے لئے بنایا ہے، پانی بڑھا کر پڑوسی کو بھی بھیج دینا چاہیئے۔

پیارے نبیؐ نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص اللہ کا پیارا بننا چاہے وہ اپنے پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم۔

پیارے رسولؐ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر اپنے لئے کچھ لاؤ تو پڑوسی کے بچوں کو بھی بھیج دو اور اگر تمہاری اتنی حیثیت نہ ہو تو اس بات کی کوشش کرو کہ جو چیز لائے ہو اس کے چھلکے وغیرہ دروازہ پر نہ ڈالو۔

پیارے رسولؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جو کوئی خدا اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو کوئی ایذا اور تکلیف نہ دے۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص اس بات پر پورا یقین رکھتا ہے کہ اللہ ایک ہے اور وہی سب کچھ کرنے والا ہے اور اس کا یہ عقیدہ بھی پختہ ہے کہ آخرت کے دن ہمیں دوبارہ زندہ ہو کر تمام کئے کرائے کا حساب دینا ہے تو وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے

تاکہ آخرت کے دن اس کی پکڑ نہ ہو۔

پیارے رسولؐ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ مومن نہیں جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے امن میں نہ رہے یعنی وہ شخص مسلمان نہیں جس سے اس کے پڑوسی کو دکھ پہونچے۔

ایک دفعہ پیارے رسولؐ کے پاس دو عورتوں کا مقدمہ پیش ہوا۔ ایک عورت جو کہ فرض نماز کے علاوہ بہت سی نفلیں بھی پڑھتی تھی۔ فرض زکواۃ کے علاوہ بھی صدقہ خیرات کیا کرتی تھی لیکن اس کا سلوک پڑوسیوں کے ساتھ اچھا نہیں تھا۔ اس کے مقابلہ میں دوسری عورت کا معاملہ پیش ہوا جو صرف فرض ادا کرتی تھی لیکن پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرتی تھی تو پیارے رسولؐ نے فیصلہ کیا اور فرمایا کہ پہلی عورت دوزخی ہے اور دوسری عورت جنتی۔

امام ابوحنیفہؒ کے پڑوس میں ایک شخص رہتا تھا۔ وہ بڑا مغرور تھا۔ اسے گانے بجانے کا بہت شوق تھا۔ وہ امام صاحبؒ کو پریشان کرنے کے لئے اکثر رات کے وقت گایا بجایا کرتا تھا جس کی وجہ سے امامؒ سو نہ پاتے۔ لوگ اسے منع کرتے لیکن وہ کسی کی بات نہ مانتا تھا۔ ایک بار کسی جھگڑے میں پولیس نے اسے پکڑ لیا اور جیل میں بند کر دیا۔ جب امام صاحبؒ کو پتہ چلا تو قاضی کے پاس گئے اور کہا کہ اس کو چھوڑ دیا جائے۔ اگر اس کو جرمانہ لے کر چھوڑا جا سکتا ہے تو میں ادا کرنے کے لئے تیار ہوں۔ قاضی صاحب نے کہا۔ آپ ایسے برے آدمی کو چھڑاتے ہیں جو آپ کی نیند خراب کرتا ہے۔ امام صاحبؒ نے فرمایا۔ ہاں میں اسے چھڑانے آیا ہوں کیونکہ یہ میرا پڑوسی ہے اور پیارے نبیؐ نے پڑوسی کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ وہ شخص آزاد ہو گیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ اس نے گانے بجانے سے توبہ کر لی اور آپؒ کا شاگرد ہو گیا آگے چل کر یہی بہت بڑا عالم بنا۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ آپؒ کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا۔ وہ بڑا شریر اور بیہودہ تھا جب بھی آپؒ نماز پڑھتے یا قرآن شریف پڑھتے تو یہودی باجا بجاتا تاکہ آپؒ کی عبادت میں خلل پیدا ہو۔ لیکن آپؒ یہ سب کچھ برداشت کرتے رہے۔ ایک دن یہودی کسی وجہ سے گرفتار ہو گیا۔ کئی دنوں تک جب باجے کی آواز نہ آئی تو آپؒ بہت پریشان ہوئے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہودی حوالات میں بند ہے۔ یہ سن کر آپؒ کو بڑا دکھ ہوا اور فوراً عدالت میں پہونچے اور اس یہودی کو کوشش کر کے آزاد کروا دیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ وہ یہودی اسی وقت آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اپنے نازیبا برتاؤ کی معافی مانگی اور فوراً مسلمان ہو گیا۔

ان واقعات سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ پڑوسی کے حقوق کی اہمیت اللہ، رسول اور بزرگانِ دین کی نظر میں کتنی زیادہ ہے اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے سے پتھر جیسے دل بھی پگھل کر موم ہو جاتے ہیں۔

مومن سے.....

یہ عرصۂ حیات کیا ہے؟ یہ روئے زمین تا حدِ نگاہ۔ مجھے ایسا گماں ہوتا ہے جیسے ایک مسجد ہو! اگر تو اپنے رب کا وفادار و اطاعت گذار بندہ ہے تو یہ تیری حیاتِ مستعار مانندِ اعتکاف گذر جائے گی۔ موت تیرے لئے نوید جانفزا ہوگی اور کوچ ہوگا تیرا عالمِ آخرت کی طرف ـــــــ

گویا تو نے مدتِ اعتکاف تمام کی اور اپنے دائمی و ابدی مکان میں پہنچ گیا ـــ!!

منظور فاخر بی، اے

(استاد درسگاہ)

طلبہ کے مضامین

پیپل کا بھوت

محمد مسعود فرخ آبادی، درجہ پنجم

ایک گاؤں میں تالاب کے کنارے ایک پیپل کا بہت پرانا درخت تھا اس کے بارے میں عام طور پر مشہور تھا کہ اس پر ایک بھوت رہتا ہے اس وجہ سے رات تو رات دن کے وقت بھی کسی کو جرأت نہ ہوتی کہ تالاب کی طرف آئے جائے اتفاق سے ایک فوجی سردار اس گاؤں میں آیا ایک روز پیپل والے بھوت کی باتوں کا ذکر اس فوجی سردار نے بھی سن لیا۔ سنتے ہی وہ کھل کھلا کر ہنس پڑا اور بولا بھائیو جن بھوت کچھ نہیں ہوتے یہ سب ہمارا وہم ہے۔ گاؤں کے نمبردار بولے صوبے دار جی یہ بات نہیں، یہاں سچ مچ بھوت رہتا ہے یوں تو میں کئی لوگوں سے اس بھوت کے واقعات سن چکا ہوں لیکن جب سے بھوت نے میرے بھتیجے کو پکڑنے کی کوشش کی اس دن سے یقین ہو گیا کہ یہ بھوت بڑا کم بخت ہے۔

صوبے دار گبرو جوان تھا اس کی عمر تو تقریباً پچاس سال کے لگ بھگ ہو گی مگر اس کی صحت جوانوں جیسی تھی اس نے نمبردار کی بات سن کر اپنی لمبی لمبی مونچھوں کو تاؤ دیا اور کہنے لگا کہ یہ بھوت صرف ہمارے ملک کے جاہل لوگوں کو دکھائی دیتے ہیں۔ میں لڑائی میں یورپ ہو آیا ہوں وہاں بھوت کا کوئی نام بھی نہیں جانتا۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان جب کسی وہم میں گرفتار ہو جاتا ہے تو اسے خواہ مخواہ خوفناک چیزیں دکھائی دینے لگتی ہیں اور دل کو ہلا دینے والی آوازیں سنائی دینے لگتی ہیں۔ ہوتا کچھ نہیں ہے۔ نمبردار اور دوسرے گاؤں والے کسی طرح مانتے ہی نہ تھے۔ آخر طے ہوا کہ صوبے دار صاحب پانچ کیلیں لے کر رات کو پیپل کے درخت تک جائیں اور اس کے نیچے کیلوں کو گاڑ کر واپس آجائیں۔ صوبے دار صاحب راضی ہو گئے جب رات ہوئی تو صوبے دار صاحب نے اپنے پستول میں گولیاں بھر کر اسے بغل میں لٹکایا اور کیلیں لے کر اس طرح تالاب کی طرف چل پڑے کہ جیسے دل میں ذرہ برابر ڈر نہیں ان کے چلے جانے کے بعد لوگ گھبرائے اور صوبے دار صاحب کی خیریت سے واپسی کی دعائیں کرنے لگے کوئی آدھ گھنٹے کے بعد لوگوں کو صوبے دار صاحب کے چیخنے چلانے کی آواز سنائی دی اور تھوڑی ہی دیر میں وہ سر پہ پاؤں رکھے گاؤں میں آگھسے۔ ان کا سانس پھولا ہوا تھا۔ شدت کی سردی کے باوجود پسینے میں شرابور ہو رہے تھے جو کمبل وہ اوڑھ کر گئے تھے خدا جانے کہاں چھوڑ آئے۔ وہ آتے ہی چارپائی پر گر پڑے اور بار بار پکارنے اور آوازیں دینے پر بھی نہ بولے۔

صوبے دار صاحب صبح تک بے ہوش پڑے رہے جب ہوش ذرا ٹھکانے ہوئے تو لوگوں نے کیفیت پوچھی۔ انھوں نے بات کرنے کی کوشش کی مگر آواز نہ نکل سکی۔ زبان کو ہونٹوں پر پھیرا اور کہنے لگے میں صحیح وسلامت وہاں پہنچ گیا تھا۔ تالاب کا چکر بھی کاٹ لیا۔ اکڑوں بیٹھ کر پیپل کے تنے کے پاس پانچوں کیلیں گاڑ دیں جب اٹھ کر چلنے لگا تو کسی نے میرا کمبل پکڑ کر اتنے زور سے کھینچا کہ میرے لئے اٹھنا مشکل ہو گیا۔ بہت زور لگانے کے باوجود کمبل چھڑانے میں کامیاب نہ ہوا اور یہ خیال کر کے کہ کہیں جان ہی سے ہاتھ نہ دھونا پڑ جائیں۔ کمبل چھوڑ کر بھاگ آیا۔ صوبے دار صاحب سے یہ سن کر گاؤں کے لوگ اور بھی زیادہ بھوت سے خوف زدہ ہو گئے۔ دوسرے دن انھوں نے دیکھا کہ کچھ لوگ تالاب کے کنارے موجود ہیں اور اپنے اونٹوں کو پیپل کی ڈالیاں توڑ توڑ کر (باقی صفحہ ۸۷ پر)

طلبہ کے مضامین

ہماری درس گاہ

اعجاز احمد خاں فرخ آبادی درجہ چہارم

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں علم دین حاصل کرنے کا موقع دیا ہر مسلمان مرد و عورت پر علم حاصل کرنا فرض ہے اس کی تاکید پیارے نبیؐ نے فرمائی ہے۔ ہم مرکزی درسگاہ جماعت اسلامی ہند میں دین کی تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے آئے ہیں۔ یہ سب بچے بورڈنگ ہاؤس میں رہتے ہیں۔ ایک ساتھ کھانا کھاتے ہیں۔ ایک ہی مسجد میں نماز ادا کرتے ہیں اور ایک ساتھ کھیلتے ہیں۔ اس درسگاہ میں ہر سال تعلیمی ہفتہ منایا جاتا ہے۔ جس میں رنگا رنگ پروگرام رہتا ہے ہم لوگ یہاں خوش خوش رہتے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک گھرانے کے بچے ایک گھر میں رہ رہے ہیں۔ ہمارے یہاں مشاعرہ بھی ہوتا ہے جس میں چھوٹے چھوٹے بچے بھی حصہ لیتے ہیں اور انعام پاتے ہیں۔ یہاں پر نماز کی بہت تاکید کی جاتی ہے۔ رمضان کے مہینہ میں سب بڑے بچے روزہ رکھتے ہیں۔ چھوٹے بچے جو کہ ابھی بہت چھوٹے ہیں وہ بھی شوق میں روزہ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ہماری درسگاہ آٹھویں درجے تک ہے اس میں دین اور دنیا دونوں کی پڑھائی ہوتی ہے۔ درسگاہ میں پکنک بھی سال میں کبھی کبھار منائی جاتی ہے۔ پکنک میں بڑے طلبہ اکثر کاٹھ گودام جاتے ہیں اور پہاڑوں کی سیر کر کے اپنی معلومات بڑھاتے ہیں۔ اب کی درجہ ششم سے درجہ ہشتم تک کے بچے کاٹھ گودام گئے۔ پنجم اور چہارم کے لڑکوں نے ساحل کوسی کو منتخب کیا، سوم و دوم کے طلبہ نانکار گئے اور درجہ اطفال کے چھوٹے چھوٹے بچوں نے بورڈنگ ہاؤس میں مختلف کھیل کھیل کر اور مزے مزے کی چیزیں کھا کر اپنی پکنک منائی۔

پکنک سے ہماری تربیت ہوتی ہے یہ ہمیں طرح طرح کی معلومات کے علاوہ سفر کے آداب اور باہمی میل جول وغیرہ سیکھنے کا موقعہ بھی دیتی ہے۔

ہماری درسگاہ میں کبھی کبھی ایسے مہان آتے رہتے ہیں جو طلبہ کے سامنے تقریریں کرتے ہیں اور بہت سی کام کی باتیں بتاتے ہیں۔ ہماری درسگاہ میں تقریباً ۳½ سو لڑکے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ ہماری درسگاہ میں ہر مضمون کے الگ الگ استاد مقرر ہیں۔

۱۹۷۰ء میں نیا بورڈنگ ہاؤس تیار ہوا جو بہت خوبصورت ہے اور کھلی جگہ پر ہے۔ بورڈنگ ہاؤس میں بچوں کی دیکھ بھال کے لئے تین اتالیق مقرر ہیں اور کھانا تیار کرانے کے لئے ایک ناظم مطبخ ہیں جو کھانے پینے کا انتظام کرتے ہیں اور بورڈنگ ہاؤس میں کھانا کھلانے کے لئے لڑکوں کی باریاں مقرر ہیں۔ ہر روز ایک ٹولی کھانا کھلاتی ہے۔ ہماری درسگاہ ۱۹۴۸ء میں ملیح آباد میں قایم ہوئی تھی پھر اس کے بعد رامپور آگئی۔ سات آٹھ برس پرانی کھنڈسار میں رہی پھر ۱۹۵۶ء میں دو محلہ روڈ پر آگئی۔

خدا کرے ہماری یہ درسگاہ قیامت تک قایم رہے اور دین کی خدمت کرتی رہے۔ آمین۔

یہ دعا کرتے ہیں ہم اللہ کے دربار میں
جیسے جاری ہے رہے ایسے ہی جاری درسگاہ

ایک مرتبہ ایک طالب علم سے استاد نے پوچھا بتاؤ وہ کونسا تین لفظوں کا جملہ ہے جسے لڑکے اکثر بولتے ہیں۔ طالب علم نے ڈرتے ڈرتے کہا "میں نہیں جانتا" استاد خوش ہو کر بولے "بالکل ٹھیک"

۱۹۷۲ء کا نیا کینڈیڈیٹ

اشرف مالوی

کئے ہیں میں نے لاکھوں کارنامے اپنے جیون میں
شرارت کون سی ہے جو نہیں کی میں نے بچپن میں
نئی حرکت ہمیشہ جنم لیتی تھی مرے من میں
میں یکتا تھا میں یکتا ہوں ابھی تک اپنے اس فن میں
میں پہلی بار آیا ہوں بہتّر کے الکشن میں

میں ہفتے بھر میں پونے ایک دن اسکول جاتا تھا
کہ چھٹی سے بھی کچھ پہلے ہی چھٹی مانگ لاتا تھا
پڑھاتے سب کو ٹیچر اور میں ٹیچر کو پڑھاتا تھا
سوا چھ دن مٹر گشتی کیا کرتا لڑکپن میں
میں پہلی بار آیا ہوں بہتر کے الکشن میں

میں اپنی داستانِ زندگی کو مختصر کر کے
زباں پر حرفِ مطلب لا رہا ہوں آپکے آگے
میں شہرت یافتہ تھا اس لئے پایا ٹکٹ میں نے
ہمیشہ ایک ہی جوکر نکلتا ہے تریپن میں
میں پہلی بار آیا ہوں بہتر کے الکشن میں

بہت شاطر وزیروں کے میں پنجے موڑ آیا ہوں
بہت سے دیوتا جیسوں کا بھنڈا پھوڑ آیا ہوں
بہت سے سینئر وزراء کو پیچھے چھوڑ آیا ہوں
تڑپتے ہوں گے جواب ہائے کرسی کہہ کے آنگن میں
میں پہلی بار آیا ہوں بہتر کے الکشن میں

اگر میں ہار بھی جاؤں نہ ہوگا کوئی غم مجھ کو
الکشن فنڈ اتنا دے چکے اہلِ حشم مجھ کو
کہ اب اگلے الکشن تک نہ ہوگا مال کم مجھ کو
سمٹ کر کافی دولت آ گئی ہے میرے دامن میں
میں پہلی بار آیا ہوں بہتر کے الکشن میں

ہنسی کا فیتہ

محشر بدایونی

اک رانی کا اک راجا تھا — اس راجا کا ملک اپنا تھا
اُس ملک کے بیچ اک صوبہ تھا — اُس صوبے میں اک قصبہ تھا
اس قصبے میں اک قریہ تھا — اس قریے میں اک رستہ تھا
اس رستے میں اک صحرا تھا — اس صحرا میں کچھ سایہ تھا
اس سائے میں کچھ سبزہ تھا — اس سبزے میں اک رخنہ تھا
اس رخنے میں اک دریا تھا — اس دریا میں اک بیڑا تھا
اس بیڑے میں اک تختہ تھا — اس تختہ پر اک بابا تھا
اس بابا کا اک لڑکا تھا — اس لڑکے کا اک تھیلا تھا
اس تھیلے میں اک کپڑا تھا — اس کپڑے میں اک ڈبہ تھا
اس ڈبے میں اک خانہ تھا — اس خانے میں اک پردہ تھا
اس پردے میں اک رشتہ تھا — اس رشتے میں اک پھندا تھا
اس پھندے میں اک دھندا تھا — اس دھندے میں اک اِکّا تھا
اس اِکّے پر اک چوّا تھا — اس چوّے پر اک پنجا تھا
اس پنجے پر اک چھکّا تھا — اس چھکّے پر اک ستّا تھا
اس ستّے پر اک اٹھا تھا — اس اٹھے پر اک نیلا تھا
اس نیلے پر اک دیلا تھا — اس دیلے پر جو پتّا تھا
اک پتّا جو کڑوا تھا — اک پتّا بالکل سادا تھا
یہ طولانی جو قصہ تھا — اس قصے کا جو منشا تھا

کچھ اور نہ تھا بس ہنسنا تھا
یہ صرف ہنسی کا فیتا تھا

جلسہ تقسیم انعامات

الحمد للہ کہ پچھلے سالوں کی طرح اس سال بھی درس گاہ کے طلبہ نے تعلیمی ہفتہ منایا اور ۱۵ مارچ تک پورے شوق اور جوش و حوصلہ کے ساتھ رنگارنگ پروگراموں میں حصہ لیا۔

۱۶ مارچ کو تقسیم انعامات کا اجتماع منعقد ہوا جس میں ناظم درسگاہ جناب سید منظور احسن صاحب ہاشمی کی فرمائش پر جناب عبدالحی صاحب مدیر الحسنات اس اجتماع میں شریک ہوئے۔ اجتماع کی کارروائی درس گاہ کے ایک طالبِ علم کی تلاوت کلام پاک سے شروع ہوئی۔ چند طلبہ نے تقریریں اور نظمیں پیش کیں۔ آخر میں محترم مدیر الحسنات نے طلبہ کو خطاب کیا۔ بعد ازاں کامیاب طلبہ کے درمیان انعامات تقسیم کئے، جو پہلے سے برادرم جناب عرفان صاحب خلیلی استاد درس گاہ کے تعاون سے مرتب کر لیے گئے تھے۔

گذشتہ سال سے امیر محترم جناب مولانا ابواللیث صاحب نے مرکز سے بھی انعامات دے کر طلبہ کی ہمت افزائی فرمائی ہے۔ ان کے نام بھی درج کر دیے گئے ہیں۔

(محمد ایوب اصلاحی استاد درس گاہ)

انعام پانے والے طلبہ کی فہرست درجِ ذیل ہے

درجہ ہشتم

۱۔ امداد حسین	اناؤنسر خصوصی۔ سالانہ امتحان II انگریزی تقریر II۔ لمبی کود II۔ اونچی کود I کبڈی نمایاں۔ والی بال نمایاں۔ حسنِ کارکردگی I۔ کھیل میں سنجیدگی کا مظاہرہ۔
۲۔ وقار الحق	سالانہ امتحان I۔ حاضری I۔ اردو تقریر II حسنِ کارکردگی II
۳۔ عقیل جاوید	مشاعرہ I۔ بیت بازی خصوصی۔ سلو سائیکل II
۴۔ شارق انصار اللہ	عربی تقریر I۔ حاضری II
۵۔ محمد عارف	مکالمہ III۔ حسنِ کارکردگی I
۶۔ عمر سعید	کبڈی نمایاں۔
۷۔ محمد عمران	حسنِ کارکردگی I
۸۔ اظہار احمد	سالانہ امتحان I
۹۔ معراج محمد	سالانہ امتحان II
۱۰۔ نور الحسن	حاضری I
۱۱۔ راشد بیگ	حاضری II

درجہ ہفتم

۱۔ نعمان حلیس	سالانہ امتحان I۔ حاضری II۔ قرأت I۔ عربی تقریر II۔ اردو نظم II۔ حسنِ کارکردگی I۔
۲۔ عزیز منظور	خطبہ صدارت خصوصی۔ بیت بازی I۔ مشاعرہ III۔ مشاعرہ میں اناؤنسر خصوصی۔ کبڈی نمایاں۔ حسنِ کارکردگی I

٣۔ ادریس احمد — اردو نظم I۔ مشاعرہ II۔ سوگز دوڑ II لمبی کود II۔ کبڈی نمایاں۔

٤۔ مشتاق احمد — سالانہ امتحان II۔ اونچی کود I۔ حسنِ کارکردگی I۔

٥۔ سہیل احمد — مکالمہ III۔ اونچی کود II۔ کبڈی نمایاں۔

٦۔ سید مجید علی — مکالمہ I۔ حسنِ کارکردگی II۔

٧۔ افتخار احمد خاں — مکالمہ II حسنِ کارکردگی I۔

٨۔ ارشد امین نعمانی — بیت بازی II۔ مشاعرہ IV۔

٩۔ اطہر شاہ — حاضری II۔ رومال جھپٹ II

١٠۔ حبیب الرحمٰن — کبڈی نمایاں۔ کھیل میں سنجیدگی کا مظاہرہ

١١۔ زبیر اقبال — اردو تقریر I

١٢۔ نعمت اللہ — اردو نظم I

١٣۔ محمد شاہد شمسی — اردو نظم II

١٤۔ حفیظ الرحمٰن — مکالمہ II

١٥۔ عطاء الرحمٰن — مکالمہ II

١٦۔ محمد طارق — حسنِ کارکردگی I

١٧۔ مطلوب شاہ — حاضری I

درجہ ششم

١۔ محمد آصف — بیت بازی I۔ انگریزی تقریر I قرائت II۔ مکالمہ II

٢۔ ابرار حسین — بیت بازی II۔ سالانہ امتحان II۔ حسنِ کارکردگی II۔ کبڈی نمایاں۔

٣۔ شہاب الدین — حسنِ کارکردگی I۔ لمبی کود I۔ والی بال نمایاں۔ کبڈی نمایاں۔

٤۔ محمد شاد شمسی — مکالمہ II۔ حسنِ کارکردگی II۔ رومال جھپٹ II

٥۔ عبید الرحمٰن — ہندی نظم I۔ حسنِ کارکردگی II

٦۔ مصعب بن عبد الحیٰ — مکالمہ II۔ کبڈی نمایاں۔

٧۔ پرویز اختر — مکالمہ III۔ حسنِ کارکردگی II

٨۔ محمد اسلم خاں — ہندی نظم II۔ کبڈی نمایاں۔

٩۔ ایاز الدین — ہندی نظم II۔ کبڈی نمایاں۔

١٠۔ مسرور احمد — اردو نظم II۔ حاضری II

١١۔ مرتضیٰ علی — رومال جھپٹ I۔ اونچی کود II

١٢۔ تمیز الدین — سوگز دوڑ I۔ لمبی کود II

١٣۔ محمد حنیف — والی بال نمایاں۔ کبڈی نمایاں۔

١٤۔ مختار احمد — حاضری I

١٥۔ لئیق احمد — سالانہ امتحان I

١٦۔ جاوید اسرار — لمبی کود II

١٧۔ محمد ریحان — حسنِ کارکردگی I

١٨۔ محمد شعیب — حسنِ کارکردگی II

درجہ پنجم

١۔ محمد سعود خاں — سالانہ امتحان I۔ سلو سائیکل I۔ سوگز دوڑ I۔ حسنِ کارکردگی II۔ والی بال نمایاں کبڈی نمایاں۔

٢۔ محمد عمیر خاں — مکالمہ II۔ لمبی کود I۔ سوگز دوڑ II۔ حسنِ کارکردگی II

٣۔ رضی الاسلام — کرسی دوڑ I۔ ٥٠ گز دوڑ II۔ کرسی دوڑ نمایاں۔

٤۔ مشتاق احمد — اردو نظم I۔ کبڈی نمایاں۔

٥۔ جمال ناصر — حاضری II۔ حسنِ کارکردگی I

٦۔ قمر شاہ خاں — سالانہ امتحان II۔ کبڈی نمایاں۔

٧۔ محمد عبید — سوگز دوڑ II۔ کبڈی نمایاں۔

۸۔ شاہد احمد — مکالمہ — II
۹۔ نجمی سہیل — ہندی نظم — I
۱۰۔ عاصم ظفر — ہندی کہانی خصوصی
۱۱۔ محمد عقیل — مشاعرہ — II
۱۲۔ فروغ انجم — مشاعرہ — III
۱۳۔ سلمان محمود — حاضری — I
۱۴۔ فہیم الباری — حسنِ کارکردگی — II

درجہ چہارم

۱۔ شاکر علی — حاضری I۔ سالانہ امتحان II۔ حسنِ کارکردگی II۔ کبڈی نمایاں۔
۲۔ محمد قاسم — اردو تقریر I۔ سالانہ امتحان I
۳۔ اقبال احمد — ہندی نظم I۔ حسنِ کارکردگی II
۴۔ عبدالوہاب — مشاعرہ IV۔ اونچی کود I
۵۔ منصور عالم — مکالمہ — I
۶۔ محمد غفران — اردو تقریر — II
۷۔ ظفر اسحاق — حاضری — II
۸۔ اویس اقبال — حسنِ کارکردگی — II
۹۔ جعفر شاہ — ۵۰ گز دوڑ — I
۱۰۔ محمد عزیز — کبڈی نمایاں

درجہ سوم

۱۔ احتشام الحق — حاضری II۔ سالانہ امتحان I۔ مشاعرہ I
۲۔ کلیم احمد — سالانہ امتحان II۔ رومال جھپٹ I۔ کبڈی نمایاں۔
۳۔ سید مفید علی — سالانہ امتحان I
۴۔ نعیم احمد — سالانہ امتحان II۔ اردو کہانی خصوصی۔

۵۔ محمد اسلم — حاضری — I۔ حسنِ کارکردگی I
۶۔ حبیب احمد — حاضری — I
۷۔ گلزار احمد — حاضری — I
۸۔ سہیل اختر — حاضری — II
۹۔ خورشید خالق — حسنِ کارکردگی — II
۱۰۔ خورشید اختر — لمبی کود — I۔ کبڈی نمایاں۔
۱۱۔ محمد اظہر بابر — سو گز دوڑ — I۔ کبڈی نمایاں۔
۱۲۔ آصف رضا خاں — کبڈی نمایاں۔
۱۳۔ نصرت حسین — کبڈی نمایاں۔
۱۴۔ رشید احمد — سو گز دوڑ — II
۱۵۔ اسرار احمد فہمی — چمچہ دوڑ — II
۱۶۔ شکوہ اقبال — کرسی دوڑ — II
۱۷۔ خالد اسمٰعیل — کرسی دوڑ — I

درجہ دوم

۱۔ ہدایت اللہ — اردو نظم — I۔ قرأت خصوصی۔
۲۔ سلیم احمد — لطیفے — I۔ کرسی دوڑ II
۳۔ بصیر الزماں — سالانہ امتحان — I۔ اردو نظم II
۴۔ راؤ محمد ساجد — کرسی دوڑ — I۔ اردو نظم II
۵۔ مسعود احمد — سالانہ امتحان — II۔ اردو کہانی خصوصی۔
۶۔ مہروز شاہ — مکالمہ — III
۷۔ رضوان احمد — لطیفے — II
۸۔ عمیر منظور — اردو نظم — I
۹۔ وسیم احمد — اردو نظم — II
۱۰۔ دانش جمال — اردو نظم — II
۱۱۔ محمد شاہد — اردو نظم — II
۱۲۔ مختار احمد — مشاعرہ — II

۱۳۔ اسلام الدین	حاضری	I
۱۴۔ عبید خسرو	حاضری	II
۱۵۔ ناصر محمود	حاضری	I
۱۶۔ محمد سلیم	حاضری	I
۱۷۔ محمد خالد	حاضری	II
۱۸۔ ساجد علی خاں	سالانہ امتحان	I
۱۹۔ فرمان احمد	سالانہ امتحان	II
۲۰۔ عبد الرحمٰن کامل	کرسی دوڑ	II
۲۱۔ صدیق ظفر	چمچہ دوڑ	I
۲۲۔ محمد عاصم	چمچہ دوڑ	I
۲۳۔ محمد عمر	۵۰ گز دوڑ	I
۲۴۔ امید علی	۵۰ گز دوڑ	I
۲۵۔ شکیل اصغر	۵۰ گز دوڑ	II
۲۶۔ فغفور جمال	کبڈی نمایاں حسنِ کارکردگی I	

درجہ اوّل

۱۔ سالم محمود	مشاعرہ I۔ کرسی دوڑ II	
۲۔ ریحان اختر	مشاعرہ IV۔ کرسی دوڑ II	
۳۔ تہذیب احمد	سالانہ امتحان II۔ کرسی دوڑ I۔ چمچہ دوڑ III	
۴۔ سید منظور الحسن	حاضری	I
۵۔ سید فاروق میاں	حاضری	II
۶۔ محمد ریحان	سالانہ امتحان	I
۷۔ جمیل اختر	۵۰ گز دوڑ	I
۸۔ سلیم الرحمٰن	کرسی دوڑ	I
۹۔ محمد اصغر	کرسی دوڑ	I
۱۰۔ محمد ارشاد	کرسی دوڑ	I
۱۱۔ عمران مصطفےٰ	کرسی دوڑ	I

اطفال

۱۔ محمد نعمان خاں	مشاعرہ	III
۲۔ زاہد احمد	۵۰ گز دوڑ	II
۳۔ وسیم احمد	کرسی دوڑ	II

شیلڈ

والی بال	شہاب الدین اور محمد سعود ٹیم
رسہ کشی	(A گروپ) محمد سعود ٹیم
رسہ کشی	(B گروپ) حبیب الرحمٰن ٹیم
کبڈی	(A گروپ) محمد سعود ٹیم
کبڈی	(B گروپ) محمد سعود ٹیم
کبڈی	(C گروپ) حبیب الرحمٰن ٹیم
بیت بازی	درجہ ششم } برابر
بیت بازی	درجہ ہفتم } برابر

مرکز سے انعامات پانیوالے طلبہ کی فہرست درجِ ذیل ہے

درجہ ہشتم

۱۔ معراج محمد	اردو تقریری مقابلہ	اول۔ اخلاق و معاشرت اول
۲۔ اظہار احمد	اردو تحریری مقابلہ	اول
۳۔ سید جاوید قادر	عربی تحریری مقابلہ	اول
۴۔ نور الحسن	حاضری	اول
۵۔ محمد طارق احسانی	حسنِ انتظام	اول

درجہ ہفتم

۱۔ مجاہد علی	انگریزی تحریری مقابلہ	اول۔ ہندی

تحریری مقابلہ اول
۲۔ محمد یونس انگریزی تحریری مقابلہ اول
۳۔ محمد طارق اخلاق ومعاشرت اول
۴۔ محمد عارف قرأت اول
۵۔ عمر سعید حسنِ انتظام اول
۶۔ ظفر امام کھیل اول

درجہ ششم

۱۔ عزیز منظور انگریزی تحریری مقابلہ آ۔حسنِ انتظام اول
۲۔ مطلوب شاہ حاضری اول
۳۔ سید معید علی اخلاق ومعاشرت اول
۴۔ نعمان جلیس قرأت اول

درجہ پنجم

۱۔ محمد شعیب اردو تقریری مقابلہ اول
۲۔ لئیق احمد اردو تحریری مقابلہ اول
۳۔ نعیم الدین ہندی تحریری مقابلہ اول
۴۔ محمد حنیف اخلاق ومعاشرت اول۔حسنِ انتظام اول
۵۔ مرتضیٰ علی کھیل اول

درجہ چہارم

۱۔ اختر مسعود اردو تحریری مقابلہ اول
۲۔ محمد سعود خاں ہندی تحریری مقابلہ اول۔حسنِ انتظام اول
۳۔ قمر شاہ خاں اخلاق ومعاشرت اول

درجہ سوم

۱۔ محمد قاسم اردو تقریری مقابلہ اول
۲۔ جنید اختر اردو تحریری مقابلہ اول۔قرأت اول
۳۔ شاکر علی حاضری اول۔اخلاق ومعاشرت اول
حسنِ انتظام اول
۴۔ عبدالوہاب کھیل اول
۵۔ اقبال احمد کھیل اول

درجہ دوم

۱۔ صباح الحسن اردو تقریری مقابلہ اول
۲۔ سہیل اختر اخلاق ومعاشرت اول
۳۔ اسرار احمد فہمی اخلاق ومعاشرت اول
۴۔ سید مفید علی حسنِ انتظام اول
۵۔ احتشام الحق حسنِ انتظام اول

درجہ اول

۱۔ اسلام الدین حاضری اول
حسنِ انتظام اول
۲۔ ناصر محمود اخلاق ومعاشرت اول
۳۔ فغفور احمد اخلاق ومعاشرت اول
۴۔ محمد وسیم قرأت اول
۵۔ دانش جمال حسنِ انتظام اول

اطفال

۱۔ ریحان اختر اردو تقریری مقابلہ اول
حسنِ انتظام اول
۲۔ سید منظور الحسن حاضری اول
۳۔ محمد ریحان اخلاق ومعاشرت اول

ज़रा हंस लीजिये

एक आदमी ने एक लड़के को रोता देख कर पूछा तुम क्यों रोते हो।
लड़का–मेरे बाप ने एक नई क़िस्म का साबुन तैयार किया है, जब कोई गाहक आता है तो वह नमूना दिखाने के लिये मेरा ही मुंह धोते हैं।

★ ★ ★ ★

एक बच्चे ने अपने बाप से पूछा "अब्बा जान! इमाम साहब नमाज़ अरबी में क्यों पढ़ते हैं" "नमाज़ में अल्लाह का कलाम पढ़ा जाता है और अल्लाह का कलाम अरबी में है" बाप ने बेटे को समझाते हुये कहा।
"तो क्या अल्लाह मियां को उर्दू बिल्कुल नहीं आती" बच्चे ने बड़ी सादगी से पूछा और घर के सब लोग खिलखिलाकर हँस पड़े।

★ ★ ★ ★

एक आदमी एक होटल में चाय पीने की ग़रज़ से गया, जब चाय आई तो उसने चाय में पड़ा हुआ कुछ देखा। उसने बैरे को बुलाया और कहा "इधर आओ–चाय में क्या है ?
"मैं सब कीड़ों के नाम नहीं जानता हुज़ूर" बैरे ने बड़े अदब से जवाब दिया।

★ ★ ★ ★

गाहक:–बैरा देखो यह कैसा नामाक़ूल खाना है। बिल्कुल सड़ा, बुसा। मैनेजर साहब को बुलाओ।
बैरा:–जनाब ! मैनेजर साहब को बुलाने से क्या फ़ायदा ? यह खाना तो वह भी नही खायेंगे।

★ ★ ★ ★

एक बड़ा सा कुत्ता छोटे बच्चे का मुंह और हाथ चाटने लगा। बच्चा डर के मारे चीख उठा। इस पर उसकी मां कमरे से निकली—"क्या हुआ बेटे, क्यों रोते हो, कुत्ते ने काटा तो है नहीं।
बच्चा बोला "हां अभी तो चख ही रहा है"।

कहानी—

वहम से बचो

आसिम जफ़र, कक्षा ५

सदर महोदय तथा प्रिय सज्जनों-मैं इस समय आपको एक कहानी सुनाने उपस्थित हुआ हूँ।

मेरे पिता गांव के रहने वाले थे। परन्तु नौकरी के कारण नगर ही में रहते थे। मेरा जन्म भी नगर ही में हुआ था, और वहीं लिखता पढ़ता था।

एक बार मेरे दादा आये, गर्मियों की छुट्टियां थीं, जब वह लौटकर जाने लगे, तो मुझे भी अपने साथ गांव लेते गये।

वह गांव न तो बहुत छोटा था, न बहुत बड़ा, मगर था गांव, वहां एक पाठशाला एक पुस्तकालय और एक डाकखाना था, हफ्ते में दो दिन बाजार भी लगता था, जिसमें गांव वाले अपनी आवश्यकता की चीजें खरीद लिया करते थे।

एक दिन गांव के कुछ लोग बैठे हुए आपस में बातें कर रहे थे, मैं भी वहां जाकर सलाम करके बैठ गया, और उनकी बात चीत सुनने लगा।

पास ही एक नीम का पेड़ था, दो पक्षी उसपर आकर बैठ गये और बोलने लगे, गांव वालों ने बातें करना बन्द करदीं, उनमें से एक ने कहा "आज कल उल्लू बहुत बोल रहे हैं" दूसरे ने कहा उल्लू का बोलना ठीक नहीं है। क्या कोई आपत्ति आने वाली है, एक बुड्ढे ने कहा जहां उल्लू बोलते हैं वह बस्ती उजड़ जाती है। बुड्ढे की यह बात सुनकर एक मनुष्य ने ढेले मारकर उन दोनों पक्षियों को उड़ा दिया और मैं उठकर अपने घर चला आया।

कुछ दिनों के बाद मुझे जुकाम हो गया, मेरे दादा मुझे लेकर हकीम जी के पास गये, वह हकीम जी जन्त्र-मन्त्र भी करते थे।

एक रोगी से कह रहे थे, कि तुम्हारा तावीज उल्लू के खून से लिखा जायेगा किसी चिड़िमार से एक उल्लू ले आओ।

उसके बाद एक स्त्री से कहा कि यदि तुम्हारा पति तुम्हारी बात नहीं मानता और बहुत दुःख देता है तो उसे बिना बताये उल्लू का गोश्त खिलाओ, फिर वह तुम्हारे बस में हो जायेगा।

एक आंख के रोगी को बताया, कि तुम घुग्घू (बड़ उल्लू) की आंखों को सुखाकर पीस लो और सुरमे में मिलाकर चालीस दिन लगाओ, तो तुम्हारी आंख बिल्कुल ठीक हो जायेगी।

इसके बाद मेरी बारी आई, हकीम जी ने नब्ज देखकर काढ़ा लिख दिया, मैं डर रहा था, कि कहीं हकीम जी परहेज में उल्लू का गोश्त न बता दें।

जब मैं अपने घर लौट कर आया, तो माता और पिता जी ने गांव के समाचार पूछे, मैंने और बातों के साथ उल्लू सम्बन्धी कुछ बातें भी बताईं जिनको सुनकर वह दोनों बहुत हंसे।

मैंने अपने पिता जी से पूछा, कि पिता जी, तोते, चील, कौवे और बगुले के समान उल्लू भी एक पक्षी है, फिर लोग इसे इतना बुरा (मनहूस) क्यों समझते हैं?

पिता जी ने उत्तर देते हुए कहा, बेटा! ऐसा विचार केवल मूरख लोग करते हैं, कोई बुद्धिमान या विद्वान ऐसा विश्वास नहीं रखता। ईश्वर की कोई वस्तु मनहूस नहीं है, इस्लाम धर्म हमें यही शिक्षा देता है।

वस्तु नही है, जो इन्हें प्रकाश और गति प्रदान कर सके। कोई कहता है कि यह वस्तुएँ जिन पदार्थों से बनी है। उन्हीं के मिश्रण ने इनके भीतर प्रकाश और गति की व्यवस्था पैदा कर दी है। कोई कहता है कि इस भौतिक संसार के अतिरिक्त कुछ देवता हैं जिन में से कोई ट्राम और मिलें चलाता है, कोई कुमकुमे प्रकाशित करता है, कोई पंखों को चलायमान करता है, और कोई कारखानो और चक्कियों का संचालक है। कुछ लोग ऐसे भी हैं जो सोचते सोचते थक गए और अन्त में विवश होकर कहने लगे कि हमारी बुद्धि इस रहस्य तक नहीं पहुँच सकती, हम केवल उतना ही जानते है जितना देखते और अनुभव करते हैं। इससे अधिक कुछ हमारी समझ में नही आता और जो कुछ हमारी समझ में न आए उसकी न हम पुष्टि कर सकते हैं और न ही उसे भुटला सकते हैं। इस प्रकार ये सभी गिरोह एक दूसरे से लड़ रहे हैं किन्तु अपने विचार के समर्थन और दूसरे विचारों के भुटलाने के लिये इन मे से किसी के पास भी अनुमान और अन्दाजे के अतिरिक्त वास्तविक ज्ञान का साधन नही है। फिर जब कि ये मत भेद मौजूद हैं एक व्यक्ति आता है और कहता है कि मेरे पास ज्ञान का एक ऐसा साधन है जो तुम्हारे पास नहीं है। उस साधन से मुझे ज्ञात हुआ है कि इन सब कुमकुमों, पंखों, गाड़ियों, कारखानों और चक्कियों का सम्बन्ध कुछ अदृष्ट तारों से है जिनको तुम अनुभव नहीं करते। इन तारों में एक बहुत बड़े बिजली घर से वह शक्ति आती है जिसका परिणाम प्रकाश और गति के रुप में होता है। उसी के आदेश और निरीक्षण मे यह सब कार्य हो रहे हैं। उस के पश्चात एक दूसरा व्यक्ति आता है और वह भी वैसे ही, वही बात इसी दृढ़ विश्वास के साथ प्रस्तुत करता है। फिर तीसरा, चौथा, पांचवां आता है और वही बात करता है उसी आश्वासन के साथ जो उसके पूर्वजों ने कही थी और फिर आने वालों का एक तांता बन्ध जाता है और यहां तक कि उनकी संख्या सैकड़ों और हजारों से भी बढ़ जाती है। फिर अन्त में एक और व्यक्ति आता है और कहता है कि मैं ईश्वर का अन्तिम रसूल हूँ और तुम्हारे लिये अल्लाह का यह सन्देश लाया हूँ कि —

"अल्लाह एक है,
अल्लाह निराधार और सर्वाधार है, उसके कोई सन्तान नहीं और न ही वह किसी की सन्तान है, और कोई नहीं जो उसके बराबर हो।"

ईश्वर के अन्तिम रसूल हजरत मुहम्मद सल्लल्लाहु अलैहि वसल्लम द्वारा प्राप्त ईश्वर का यह अमर सन्देश ही हम सब के लिए सर्वोत्तम सन्देश है। इस सन्देश पर पूर्ण आश्वासन और सत्यता से ईमान लाकर यदि हम अपने व्यक्तित्व को ढाल लें तो इसका परिणाम आप जानते हैं—? यदि नहीं तो पर्शियन और उर्दू के महान कवि इक़बाल के शब्दों में सुनिये :

रहेगा तू ही जहां में यगाना व यकता
उतर गया जो तेरे दिल में लाशरीका लहू

उत्तम सन्देश

मन्जूर फ़ाखिर बी०ए०, अध्यापक दर्सगाह

आज हम देखते हैं कि बड़े बड़े नगरों में सहस्त्रों कारखाने विद्युत शक्ति से चल रहे हैं। रेलें और ट्राम गाड़ियां दौड़ रही हैं। सन्ध्या समय हजारों और लाखों कुमकुमे प्रकाशमान हो जाते हैं। गरमी की ऋतु मे घर घर पंखे चलते हैं परन्तु क्या इन घटाओ को देखकर हमारे मस्तिष्क में आश्चर्य और विस्मय की कोई झलक उत्पन्न होती है ? क्या इसके रहस्य और तथ्य को जानने के लिए हम अपने अन्दर कोई बेचैनी अनुभव करते हैं ? स्पष्ट ही है कि इन तथ्यों पर हम कभी गम्भीरता पूर्वक विचार नहीं करते। यह क्यों——? यह इस लिये कि इन कुमकुमों का सम्बन्ध जिन तारों से है उनको हम अपनी आंखों से देखते हैं, इन तारों का सम्बन्ध जिस बिजली घर से है उसकी अवस्था भी हमको ज्ञात है, उस बिजली घर में जो लोग काम करते हैं उन के अस्तित्व का भी हम को ज्ञान है। उन काम करने वालों पर जो इन्जीनियर निरीक्षण कर रहा है उस को भी हम जानते है हमको यह भी मालूम है कि वह इंजीनियर बिजली बनाने के काम से भली भांति परिचित है। उसके पास बहुत सी कलें हैं और उन कलों को चलाकर वह उस शक्ति को पैदा कर रहा है जिसकी कृतियां कुमकुमों के प्रकाश, पंखों के चक्र, रेलों और ट्राम गाड़ियो के विहार, चक्कियों और कारखानों की गति में नजर आती है। यही कारण है कि विद्युत के इन चमत्कारों को देखकर हमारे अन्दर किसी प्रकार की बेचैनी और उत्सुकता उत्पन्न नहीं होती और इसके साधन के प्रति हमारे समक्ष कोई मत भेद पैदा नहीं होता यानि गम्भीरता पूर्वक इन तथ्यों पर विचार न करने का एक मात्र कारण केवल यह है कि इन साधनों का पूरा क्रम हमारी ज्ञानेन्द्रियों के सामने रहता है।

कल्पना कीजिए कि यही कुमकुमे प्रकाश मान होते, इसी प्रकार पंखे चलते, ऐसे ही रेलें और ट्राम गाड़ियां चलतीं, यों ही चक्कियां और मशीने गतिशील होती किन्तु वह तार जिनके द्वारा विद्युत उन तक पहुँचती है, हमारी दृष्टि से ओझल होते, बिजली घर का अस्तित्व भी हमारे समक्ष न होता, बिजलीघर में काम करने वालों का भी हम को कुछ ज्ञान न होता और यह भी ज्ञान न होता कि इन कारखानो का कोई इँजीनियर है जो अपने ज्ञान और सामर्थ्य से उसको चला रहा है, क्या उस समय भी इन विद्युत चिन्हों को देख कर हम ऐसे ही सन्तुष्ट होते ? क्या उस समय भी सम इसी प्रकार इन प्रदर्शनों के साधनों में विभेद न करते ?

विदित है कि आप इस का उत्तर 'नहीं' में देंगे क्यों —? इस लिये कि जब चिन्हों के साधन आंखों से ओझल हों और प्रदर्शनों के कारण अज्ञात हों तो हृदय में आश्चर्य के साथ असन्तोष का होना, मस्तिष्क का इस अदृष्ट रहस्य की खोज में लगजाना और इस रहस्य के प्रति कल्पनाओं और मतों का विभिन्न होना एक स्वाभाविक बात है। मान लीजिए कि लाखों कुमकुमे प्रकाशमान है, लाखों पंखे चल रहे हैं गाड़ियां दौड़ रही हैं, कारखाने चल रहे हैं, परन्तु हमारे पास ज्ञात करने का कोई साधन नही है कि इन में कौन सी शक्ति काम कर रही है और कहां से आती है। लोग इन प्रदर्शनों को देख कर चकित और हैरान हैं। प्रत्येक व्यक्ति इनके साधनों की खोज में अपनी अपनी बुद्धि लगा रहा है। कोई कहता है कि यह सब वस्तुएँ आप से आप प्रकाशमान या गतिशील हैं, इनके अपने वुजूद के अतिरक्त कोई

Honesty is the best Policy

MOHAMMAD ASIF SHAMSI. C. VI

BRETHREN IN ISLAM

I am going to put before you a true story

Once Hazrat Abdullah Bin Omar passed by a slave shepherd, who was tending the goats of his master. Hazrat Abdullah wanted to test his honesty. He asked, "will you sell one of them." The slave answered, "The master is not here" Ibne Omar said, "give me one. Tell him that the wolf has eaten it". The shepherd answered "Be afraid of God. If the master is not here. God is here" Abdullah Bin Omar was so much impressed that he bought the slave and the herd of goats from his master. Later he set him free and gave him the herd of goats. Hence please note, "Honesty is the best policy for the humanity".

❖❖❖❖

(Cont. page 1)

Let, man kind be intellecltually awakened and spiritually enlightened Man is not only a physical being but also a spiritual one. Islam provides all the fasCilities, solution of problems and and complete harmony for both the aspects of life.

Brethren! I there fore appeal to you all to evolve Islamic sprit in your actions. It will bestow on you all the success in the modern age and in the life here after. History has proved it.

Try and try to please Allah, your creator and the benefactor who has bestowad guidance unto you all through Quran and the last messenger and prophet Mohammad (Peace be on him)

Hark! Either follow it or face the miseries and destruction which is in sight in the shape of modern inventions and arms.

❖❖❖❖

KIRNEN—ANNUAL MAGAZINE, MARKAZI DARSGAH JAMAATE-ISLAMI
RAMPUR U P.

بسم الله الرحمن الرحيم

Islam and modern civilization

IMDAD HUSAIN RAHMANI, C. VIII

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

Mr. President, Respected teachers ladies and gentlemen.

To night I shall try to put before you the need of Islam in this age of modern civilization.

To be civilized means, torefine and to replace savage habits by good ones. The highest quality of civilization is unselfishness, spirit of service and sp irit of common cause with others for the good of all. The very essence of human civiliz tion must cover all sph eres of human life. It must be beneficial to the humanity as a whole.

A number cf isms have come in to existence to solve the miseries of mankind but none proved panacea.

Gentelmen ! The basic principles of Islam are the faith in one God, and the belief in the divine message brought by the last prophet Mohammad (Peace be on him.) It ordains to build a society that obeys the divine laws. The Social, economic and political structure of the human life must be evolved under the divine guidance.

The modern civilization has denied all that and encourages a trend of antireligions activities, social anarchy, loose sexual relations, political and economic selfishness. It is leading the humanity towards chaos and destruction. To preach anti Goddism it is utilisiug a net work of Radio, television, moving pictures, chamring books and magazine. Materialism has subdued spiritualism.

Islam teaches us to spread good morals and to put a break to all the evils And! Every one will have to give an account of his actions on the Dav of Judgment. Thus belief in one God, His messesng ers, angels and the conception of the Judgment Day will control all the selfishness and evils prevailing in the mordern age. Accordingly all the inventions will be used for the welfare of mankind.

(Cont. Page 2)

درس گاہ کا موجودہ اسٹاف

(۱) جناب سید منظور الحسن صاحب ہاشمی	بی-اے-بی ٹی	ناظم درس گاہ
(۲) ,, مولانا محمد ایوب صاحب	فاضل (مدرسۃ الاصلاح)	معاون معلم
(۳) ,, ,, محمد سلیمان صاحب	,, (دیوبند)	,,
(۴) ,, ماسٹر عرفان احمد صاحب	انٹر- اعلیٰ قابلیت	,,
(۵) ,, ,, رونق علی صاحب	انٹر	,,
(۶) ,, ,, اقبال حسین خاں صاحب	بی-اے-	,,
(۷) ,, ,, حامد علی خاں صاحب	انٹر	,,
(۸) ,, ,, سید قادر علی صاحب	وی-ٹی-سی- ایڈوانس	,,
(۹) ,, ,, نورالحسن صاحب	ایم-ایس-ایل-سی	,,
(۱۰) ,, ,, منظور فاخر صاحب	بی-اے	,,
(۱۱) ,, ,, سید اصغر حسین صاحب	منشی عالم (پنجاب) بی ٹی سی،، منشی الہ آباد	
(۱۲) ,, ,, مجاہد احمد صاحب	ایف-اے-ای-ٹی-(آئی-ٹی-آئی)	,,
(۱۳) ,, مولانا ابوالمجاہد زاہد صاحب	فاضل عالیہ رامپور عالم الہ آباد، ادیب ماہر	
(۱۴) ,, ماسٹر محمد یونس صاحب	انٹر ،	معاون معلم
(۱۵) ,, ,, عبدالوہاب خاں صاحب	انٹر ٹرینڈ	معاون معلم
(۱۶) ,, ,, اسلم اللہ خاں صاحب	—	(کاتب)
(۱۷) ,, ,, محمد احمد صاحب	بی-ایس-سی- (اے-جی)	محاسب
(۱۸) ,, سید مسعود شاہ صاحب		ناظم مطبخ